سلسلۂ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نمبر (۷۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

الحمد للہ دریں ایام فرخی فرجام

این نسخۂ انیقہ و نخبۂ مرضیہ معدن الفوائد العجیبہ و مخزن الفوائد الغریبہ

(المسمّٰی)

بالانوار البهية
فی الاستعانۃ
عن خیر البریۃ

(مؤلفہ)

حامی العلوم النقلیہ و حاوی الفنون العقلیہ جامع الکمالات فخر الاماثل حضرت ... ابرار الامین الحاج برہان الملت والدین السید برہان الدین علیہ الرحمۃ طیبہ مدنیہ

حسب الحکم

عالیجناب مولانا مولوی محمد انوار اللہ خان نواب فضیلت جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی سرکار عالی اعلی اللہ مقامہ

و بہ منظوری

عالیجناب فضیلت مآب شریعت پناہ طریقت دستگاہ مظہر فیوض ربانی مولانا المکرم حبیب الرحمن خان شروانی ادام اللہ فیوضہ العوالی

باہتمام جناب ابو الحسنات مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی
مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

در مطبع شمس الاسلام واقع چھتہ بازار بنور طبع آراستہ گردید

تعداد طبع یکہزار جلد

سنہ ۱۳۳۶ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ سیما علیٰ ولدہ الشریف سیدنا ومرشدنا ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر الجیلانی وتبعہ اجمعین امابعد جب یہ فقیر خاکسار کتاب خصائص غوثیہ کو ختم کیا اور اسکی طبع بھی ختم ہوئی اور خصائص غوثیہ میں صلوۃ الاسرار یازدہ قدمی ہے جو اسمیں استعانت اور استمداد ذات پاک حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی معشوق ربانی ابی محمد محی الدین السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہے چونکہ یہ مسئلہ آج کل معرکۃ الاراء ہی اسمیں بہت کچھ اختلافات اور ابحاث درپیش ہوتے رہتے ہیں تو میں نے جواز استعانت کے اثبات میں دلائل شرعیہ کسیقدر لبط سے لکھا جب یہ بحث پیش نظر ناظرین ہوئی تو انھوں نے یہ درخواست کی کہ اس بحث کو علحدہ جمع کرایا جائے تاکہ بکثرت طبع ہونا سہل ہو اور فائدہ عام ہو پس اسوقت بمنظوری درخواست شایقین کے محکو ارشاد فرمایا جناب ہادی العصر والاوان مجدد الزمان - قامع المبتدعۃ واہل الضلال + حامی الدین علی الکمال + مائدۃ وسیعۃ لکل حاضر و باد + وافادۃ العلوم

عام لمن استفاد + مدرسته منبع العلوم الدینیه و مجمع العلماء و الفضلاء - یفرغ فیه فی کل عام
من تحصیل العلوم کثیر من الطلباء + ہمته مصروفة لاشاعة العلوم الدینیة و تائید المسلمین +
یداه مبسوطتان لانجاح حوائج الفقراء و المساکین + فذاته مفیض الخلایق لغذاء الروح
والبدن - المشتهرة و اضافه فی الاقالیم و المدن - صاحب الخلق الحسن - قاضی القضاة
بلاد دکن اسمه من الاسماء تتنزل من السماء العالم الفاضل - العارف الکامل مولانا الحاج
محمد انوار اللہ خان بہادر لازالت امطار برکاته علی الخلایق نازلة - و ما برحت انوار
فیضانه علی الانام فائضه - کیف و ہو معلم الحضرت سلطان بلاد دکن فی ہذا الزمان - صاحب
العدل و الجود و الاحسان باسط یدیه علی الخلایق بالکرم و الامتنان - السلطان
ابن السلطان میر عثمان علیخان نظام الملک آصفجاه بہادر ابن السلطان المرحوم
میر محبوب علیخان نظام الملک آصفجاه بہادر غفران مکان لازالت اجلال اقباله
مترقیا فی العشی و البکور و دام لبقاء دولته علی ممر الایام و الدہور - کہ بحث استعانت کو کتاب
خصائص غوثیہ سے علیحدہ کروں اور بتجرید دیباچہ اوسکا نام علیحدہ رکھوں اور اول و آخر میں
اوسکے مضامین مناسب اضافہ کروں کہ مطبع اشاعة العلوم سرکار نظام جو آپکے علاقہ
میں ہے واسطے نفع عام اور فیضان انام کی طبع کرائی جائیگی پس یہ خاکسار اپنی سعادت
جانکر آپکا امتثال امر کیا اور اس رسالہ کو دو باب پر مرتب کیا اور نام اسکا الانوار
البہیة فی الاستعانة من خیر البریة و النفوس القدسیة رکھا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۵

معنی آیت اے ایمان والو خدا سے خوف کرو اور طرف خدا کے وسیلہ طلب کرو اور مجاہدہ اور مشقت کرو اوسکے راستہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔ اس آیۃ کریمہ میں خدا تعالے پہلے ہمکو اپنی طرف متوجہ ہونیکا حکم دیا اور فرمایا کہ خدا سے خوف کرو خوف اسوقت ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کیطرف متوجہ ہوتا ہے جب تم خدا کیطرف متوجہ ہوگے اور اوسکے جلال سے خوف کروگے تو ضرور ہے کہ اوسکے جمال سے اوسکی رحمت کے امیدوار ہوگے جب یہ خوف و رجا تم میں متحقق ہوگی تو ضرور ہے کہ تمکو خدا کی خوشنودی اور اوسکا قرب حاصل کرنیکا شوق ہوگا اور اوسکے اسباب کیطرف متوجہ ہوگے کہ کونسے اسباب ہیں اس مقصود کو پہونچیں اور کس راہ سے یہ منزل طے کریں تو خدا نے اسکے اسباب کیطرف ہمکو ہدایت کیا اور اپنا قرب اور خوشنودی حاصل کرنیکا راستہ بتلادیا اور فرمایا کہ ہمارے قرب اور خوشنودی حاصل کرنیکے لئے وسیلہ طلب کرو کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے ہر شے سبب سے ملتی ہے اور ہر چیز کے حصول کے لئے خدا نے ایک سبب مقرر فرمایا ہے خواہ امور دینی ہو یا دنیوی اور انسان کو جس چیز کے حاصل کرنیکا شوق ہوتا ہے اوسکے اسباب کیطرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم حاصل کرنیکا شوق ہوتا ہے تو اوسکے اسباب کیطرف متوجہ ہوتا ہے جو صحبت علما اور اونسے تعلیم پاتا ہے اور جبکہ آدمی کو علم کا شوق ہی نہو اور اوسکی طرف توجہ ہی نہو تو وہ اسباب علم حاصل کرنیکی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور تمام عمر اپنی جہالت میں گذارتا ہے اگرچہ زمانہ

معنی آیت یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ

غالوں سے مملو ہو تو اوسکو کچھ فائدہ نہیں۔

حال ابوجہل

ملاحظہ کیجئے حال ابوجہل کا کہ پہلے اوسکا نام ابوالحکم تھا جب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپکے فیضان ہدایت سے تمام عالم نورانی ہوا اور ظلمت کفر وشرک سے پاک ہوا مگر ابوجہل باوجود مشاہدہ معجزات کثیرہ اور علامات نبوت آپکے جو کتب سالقہ میں پائی جاتی تھی ہدایت کیطرف متوجہ نہیں ہوا اور آپکے نبوت کا انکار کیا اور معجزات کو سحر کہا اور تمام عمر اپنی ظلمت کفر وجہالت میں بسر کیا تو اوسکا نام ابوالحکم سے ابوجہل ہوا سحرۂ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا لیکن فرعون اور اوسکے تابعین اپنے ہٹ پر قایم رہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہتے رہے اسواسطے قرآن ہدایت متقین کے لئے ہوا

قرآن ہدایت متقین کیلئے ... ہے

جنکی توجہ خدا کیطرف ہے اور جنکی توجہ خدا کیطرف نہیں ہے تو اونکی شقاوت انکار قرآن سے اور زیادہ ہوئی جیسا کہ خدا تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین کفروا فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون اسلئے خدا نے پہلے ہمکو اپنی طرف متوجہ ہونیکا اور تقوی اللہ کا حکم کیا تاکہ تجسس وسائل قرب الٰہی کا ہمکو شوق ہو جب ہمکو خدا تعالےٰ کیطرف توجہ ہوئی اور خوشنودی اور قرب الٰہی کے وسائل اور اسباب مل گئے تو پھر اپنی راہ میں مجاہدہ کا حکم فرمایا کیونکہ جبتک اوسکی طرف ہمکو وسیلہ پیدا نہو تو ہمکو طریقہ مجاہدہ کیا معلوم ہوگا کہ راہ خدا میں مجاہدہ کیسا کرنا جو ہم منزل مقصود کو پہونچیں یہ تربیت ربانیہ ہے کہ خدا ہی کو سزاوار ہے۔

کیفیت شقاوت و سعادت ازلی

الحاصل شقاوت یا سعادت انسان کی فرشتہ بامر الٰہی لکھدیتا ہے پھر بعد اوسکا ظہور

ہوتا ہے کہ جسکے حصہ میں سعادت ہے اوسپر اعمال سعادت آسان ہوتے اور جسکے
حصہ میں معاذ اللہ شقاوت ہے اونپر اعمال شقاوت آسان ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث
میں وارد ہے کہ ہر شخص پر وہ اعمال آسان ہیں جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے
اعمال سعادت اہل سعادت کے لئے آسان کئے گئے لیکن اہل شقاوت پس
وہ آسان کیا گیا ہے اعمال اہل شقاوت کے لئے پس جو اہل سعادت ہیں اونکو
خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اوسکے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے جو
وسائل ذوات انبیاء علیہم السلام ہیں اونسے توسل اختیار کرتے ہیں اور اونکے
وسیلہ سے منافع دارین سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور جو اہل شقاوت ہیں وہ اونکے
وسائل سے اعراض کرتے ہیں اور منافع دینے اور اخروی سے محروم رہتے ہیں
جو نفع دائمی ہے منافع دینوی تو عام ہے کافرین اور مومنین کے لئے ع بریں
خوان یغما چہ دشمن چہ دوست + حدیث میں آیا ہے اگر دنیا کے وقعت خدا کے پاس
پر پشہ کے برابر بھی ہوتے تو خدائیتعالے دنیا میں کافروں کو ایک جرعہ پانی بھی نہ پلاتا
قولہ تعالی۔ ومنھم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ومالہ فی الاخرۃ من خلاق
ومنھم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا
عذاب النار اولئک لھم نصیب مما کسبوا۔ الحاصل چونکہ امر آخرت اہم اور دائمی ہے
اوسکی درستی کے لئے خدانے اولاً و بالذات خدانے انبیاء علیہم السلام کو ہمارا وسیلہ
کیا کہ اونکے وسیلہ سے ہمارے امور اخروی اور دینی درست ہوجائے اور جن امور سے
کہ اخروی اور دینی کاموں میں ہمکو نقصان پہونچتا ہے اوس سے ہم بچیں اور امور آخرت
جس سے درست ہوتی ہیں اوسکو ہم اختیار کریں اور اوسپر عمل کریں پس بتبعیت آخرت

دوقسم امداد انبیا علیہم السلام

انبیا علیہم السلام کے معجزات سے جو دلائل اونکی نبوت کی ہیں ہم دنیا میں اونکے وسیلہ سے منافع حاصل کریں پس منافع دارین جو بوسیلہ انبیا علیہم السلام کے ہمکو حاصل ہوتے ہیں اوسکے دو طریقہ ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالے اونکی دعا مستجاب فرماتا ہے دوسرا یہ ہے کہ اونکو قوت اور ہمت سرفراز فرماتا ہے کہ اوس قوت وہمت موہبۂ حق سے وہ ہمارا انجاح مرام فرماتے ہیں خواہ وہ عالم شہادت میں ہوں یا عالم برزخ میں اوسکا ذکر بتفصیل وتشریح آیندہ ہوگا انشاء اللہ تعالے پس ہمارے انجاح حوائج جو بقوت وہمت انبیاء علیہم السّلام ہوتے ہیں اوسکی مثال قوّتِ اِبْرَاءِ اَکْمَہْ وَاَبْرَصْ اور اِحْیَاءِ مَوْتٰی خدا کیطرف سے حضرت عیلٰے علیہ السّلام کو عطا ہوئی اور ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ہزاروں معجزات اس قسم کے ظاہر ہوئے جنکا ذکر احادیث میں ہے مثل شق القمر باشارہ انگشت مبارک اور ظاہر ہونا پانی کا اونگلیوں سے مثل فوارہ کے اور شیریں ہونا آب شور باولی کا اور رخپگا ہونا چشماں مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور بہت سے معجزات لعاب دہن شریف سے آپ کے ظاہر ہوئے پس قرآن شریف یا احادیث مین ذکر نہیں کہ حضرت عیلٰے علیہ السلام بوقت ابرار اکمہ وابرص یا احیاء موتیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بوقت القاء لعاب دہن مبارک اور بوقت اجرائے آب انگشتان مبارک خدا سے دعا کی جیسا کہ انسان بوقت کام لینے اپنی قوت سمع وبصر اور بطش اور مشی جو یہ عطایائے الٰہی سے ہیں خدا سے دعا نہیں کرتا ہے ایسا ہی یہ معجزات عیلٰے علیہ السلام سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بہمت اور قوۃ وہبیہ الٰہیہ آپ سے صادر ہوئی لیکن جو وارد ہے کہ عیلٰے علیہ السّلام قُمْ بِاِذْنِ اللہِ بوقت اِحْیَاءِ اموات کے فرماتے تھے تو یہ دعا نہیں بلکہ اموات کو حکم

زندہ ہونیکا ہے جو خدا نے اونکو اجازت اور اذن احیاء اموات کا عطا فرمایا اور یہ قوت عنایت کیا۔ اولیاء اللہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے تابعین اور آپکے فیضان سے فیضیاب ہیں اونسے بھی کرامات بہت اور بقوت عطا شدہ آلٰہی احیاء واموات صادر ہوتے ہیں جس سے کتب تراجم اولیاء اللہ مملو ہیں جناب خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع بر سر تربت ما چوں گذرے ہمت خواہ ✢ بعضے معجزات انبیاءؑ باستجابت دعا اونکی ظاہر ہوئی جیسا نزول مائدہ آسمان سے بدعاء عیسےٰ علیہ السلام ہوا اور ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بھی اس قسم کے معجزات ہزاروں ظاہر ہوئے جیسا بوقت قحط حضرت سرور عالم نے نزول باران کیلئے دعا فرمائی فوراً ابر آنکر نزول باران ہوا اور اسلام سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی مستجاب ہوئی اور سیدنا عمرؓ مسلمان ہوئے ومثل ذلک کثیر۔ حالت حیات اور وفات انبیاء علیہم السلام کے برابر ہے ایسا ہی بہ تبعیت انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ کا بھی وہی حال ہے اوسکا ذکر آئندہ بتفصیل آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

تصریح اوسکی یہ ہے کہ خدا نے ہر ایک انواع خلائق میں خواہ وہ از قسم حیوانات یا نباتات یا جمادات ہوں استعداد اور قوت عطا فرمائی ہے کہ جس سے ایک مخلوق دوسری مخلوق کی مدد کر سکتے ہیں مثلاً نباتات کو پانی سے مدد ملتی ہے اور ہوا کو پانی سے کہ پانی ہوا بن جاتا ہے اور آگ کو ہوا سے مدد ملتی ہے کہ آگ کو ہوا سے قوت حاصل ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس انسان جو ایک نوع حیوانی ہے اوسکو تینوں انواع مخلوق سے مدد ملتی ہے امور معاش اور امور معاد میں پانی سے تشنگی دفع ہوتی ہے جو اوسکے امور معاش سے ہے عبادت کے لئے طہارت کو کام آتا ہے جو اوسکے امور معاد سے ہے۔ مٹی سے ظروف استعمالی

اور مکانیں رہنے کے بنتے ہیں جو یہ امور معاش سے ہے اور بوقت تعذر پانی کے
تیمم کو کام آتی ہے جو یہ اوسکی امور معاد سے ہے علی ہذا آگ اور ہوا سے بھی انسان
بہت سے کاموں میں مدد لیتا ہے اور دوسری نوع حیوانات سے بھی مدد لیتا ہے
جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ
سب سے زیادہ انسان کو قوت عطا ہوئی کہ ایک انسان دوسرے انسان کو
مدد کرے انسان میں کوئی ضعیف ہے کوئی قوی کوئی عام ہے کوئی خاص قوی کو قوت
امداد بہ نسبت ضعیف زائد ہے خاص کو بہ نسبت عام کے قوت امدادیہ زیادہ ہے
پھر خواص کی دو قسم ہیں ایک تو وہ ہے کہ اونکو قوت اور عزت فقط دنیا میں زیادہ
انسانوں میں عطا فرمایا خواہ بباعث غنا اور مالدار ہونیکے یا باعتبار حکومت کہ اونکو
شوکت اور عزت فقط دنیا میں بہ نسبت اور انسانوں کے زائد ہے پس وہ بباعث
شوکت دینوی کے قوت امدادیہ زیادہ رکھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں کہ جنکو خدا نے
اپنا مقرب کیا اور بباعث قرب اونکو قوت روحانیت سب اپنی مخلوق سے زیادہ عطا کیا
اور اونکی قوت روحانیت جسمانیت پر غالب ہوئی یہانتک کہ اونکا جسد حکم میں روح
کی ہوا اور حجب ظلمانیہ اجسام اونسے مرتفع ہوگئی جو اونکا ارشاد ہوا اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا
چونکہ اونکے اجساد بھی حکم میں ارواح کے ہوئے ہرچند عالم اجساد میں ہیں مگر اونکو
علاقہ تمام عالم ارواح سے ہوا جو عالم ملکوت ہے اسلئے اونکو خواص ملکوتی سے تعبیر
کیا گیا وہ انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں اونکا ذکر کسیقدر ہوا اور بعد ہوگا انشاء اللہ
تعالٰے اونکی قوت دنیا میں اور عالم حیات ہی میں منحصر نہیں بلکہ اونکو قوت عالم برزخ
جو قبر ہے اور روز قیامت میں بترقی ہے کہ وہ اپنی قوت سے عالم شہادت اور

عالم برزخ اور قیامت میں اپنے متوسلین کی امداد کریں گی انشاء اللہ تعالٰی
عوام انسان سے زیادہ قوت نوع جنات کو ہے پس وہ انسان
کی ایسی امداد کرتے ہیں جو عوام انسان سے نہ ہوسکے جنات سے زیادہ
قوت ملائکہ کو ہے کہ جس چیز پر جنات قادر نہیں ہیں۔ وہ کام ملائکہ سے ہوتا ہے اسلئے
اہل دعوت بار یاضات شاقہ جنات اور موکلات کی تسخیر کرتے ہیں جو نوع ملائکہ سے
ہیں اور اُن سے اپنے انجاح حوائج میں مدد لیتے ہیں سب انواع مخلوقات سے
زیادہ تر قوت خواص انسان ملکوتی کو ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اُن کے تابعین
اولیاء اللہ ہیں کیونکہ یہ خلفائے الٰہی ہیں جنات کیا ملائکہ بھی خلیفۂ حق نہیں
ہوئے مگر خلیفہ حق انسان کامل ہوئے انسان کامل کی ملتجی ہر ایک نوع
مخلوقات ہے کیا جنات کیا ملائکہ خیال کیجئے کہ احیائی اموات جو بڑی قوت ہے
سوائے انسان کامل کے جو خدا کا خلیفہ ہے کسی کو بھی خدا نے عطا نہیں کیا دیا تو
اپنے خلیفہ ہی کو دیا جیسا کہ خدا نے قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نقل فرمایا۔
وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ عیسیٰ نے ابرائے اکمہ
وابرص اور احیائے موتی کو اپنی طرف منسوب کیا اور ایسا نہیں کہا کہ خدا
نے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہے اور مُردہ زندہ کرتا ہے میری دعا سے اور
خدا نے کوئی اعتراض بھی اُن کے قول پر نہیں فرمایا جیسا کہ کہا ءَاَنْتَ قُلْتَ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ پس اس سے یہ معلوم
ہوا کہ یہ صفات اور قدرت جو خدا نے اُن کو عطا فرمائی ہے اور اس کا انتساب
عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف فرمایا درست تھا جیسا کہ انسان صفات سمع و بصر

عطیۂ الٰہیہ کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری سماعت اور میری
بصارت میں سنتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کیونکہ خدا نے اپنی سبعہ صفات کا
اطلاق انسان کو عطا فرمایا خود سمیع و بصیر انسان کو خدا نے فرمایا اِنَّا خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝
اور یہ جو وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فرماتے تھے تو یہ
خدا سے دعا نہیں ہے جیسا کہ نزول مائدہ کے لیئے عیسیٰ علیہ السلام نے خدا
سے دعا فرمائی رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ بلکہ اذن کے معنی
اجازت کے ہیں امر کے نہیں ہے یعنی مجھ کو خدا نے اجازت احیاء اموات
کی دی ہے پس اس اجازت سے اے موتی تو زندہ ہوجا اور کھڑی ہوجا پس
میت حکم عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جاتی خدا کا حکم بامر کن مربوط بامر قم
عیسیٰ علیہ السلام ہی سے تھا جیسا کہ سب صفات الٰہیہ جو انسان کو عطا کی گئے ہیں اُن کا ربط
اُس کے افعال سے ہے اور جیسا کہ صفت احیائے پرندہ گلی کو عیسیٰ علیہ السلام
کے پھونکنے پر موقوف کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو صفتِ خلق یعنی پیدا کرنے
کے ساتھ اطلاق فرمایا اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ
فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ اور ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم چار پرندوں کو
پرورش کرو اور اپنے سے خوب مانوس کرلو کہ تم کو اُن کی خوب شناخت ہو جائے پھر اُن کو
پارہ پارہ کرکے چار پہاڑوں پر ڈال دو پھر تم اُن کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑے
چلے آئیں گے پس خدا نے اپنی صفت احیاء کا ظہور ان مقاموں میں اپنے خاص
بندوں کے افعال پر موقوف رکھا اگر عیسیٰ موتے کو قم باذن اللہ نہ فرماتے تو

اُن کا زندہ ہونا قیامت کے روز پرہی موقوف رہتا اور اگر وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اُس میں
نہ پھونکتے تو وہ قیامت تک مٹی ہی مٹی رہتا اور ابراہیم علیہ السلام پارہ پارہ پرندوں
کو نہ بلاتے تو وہ پارہ پارہ ہی رہتے اور بھی دیکھئے کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو
علم مغیبات کا عنایت فرمایا جو وہ خاص صفت الٰہی ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام
نے علم مغیبات کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا وَ اُنَبِّئُکُم بِمَا تَأْکُلُونَ وَمَا
تَدَّخِرُونَ فِی بُیُوتِکُمْ یہاں باذن اللہ کا ذکر نہیں ہے تنبیہ ہے اس
بات پر کہ یہ سب صفات عطیہ الٰہیہ ہیں اُن کو بوقت استعمال اُن کے خواہ
باذن اللہ ذکر ہو یا نہ ہو پس جب ایسی قوتیں عظیم الشان انسان کامل کو خدا
نے عطا فرمائیں جو انبیا علیہ السلام ہیں پس اُن قوتوں سے وہ اور اُنکے
خلفاء عالم کا انجاح حوائج دنیا و عقبےٰ کرتے ہیں اور ایسا ہی خدائے تعالیٰ
نے اپنی خاص صفت جو اولاد کا دینا ہے غیر انبیاء علیہ السلام کو بھی عطا فرمایا
اور وہ اُس کی نسبت بباعث عطائے الٰہی اپنی طرف کیئے دیکھے خدا نے قول
جبرئیل علیہ السلام کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا جو اُنہوں نے مریم علیہا السلام
کو فرمایا قال انا رسول ربک لاھب لک غلاماً زکیا اور نہیں کہا
یُوھِبَ اللہ لک غلاماً زکیا بدعا ئی پھر یہ معلوم کیا جائے کہ
اتخاذ وسائل میں خدا کی کیا حکمت ہے اور خدا اپنی مخلوق پر اپنا فیضان خواہ
عام ہو جو دنیوی ہے خواہ خاص ہو جو وہ فیضان دینی ہے بلا وسیلہ کیوں جاری
اور فائض نہیں فرمایا سرّ اُس میں یہ ہے کہ ذات پاک حق تعالیٰ کے لیئے
صفت تنزیہ ہے کہ وہ صفات خلق سے منزہ ہے پس ذات اُس کی منزہ

قوت جبرئیل علیہ السلام عطائے اولاد

حکمت توسل بغیر اذن الٰہی

ہے عیب وزوال سے صفات اُس کی قدیمہ موصوف بصفت کمال اور مخلوق
عالم تشبیہہ میں موصوف بصفات نقص وزوال وحدوث پس ذات باکمال وقدیم
کے فیضان خاص کی متحمل مخلوق جو عالم تشبیہہ میں ہے کبھی نہیں ہوسکتی ہاں ایزد
متعال کا عام فیضان جو قبل وجود انبیاء علیہم السلام کے عالم پر ہورہا تھا اُسکے لیئے
وسیلہ کچھ ضروری نہیں ہے جیسا کہ کفار پر فیضان عام خدا کا ہوتا ہے جو مراد ہے
اُن کی رزق رسانی اور اسباب معیشت مہیا کردینے سے اس مخلوق کیلئے
کہ قبل وجود انبیا علیہم السلام کے عالم شہادت میں تھی مثل جنات کے اور جو
مخلوق کہ قبل وجود انبیا علیہم السلام کے عالم علوی میں تھی اُن کے لیئے تسبیح و
تحمید کی تعلیم ہے جو اُن کی یہی غذا اور سبب اُن کی زندگی ومعیشت
عالم قدس کا ہے جب خدا نے چاہا کہ اپنے فیضان خاص کے لیئے کسی مخلوق
کو پیدا کرے جو وہ متحمل اُسکے تجلیات اسمائیہ وصفاتیہ کی ہو اور اُس کی
نائب ہو اُسکے اخذ فیضان کا اور بھی فیضان رسانی کا تو علم الٰہی میں مخلوق
میں کوئی اس قابل نہیں تھا بجز انسان کامل کے جیسا کہ خدا نے فرمایا انّا عرضنا
الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن
منھا وحملھا الانسان پس حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت
سے پیدا کیا اور اپنی روح نفخ فرمائی حقیقت روح وہی جانتا ہے کہ اُس کی روح
کے کیا معنی ہیں مگر چونکہ قرآن میں وارد ہے اُس پر ایمان لانا ہم کو فرض ہے علما فرماتے
ہیں کہ یہ اضافت تشریفی ہے اور اپنے اسماء وصفات کے تجلیات سے آدم علیہ السلام
کو مانوس کیا جیسا کہ خدا نے فرمایا وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا یعنی سب عالم میں سے پہلے

اسماء وصفات کے تجلیات کا مشاہدہ کروایا کہ سب عالم میں اُسکے اسماء وصفات متجلی ہیں اور سب اسکے اسماء وصفات کے مظاہر عالم میں آدم علیہ السّلام بھی داخل ہیں پس وہ اپنی ذات میں بھی تجلیات اسماء وصفات الٰہیہ کا مشاہدہ فرمایا خواہ وجود میں چھوٹی ہو یا بڑی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے حتّٰی القصعۃ والقصیعۃ پس جب کہ آدم علیہ السلام اسماء وصفاتِ الٰہیہ سے تربیت پائے اور تجلیات سے اُس کے مانوس ہوئے تو آدم علیہ السلام کو ذات موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تام پیدا ہوگئی اور وہ قابل اس بات کے ہوئے کہ ذات الٰہی کا فیضان خاص جو عبارت ہے تجلیات اسماء وصفات حق سے اس کو قبول کریں اور اُس کے متحمل ہوں پھر مخلوق کو پہنچاویں پس اس حال میں اُن پر صحیفہ نازل ہوا جو وہ کلام الٰہی ہے اُس میں تربیت اُن کی امت کو ہی امور معاش اور معاد میں اگر پہلے سے تربیت الٰہی تجلیات اسماء وصفات اُن کو نہ ہوتی تو ہرگز قابل نزول کلام الٰہی کے نہ ہوتے فتح الربانی میں ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے وعظ شریف میں فرمایا کہ ایک وقت قوم بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ جو خدا کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہو اور خدا تعالیٰ آپ سے بات کرتا ہے ہم کو بھی سناؤ ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے فہمائش کی کہ تم کلام الٰہی کی سماعت کے متحمل نہ ہوں گے مگر وہ نہ مانے بالآخر جو ایک گروہ جو اُس کا طالب تھا اُن کو اپنے ہمراہ کوہ طور پر لے گئے جب خدا کا کلام موسیٰ سے ہونے لگا تو وہ قوم متحمل نہ ہو کر بیہوش زمین پر گر گئی اور ایک جا دیکھا ہوں کہ جب خدا کا کلام ہونے لگا تو اُن کے ہر بن مو سے وہ کلام الٰہی سنا جاتا تھا نہ فقط کان سے جو انسان کا کلام انسان سنتا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ خدا کا کلام مطلق ہے مقید بہ آلہ لسانی

مثل ہمارے کلام کے نہیں ہے پس اُس کلام ذات مطلق کا سننا بھی مقید بہ آلۂ گوش ہمارے نہیں ہوا اب دیکھئے کہ ہم عادی ہیں کہ کلام کو ہمارے کان سے سنیں جب یہ غیر عادی امر درپیش ہو کہ ہمارا ہر بن مو کلام سننے لگے تو ہمارا کیا حال ہو اور ہمارے حواس کیسے باقی رہیں اگر کوئی شخص مخلوق میں جلیل الشان ہو اور اس سے کبھی گفتگو کی عادت نہ ہو تو آدمی پر اُس کا کیسا رعب ہوتا ہے اور اُس کے حواس میں خلل پیدا ہوتا ہے جب شہنشاہ ملک الملوک ذوالجلال والاکرام کہ جس کے کلام سننے کے ہم عادی نہیں اُس کے کلام کے ہم کیسے متحمل ہوں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب موسٰی کی قوم کو ہوش آیا تو کہی کہ اے موسٰے ہم کو خدا کے کلام سننے کی طاقت نہیں تم ہی واسطہ ہو فیمابین ہمارے اور خدا کے صفات الٰہی کے لیئے کوئی حد و نہایت نہیں تو اُس کے مراتب تجلیات کی بھی کوئی حد و نہایت نہیں ہے ایک مرتبہ تجلیات صفات الٰہی کا دوسری مرتبہ سے اعلےٰ ہے انبیاء علیہم السلام کے بھی مراتب بسبب استعداد قبول تجلیات اسماء و صفاتِ الٰہیہ ایک دوسرے پر فضلیت رکھتے ہیں لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ قرآن میں وارد ہے اس وجہ سے جب کہ خدائے تعالیٰ نے موسٰی پر اس مرتبہ کی تجلی فرمائی کہ جس کے وہ عادی نہ تھے تو بیہوش ہو کر گر گئے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے پس یہ تجلی بھی تجلی اسما و صفات کی تھی نہ تجلی ذات جیسا کہ علماء فرماتے ہیں پس جب کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفاتی غیر عادی کے متحمل نہو سکے باوجود اس کے کہ آپ کلیم اللہ تھے تجلیات صفات کلام الٰہیہ سے آپ ہمیشہ مانوس تھے پس عوام جو کبھی تجلیات صفات الٰہیہ سے مانوس ہی نہیں بلکہ مطلقاً عادی نہیں

سر عدم تحمل موسیٰ علیہ السلام

کیونکر تجلیات صفات الٰہیہ کے متحمل ہو سکیں گے۔ ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گئے اور بکثرت آپ کو اُدْنُ مِنِّیْ کا ارشاد ہوا اور ہزار حجب نورانی قطع کر کے مقام قرب الٰہی میں پہونچے جہاں کسی مقرب کا گذر نہیں اور نہ ہوگا اور ذات باری تعالیٰ کو بچشم سر مشاہدہ فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور محققین کا یہی مذہب ہے مگر باین مشاہدہ آپ کی ذات مبارک کو نہ جنبش ہوئی اور نہ بصر مبارک نے اس مشاہدہ ذات میں قصور کی قرآن مجید میں وارد ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی پس آپ کے مراتب اعلیٰ بین الانبیاء علیہم السلام اس سے ظاہر ہوئے وجہ اس کی یہ ہے کہ محققین فرماتے ہیں آپ مخلوق نور ذات الٰہی سے ہیں اور انبیا علیہم السلام نور صفات سے مخلوق ہیں شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎ موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی ؎ لکھتے ہیں کہ یہ شعر آپ کا بارگاہ نبوی میں مقبول ہوا اور صلہ میں اس کے رویت شریفہ سے جو ایک بڑی نعمت عظمیٰ ہے مشرف ہوئے جس کے مشتاق ملاء اعلیٰ اور انبیا علیہم السلام ہمیشہ رہتے ہیں اور آپ کی رویت شریف سے ترقی درجات اور مراتب ہوتی ہے جیسا کہ روایت بہجۃ الاسرار شیخ محمد بلخی سے ہے ظاہر ہے جبکہ احیائے اموات اور علم مغیبات انبیا کا معجزہ نص قرآنی سے ثابت ہوا ان کا حال عالم شہادت اور عالم برزخ میں برابر ہے بیان اس کا احادیث اور اقوال علمائے کرام سے آئندہ بتفصیل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پس ان سے ملتجی ہونا اس طور پر کہ خدا نے جو آپ کو قوت اور ہمت عطا کی ہے اس سے ہماری حاجت روائی فرمائے یا اس طور پر کہ آپ ہماری شفاعت خدا کے پاس

کرکے ہمارے انجاح حوائج کیجئے برابر ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ مقربان الٰہی کبھی بقوت وہمت وہبیۂ الٰہیہ اور کبھی بدعا در بارگاہ الٰہی انجاح حوائج مخلوق فرماتے ہیں اولیائے کرام نائبین انبیا علیہم السلام ہیں علم عقائد کا مسئلہ ہے کہ جس چیز کا ظہور معجزہ انبیا علیہم السلام سے ہو اس کا ظہور کرامت اولیاء اللہ سے ہونا جائز ہے پس جیسا کہ انبیا علیہم السلام کا حال انجاح مرام خلائق میں ہے ویسا ہی حال اولیاء اللہ کا نیابۃً عن الانبیاء علیہم السلام ہے یہاں تک ذکر استعانت درباب انجاح حوائج مخلوق از انبیاء علیہم السلام کا ہوا اب میں یہاں سے بیان استعانت درباب حاجت روائی خلائق از رحمۃ العالمین سید المرسلین شفیع المذنبین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ الف الف مرۃ فی کل لمحۃ ولحظۃ الیٰ یوم الدین عرض کرتا ہوں۔

بیان استعانت از انبیاء علیہم السلام و از اولیاء الکرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ترجمہ بیشک اللہ اور فرشتے اس کے درود پڑھتے ہیں نبی پر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ اے ایمان والو تم درود پڑھو اُن پر اور سلام کرو درست طور سے کتاب نور الانوار اصول میں بحث مشترک میں پہلے معنی خدا کے درود پڑھنے اور فرشتوں کے درود پڑھنے کے علیحدہ علیحدہ بیان کرکے پھر لکھے ہیں کہ جامع معنی درود پڑھنے کے جو شامل ہوں خدا کے درود اور فرشتوں کے درود اور مومنین کے درود کو وہ یہ ہے کہ توجہ بشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے متوجہ بشان آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ پس اے ایمان والو تم بھی بشان آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم متوجہ ہو۔ پس جاننا چاہیے کہ

خدائے تعالیٰ اور اُس کے خاص بندوں کی توجہ آپ کی ذات پاک کی جانب متوجہ ہے
تو ہماری توجہ کی آپ کی ذات مبارک کی طرف کیا ضرورت ہے یہ خدا کا حکم ہماری
بہتری کیلئے ہے وہ ارحم الراحمین ہے اسکے سب اوامر و نواہی ہمارے ہی بہتری کیلئے ہیں۔ پس خدا بجوش
اپنی دریائے رحمت کے ہم بندوں کو ترغیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی طرف متوجہ
ہونے کی کرتا ہے اے بندو ہمارے جب ہم بذات پاک اپنے مع خاص بندوں اپنے حضرت محمد
مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہیں جو وہ ہمارا حبیب
ہے، تو تم بھی آپ کی ذات پاک کی طرف متوجہ ہو تاکہ ہمارا قرب اور ہماری خوشنودی
ہمارے ساتھ موافقت کرنے سے تم کو حاصل ہو اور تم پر ہمارا فیضان خاص فائز ہو
اور فلاح دارین میسر ہو چونکہ ہماری توجہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کی طرف بباعث حکم الٰہی اُس کی کمال رضامندی ہے اس لیئے ایک بار درود
پڑھنے سے دس بار خدا کی رحمت ہم پر نازل ہوتی ہے اسی امر کا ذکر خدا تعالےٰ
نے دوسری آیت میں فرمایا ہے هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ
یُخْرِجُکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔ اسی وجہ
سے خدائے تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ
وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۔ معنی آیت کہو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ اگر
تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تم کو دوست رکھے گا پس اس
آیۃ کریمہ میں شان محبوبیت آپ کی خدائے تعالیٰ کے پاس دو طرح سے ظاہر
ہوئی ایک یہ کہ خدا نے فرمایا کہ اگر تم محب خدا ہو تو تم میرے حبیب کا اتباع کرو تو
اُس کا صلہ تم کو صرف اسقدر ملے گا کہ تم محب صادق خدا کے ہوگے اور تمہاری محبت

خدا کے پاس مقبول ہوگی بلکہ تم کو بہت بڑے درجہ کی ترقی عنایت ہوگی کہ تم جو خدا کے محب تھے بباعث اتباع اُس کے حبیب کے محبوب خدا تعالیٰ ہوجاؤ گے اور تمہارے گناہیں معاف ہوجائیں گے دوسری یہ شان محبوبیت آپ کی خدا کے پاس ظاہر ہوئی کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم محب خدا ہو تو میرے حبیب سے محبت رکھو بلکہ یہ فرمایا کہ میرے حبیب کا اتباع کرو کیونکہ محبت میں معنی تذلل اور انکسار کے نہیں پائے جاتے ہیں جو منصب عبد کا ہے اُس کے مولا کے ساتھ۔ حاصل معنی یہ ہیں کہ خدا نے فرمایا کہ جب تم میرے محب ہو تو تم میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے محبت مع تذلل وعجز وانکسار کے رکھو تو تم میرے محبوب ہوگے اسی وجہ سے بڑے بڑے علماے کرام اپنا نام عبد النبیؐ وعبد الرسولؐ وعبد المصطفےٰ رکھے پس معنی عبد النبیؐ کے مثلاً محب النبی مع العجز والانکسار کالعبد مع مولاہ ہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں کہ حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مت پر زیادہ ہیں حقوق مولا سے جو اُس کے بندہ پر ہیں اس لیئے کہ عبد پر واجب نہیں واسطے القا مولا کے بذل نفس اپنا کرے اور ہم پر واجب ہے کہ القائے نفس زکیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیئے بذل نفس اپنا کریں بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ مغازی میں اپنے نفس پر جراحات کے متحمل ہوئے واسطے القائے نفس پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سر اسمیں یہ ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ روح عالم ہیں اور سب عالم بمنزلہ اجساد ہی روح کی بچاؤ کے لئے اجساد کا ضائع کرنا واجب ہے جیسا کہ قطع جسد اس وقت میں جب کہ ہوتا او رخروج روح کا اندیشہ ہوان

امراض ہیں کہ جب قطع نہ کیا جاسے تو جسد کو موت عارض ہو مثل مرض اکلہ وغیر آں
پس اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو تذلیل و انکسار عبد سے زیادہ حضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ و اصحابہ وسلم کے روبرو ہونا چاہیئے اسی وجہ سے ادنی سوء ادب سو آپکی
جناب میں خوف حبط عمل کا ہے جو جہر بالقول اور تقدم بین یدیہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید
میں ہے ایسا ہی تھوڑی توجہ مومن کی آپ کی جناب میں باعث توجہ اضعاف مضاعفہ
خدا کی مومن کی طرف ہے جیسا کہ ایک بار آپ کا پروردگار سے عرض کرنا باعث
دس بار نزول رحمت خدا اور مغفرت گناہاں اور رفع درجات کا ہے۔ حدیث
صحیح میں وارد ہے حصن حصین میں ہے کہ جب بندہ خدا کو تین بار یا ارحم الراحمین
کے نام سے پکارے تو ایک فرشتہ خدا کی طرف سے مقرر ہے وہ تیسرے بار پکارنے
میں کہتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا ہے پس تو خدا سے مانگ لے
جو مانگنا ہو اور انسان کامل میں شیخ عبد الکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
جب مومن یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ندا کرے تو خدا بذات پاک خود
جواب دیتا ہے لبیک پس خیال کیا جائے کہ جب بندہ خدا کو بصفت رحمت
اُس کی پکارے تو پہلے ہی دفعہ نہیں بلکہ تیسری دفعہ میں اور بذات خود نہیں بلکہ
بذریعہ فرشتہ جواب دیتا ہے اور جواب دیتا ہے تو کیسا کہ ارحم الراحمین تیری طرف
متوجہ ہوا اُس سے تو مانگ لے اور جب آنحضرتؐ کو آپ کا امتی پکارتا ہے تو
نہ بصفت رحمت آپ کی جو رحمۃ اللعالمین ہے بلکہ باسم علم آپ کے جو محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ہے تو خدا دوسرے بار تک بھی پکار سنے کا انتظار
نہیں فرماتا بلکہ اول ہی دفعہ جواب دیتا ہے اور یہ جواب بھی بواسطہ فرشتہ نہیں دیتا

بلکہ بذات خود بندہ کو جواب دیتا ہے اور جواب بھی کیسا بلفظ لبیک کے ساتھ یہ جواب کیسا ہے اور کون کس کو ایسا جواب دیتا ہے جو تقریح اُس کی بے ادبی سے ہے فدا ہو جانا چاہیئے ایسے اخلاق پر اور اُس کے حبیب کریم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم پر جن کی وجہ سے ہم گنہگار نابکار بندوں کو ایسے اخلاق قدسیہ اور توجہات نامتناہیہ ربانیہ سے سرفرازی ہوتی ہے پس اس سے آپ کو کس قدر وضاحت سے ظاہر ہوا کہ آپ کو پکارنا ہمارا خدا کو پکارنے سے کس قدر زیادہ ہماری حاجت روائی کو مفید ہوا۔ ویسا ہی حال اولیاء اللہ کو پکارنے کا ہے جو آپ کے نائبین اور وارثین ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ صلوٰۃ الاسرار جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امر ہوا کہ اس طریقہ سے استعانت انجاحِ مرام میں کیجائے یہ امر قدم بقدم آپ کے جد امجد حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے ہے جو آپ نے صلوٰۃ الحاجۃ تعلیم فرمائی ہے جس میں استعانت آپ کی جناب میں اپنی حاجت روائی میں ہے جس کا ذکر آئندہ آوے گا اُس سے جواز استعانت اور استغاثہ بجمیع مقربانِ الٰہی بخوبی ثابت ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک متبع شریعت علی الکمال ہے علماء کبار اہل شریعت آپ کی استقامت علی الشریعۃ پر متفق علیہ ہیں آپ کے اقوال شریفہ آپ کے احوال شریفہ اور اعمال مبارک سب کے سب موافق قرآن و حدیث کے ہیں کسی علمائے شریعت کی مجال نہیں کہ آپ کے کسی قول پر دم زدنی کریں بلکہ سب کے سب آپ کے مداح اور ثناخوان ہیں اور جو علمائے شریعت کہ متعصب ہیں مثل ابن جوزی وہ بھی بحصول سعادت اپنی

آپ کے احوال شریفہ میں ایک کتاب تصنیف کی گویا آپ کی ذات پاک مجسم قرآن و احادیث ہے اور آپ کے جد امجد محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی تصویر ہے خاکسار نے آپ کے احوال مبارکہ میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جسمیں آپ کی کرامات کو معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے الہنام اس کا محی الکونین رکھا ہے۔ اور روایت آپ سے جو صلوٰۃ الاسرار کی گئے ہیں وہ بہت بڑے عالم ہیں وہ رواۃ میں راعات رواۃ حدیث کئے ہیں پس ارشاد آپ کا جو صلوٰۃ الاسرار کے واسطے ہوا یہ بہت بڑی دلیل ہے جواز استغاثہ اور استعانت بہ مقربان الٰہی سے ہوا سوائے اس کے میں نے جو دلائل نصوص شرعیہ اور اقوال علمائے کبار در باب استعانت اس میں بیان کئے ہیں وہ شامل ہیں جواز استغاثہ و استعانت مقربان الٰہی کو لہذا خاکسار خصیصہ صلوٰۃ الاسرار کو کتاب خصائص غوثیہ صفحہ ۲۴ سے بعینہ نقل کیا وہ یہ ہے۔

ومن خصائص رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا صلوٰۃ الاسرار۔

صلوٰۃ الاسرار بھی آپ کے خصائص شریفہ سے ہے جس کو نماز حاجت وغیرہ بھی کہتے ہیں بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالحسن علی قریشی سے دمشق میں سنہ ۶۱۸ ہجری میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جس وقت خدا سے کوئی حاجت چاہو تو میرے وسیلہ سے چاہو۔ ایضاً بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے میرے سردار شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص کسی

سختی میں مجھ سے فریاد کرے اُس کی سختی دور ہو جاوے گی اور جو شخص کہ میرے
نام سے مجھ کو پکارے کسی سختی میں وہ دفع ہو جائے گی اور جو شخص میرے
وسیلہ سے خدا کے پاس حاجت چاہے اُس کی حاجت روا ہوگی اور جو شخص
دو رکعت ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے
بعد نماز کے درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر عرض کرے
پھر عراق کی جانب گیارہ قدم جاوے اور میرا نام یاد کرے پس اُسکی حاجت روائی
ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مناقب غوثیہ میں ملفوظ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر
بزرگان دین اور مشایخ اہل یقین نے فضائل دوگانہ یازدہ قدمی کو بیان فرماتے
ہیں اور اس کو صلوٰۃ الاسرار اور صلوٰۃ النجم اور صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الہدیۃ
الحضرۃ القادریہ کہتے ہیں اور استفادہ اس نماز کا حضرت جناب سید المرسلین
خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کیا ہے
اور بارگاہ نبویہ سے اس کی ادائی کے لئے مامور ہوئے ہیں حضرت شیخ
یوسف سجاوندی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اگر کسی کو موت آئی ہو اُس کا کوئی علاج ہے حضرت
نے فرمایا کہ اس کا علاج میرے فرزند سید عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوگانہ
ہے جو شخص کہ باعتقاد راسخ اس دوگانہ کو ادا کرے اُس کی عمر زیادہ ہوگی انتہیٰ
پھر صاحب مناقب غوثیہ کیفیت ادائے صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الاسرار
کی اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ نیت دوگانہ مذکور کی ایسی کرے نَوَیتُ

ان اصلی للّٰہ تعالیٰ رکعتین صلوٰۃ الاسرار تقربا الی اللہ تعالیٰ وانقطاعًا عن غیرہ متوجھًا الی جہۃ الکعبۃ اللہ اکبر ترجمہ نیت کرتا ہوں میں کہ خدا کے واسطے دو رکعت صلوٰۃ الاسرار ادا کروں واسطے نزدیکی چاہنے اللہ کے اور انقطاع غیر حق سے متوجہ طرف جہتہ کعبہ کے اللہ اکبر پھر ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ بار بعد سورہ فاتحہ کے پڑھے بعد سلام کے سجدہ میں جاوے اور گیارہ بار کہے یا شیخ الثقلین یا قطب الربّانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحان یا محی الدین ابا محمد الشیخ السید عبد القادر جیلانی اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجتی بعد اسکے سید ھا بائیں پیر پر رکھے اول درود شریف گیارہ بار سورہ فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص گیارہ بار سورۂ اذا جاء گیارہ بار پڑھے اور کہے یا جنود اللہ ویا عباد اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین ثم آمین۔ بعدہٗ مراقبہ میں جاوے اور جانماز پر بیٹھے اور ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ایک سو آٹھ بار کہے بعد اُس کے سجدہ میں جاوے اور کہے یا روح القدس یا جنود اللہ یا عباد اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات آمین آمین ابتداء میں خوشبوئی جلاوے۔ صلوٰۃ الاسرار کے بہت سے طریق مناقب غوثیہ میں تحریر ہیں صرف ایک ہی وجہ پر اکتفا کیا گیا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے کوئی ارشادات اور کوئی آپ کے احوال شریفہ ایسے نہیں ہیں جن میں علمائے شریعت کو ذرہ بھی دم زدنی ہو سوائے کورچشم بد مذہبوں کے جو شیعی یا وہابی ہیں ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✲ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔ صاحب الوسیلۃ الجلیلہ بعد نقل

کرنے صلوٰۃ الاسرار کے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کا محذور شرعی نہیں۔ قضائے
حاجت کے لیئے نماز کا پڑھنا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بعد نماز کے درود
وسلام غیر مشروع نہیں بلکہ درود وسلام سے دعا مقبول ہوتی ہے حضرت غوث
پاکؓ کا ذکر ناجائز نہیں ہے بلکہ جس وقت اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے رحمت الٰہی
نازل ہوتی ہے حدیث میں وارد ہے عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ
ابن جوزی نے مقدمہ کتاب صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے اس میں نئی بات یہ ہے
کہ کھڑے ہوکر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف جانا حضرت غوث پاک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اُسکے
عدم جواز کی کوئی وجہ پائی نہیں جاتی توسل اور تشفع تو ہر صورت میں جائز ہے
آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا البتہ کھڑے ہوکر توسل کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا ہے
بغداد شریف کی طرف چلنا اسی خیال سے ہے کہ توسل حضرت غوث اعظم
رضی اللہ عنہ سے ہے جن کا مزار مقدس بغداد شریف میں ہے اگر یہ کہے
کہ یہ عبادت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ گیارہ قدم چلنا نہ داخل عبادت ہے
نہ کسی عبادت کا شبیہہ ہے انتہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
باوراء آپ کے مقامات باطنی طریقت او حقیقت اور معرفت کے جو آپ
کا مرتبہ علوم شریعت میں کمالیت پر تھا اُس کو بہت بڑے بڑے علماء اور
محدثین مثل شیخ شہاب الدین قسطلانی روضہ النزاہر میں امام عبداللہ یافعی نے
خلاصتہ المفاخر میں امام نووی نے بستان العارفین میں وغیرہم رحمۃ اللہ علینا
وعلیہم بیان فرماتے ہیں مگر میں فقط امام نووی جو محدث جلیل القدر مشاہیر علماء

اور محدثین سے ہیں اور انہوں نے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح آپ کے رسوخ اور کمالیت علوم شریعت میں ماورا آپ کے مقامات باطنی کے بیان فرمائے فقط اُن کے ہی بیان کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں قلائد الجواہر میں لکھتے ہیں وقال شیخ الاسلام الشیخ محی الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ بستان العارفین ما علمنا فیما بلغنا من الثقات الناقلین کرامات الاولیاء اکثر مما وصل الینا من کرامات القطب شیخ بغداد محی الدین الشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ کان شیخ السادۃ الحنابلۃ والشافعیۃ ببغداد وانتھت الیہ ریاسۃ العلم فی وقتہ وتخرج بصحبتہ غیر واحد من الاکابر وانتمی الیہ اکثر اعیان مشائخ العراق وقال بارادتہ جمع غفیر من ذوی الاحوال الفاخرۃ وتلمذ لہ خلق لا یحصون عددا وکثرۃ من ارباب المقامات الرفیعۃ وانعقدت علیہ اجماع المشائخ والعلماء رضی اللہ عنھم بالتبجیل والاعظام والاحکام والرجوع الی قولہ والمصیر الی حکمہ وقصد بالزیارات مع النذورات من کل قطر ورمی بالامال من کل جہۃ واھرع الیہ اھل السلوک من کل فج عمیق وکان جمیل الصفات شریف الاخلاق کامل الادب والمروۃ کثیر التواضع دائم البشر وافر العلم والعقل شدید الاقتفاء لکلام الشرع واحکامہ معظما لاھل العلم مکرما لارباب الدین والسنۃ مبغضا لاھل البدعۃ والاھواء محبا لمریدی الحق مع دوام المجاھدۃ ولزوم المراقبۃ الی الموت وکان لہ کلام عال فی علوم المعارف شدید الغضب

اذا انتھکت محارم اللہ سبحانہ وتعالی سخی الکف کریم النفس علی
اجمل طریقۃ وبالجملۃ فلم یکن فی زمنہ مثلہ رضی اللہ عنہ۔ انتھی کلامہ
ملخصًا۔ ف۱ جاننا چاہیے کہ جہاں امام نووی کے کلام میں حضرت غوث پاک رضی اللہ
عنہ کی کمالیت علوم شریعت اور آپ کے رسوخ اتباع شریعت کا بیان ہے وہاں
اُس کے ترجمہ میں واسطے انتباہ کے خط کھینچوں گا اب ترجمہ شروع کرتا ہوں۔ کہا
شیخ الاسلام شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں جو بستان العارفین
ہے نہیں جانا ہم نے اُن اخبار میں جو ثقات ناقلین سے ہم کو پہنچے اولیاء اللہ کے
کرامات اکثر اُن سے جو کرامات قطب شیخ بغداد محی الدین عبد القادر جیلی رحمۃ اللہ
علیہ کے پہنچے کہ آپ شیخ تھے علمائے شافعیہ اور علمائے حنبلیہ کے بغداد میں اور آپ کی
طرف علم کی صدارت آپ کے وقت میں منتہی ہوئی اور آپ کی صحبت سے بہت سے
اکابر تربیت پاکر نکلے اور آپ کی طرف اکثر اکابر ملک عراق منسوب ہوئے اور آپ کی
مرید اور معتقد ایک جماعت کثیر صاحب احوال فاخرہ سے ہوئی اور آپ کی شاگرد یعنی علم
ظاہر میں ایک مخلوق ہوئی بلند مقام والی کہ جن کی تعداد اور کثرت بیان نہیں ہو سکتی
اور مشایخ اور علماء کا اجماع آپ کے علو مرتبت اور تعظیم اور آپ کے قول اور آپ کے
حکم پر عمل کرنے اور آپ کے مرجعیت پر ہوا اور آپ کی طرف بقصد آپ کی ملاقات
کے ہر طرف سے لوگ نذریں لیکر آنے لگے ف۲ وہابیہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی
خدمت میں پیش کش کرنے کو نذر نہ کہنا چاہیے دیکھو کیسے بڑے محدث عظیم الشان
نے اس کو نذر کہا ہے انتھی رجعنا الی الترجمہ اہل السلوک دُور دُور گاؤں سے آپکی
خدمت میں دوڑتے ہوئے آئے آپ کی ذات مبارک نیک صفات بزرگ اخلاق

کامل الادب اور مروۃ تھی بہت فروتنی ہمیشہ کشادہ چہرہ علم اور عقل کی سخت پیروی
کرنے والے کلام شریعت اور احکام شریعت اور اہلِ علم کی تعظیم کرنے والے اہلِ دین
اور سنت کی تکریم کرنے والے اہلِ بدعت اور اہواء کو یعنی بدمذہبوں کو بُرا جاننے والی
طالب راہِ خدا کو دوست رکھنے والے ہمیشہ مجاہدہ عبادت میں اور مراقبہ اپنے پر
لازم کرنے والے رحلتِ شریف تک اور معارف میں آپ کا کلام عالی رتبہ تھا بہت
غصہ ہوتے جس وقت خدا کے اوامر و نواہی کا خلاف کیا جاتا الحاصل آپ کے زمانۂ
مبارک میں کوئی آپ کا مثل نہ تھا انتہی پس ایک محدث عالم جلیل القدر کے بیان
سے آپ کے صفات کریمہ معلوم ہوئے کہ آپ کا مرتبہ علومِ شریعت میں اس قدر
رفیع تھا کہ مخلوق بے شمار علومِ شریعت میں آپ سے فیض حاصل کی اور آپ کی
شاگرد ہوئی اور سب علماء میں آپ کو علومِ شریعت میں صدارت حاصل تھی اور آپکی
ذاتِ مبارک فتوے شریعت میں مرجعِ وقت تھی اور اتباعِ شریعت میں آپ کا قدم
اس قدر راسخ تھا کہ آپ کو کلامِ شریعت اور احکامِ شریعت میں پیروی بشدت تھی اہلِ
دین و سنت سے آپ کو محبت اہلِ بدعت اور اہواء سے آپ کو انکار تھا جب علومِ
شریعت میں آپ کو اس مرتبہ کا کمال تھا اور اتباعِ شریعت میں آپ کا اس قدر قدم
راسخ ہوا آپ کے ارشادات اور احوال شریف پر علماء کو کیا مجالِ دم زدنی اور کیوں
نہ موافقِ شرع شریف ہوں۔ اب اس امر کی تحقیق باقی رہی کہ روایت صلوٰۃ الاسرار
کی جو صاحب بہجۃ الاسرار نے آپ سے کی ہے اُس کو کس درجہ کا اعتبار حاصل ہے
اعتبار روایت کے دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ روایت میں راویوں کی تعداد جس قدر کم
ہو اُسی قدر وہ روایت اعتبار میں زیادہ ہوتی ہے دوسری وجہ اعتبار راوی کا ثقہ

ہونا پس صلوٰۃ الاسرار کی روایت میں یہ دونوں اعتبار کی وجہ ہیں بیان وجہ اول
یہ کہ میان حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اور صاحب بہجۃ الاسرار کے دو ہی
واسطے ہیں یعنی طریقہ اجازت میں اور اس روایت صلوٰۃ الاسرار میں تین واسطے
ہیں اس لیئے صلوٰۃ الاسرار کی روایت صاحب بہجۃ الاسرار نے شیخ ابو المعالی سے
وہ شیخ ابو الحسن علی خباز سے وہ شیخ ابو القاسم عمر بزاز سے وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں تین واسطے سے یہ روایت نہایت معتبر ہے اس لیے
بخاری میں ثلاثیات کو بہت ہی قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ دوسری وجہ اعتبار اس روایت
کی یہ ہے کہ راوی آخر اس روایت کے بہت ہی صاحب مرتبہ ہیں پس جو ایک بڑے
مرتبہ کے عالم ہوں وہ انھیں رُواۃ سے روایت کریں گے جو ثقہ ہوں پس یہ ہر دو وجوہ
اعتبارِ روایت کے موجود ہیں صاحب وسیلۃ الجلیلہ لکھتے ہیں کہ صاحب بہجۃ الاسرار
نامی فاضل تھے اس جلیل الشان فاضل کی نسبت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ
مرآۃ الجنان میں فرمائے الشیخ الامام الفقیہ العالم المقری۔ حافظ
ذہبی طبقات القرا میں لکھتے ہیں الامام البارع شیخ القراء بہجۃ الاسرار
کی تعریف علماء نے بہت کی ہے شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف الالیف
میں لکھا ہے بہجۃ الاسرار کتابیست مقرر معتبر مذکور مشہور بین المشائخ والعلماء صنفہا بعض
عظماء المشائخ المقربین وبینہ وبین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطتان اور ما ثبت من السنۃ
میں لکھا ہے قد ذکر فی بہجۃ الاسرار الکتاب المشہور فی بیان احوال ہذا الشیخ الکریم
المختار بروایۃ الثقات من المشائخ الکبار وبین مصنف ہذا الکتاب وبین الشیخ رضی اللہ
عنہ واسطتان فحسب۔ اور اظہار مفاخر میں مولوی محمد غوث صاحب نبیرۂ مدراسی نے تحریر کیا ہے

واستخراج نمود آنرا از کتب معتبرہ مثل بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار تصنیف فقیہہ عالم عامل فاضل
کامل مقری علامہ محدث فہامہ شیخ نورالدین ابی الحسن علی الخ اب صاحب وسیلۃ الجلیلہ
اس امر کو بیان کرتے ہیں اگرچہ صاحب بہجۃ الاسرار جو وہ ایک بڑے مرتبہ کے شخص ہیں
جن کی عظمت ومرتبہ کو علماء نے تسلیم کیا ہی اُن کا نقل کرنا اس روایت کے معتبر ہونے
کے لیے کافی ہے مگر صاحب بہجۃ الاسرار ہی اپنی اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ اور
علماء وفقہاء محدثین نے بھی جو صلواۃ الاسرار کو روایت کیئے ہیں تاکہ بدمذہبوں کو
کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہ رہے جیسے شیخ مجدالدین فیروزآبادی یعنی صاحب
قاموس روض الناظر میں اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نزہتہ الخواطر میں اور شیخ
شہاب الدین قسطلانی روض الزاہر میں اور امام عبداللہ یافعی خلاصتہ المفاخر میں اور
شیخ ابوبکر بن نصر انوار الناظر میں اور سید عبدالقادر عیدروس دُر المفاخر میں اور شیخ
محمد بن یحییٰ التفاوتی قلائد الجواہر میں اور شیخ عبدالحق دہلوی زبدۃ الآثار مختصر الاسرار
میں اور شاہ ابوالمعالی تحفہ قادریہ میں اور مولوی محمد غوث ثانی انہار المفاخر میں اور قاضی الملک
مدراسی نثر الجواہر میں اگر کچھ گفتگو ہوتی تو اسے جائز کیوں لکھتے علماء وفقہاء ومحدثین کی
ایک جماعت کا اُس کو معتبر جان کر نقل کرنا اُس کے جواز پر سند کافی ہے انتہیٰ۔ ابھی
دو امر قابل اظہار ہیں اول یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جن سے حاجت روائی
میں استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے اس عالم سے عالم جاودانی میں تشریف فرما ہیں پس
حضرت سے استمداد اور استغاثہ کیا جس کو صاحب الوسیلۃ الجلیلہ بیان کرتے ہیں شیخ
عبدالحق دہلوی علیہ الرحمتہ شرح فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر
جیلانی علیہ السلام را موت نیست حیات وممات برابر است ملفوظ قاضی شہاب الدین

ملک العلماء میں ہے کہ سیدنا ومولانا شیخ ابو محمد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ را موت
نیست حیات وموت برابر است انتہی۔ صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں اقول وقد
انعقد الاجماع من جماہیر الاشیاخ من الفقہاء والفقراء وتضمنت الکتب
المدونۃ ان اصحاب التصریف التام من السادۃ القادۃ الاولیاء فی
حیاتہم وفی قبورہم بعد وفاتہم کتصرف الاحیاء الی یوم القیمۃ بتخصیص
من اللہ تعالی لہم وہم سیدنا ومولانا وقدوتنا الی اللہ تعالی الامام
الکمل الشیخ عبد القادر الجیلی والشیخ الکبیر التریاق المجرب معروف
بن محفوظ بن فیروز ابن المرزبان الکرخی والشیخ واصل الرحلہ عقیل المنجی
والشیخ الکامل حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم وان السادۃ البررۃ
اربعۃ ایضا الذین یبرؤن الاکمہ والابرص ویحیون الموتی باذن اللہ
تعالی وہم القطب الغوث الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ
المشار والشیخ الکبیر سیدی احمد الرفاعی والشیخ السالک الناسک
علی بن ہیتی والشیخ القدوۃ الصالح بقا بن بطو رضی اللہ عنہم میں کہتا ہوں
کہ جماہیر مشایخین فقہاء اور فقرا کا اجماع منعقد ہوا اور کتب مدونہ اس بات کے بیان
پر شامل ہوئے کہ صاحبانِ تصرف تام سادات پیشوا اولیاء اللہ کہ اُن کی حیات
میں اور اُن کے قبور میں بعد اُن کی وفات کے مثل تصرف زندوں کے ہے قیامت
تک بوجہ ایک خصوصیت جو خدا کی جانب سے اُن کو عنایت ہے وہ ہمارے سردار
اور پیشوا خدا کی طرف امام کامل شیخ عبد القادر جیلی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر
تریاک مجرب معروف کرخی اور شیخ واصل منزل عقیل منجی اور شیخ کامل حیات بن قیس

جرانی رضی اللہ عنہم اور سادات ابرار بھی چار ہیں جو خدا کے حکم سے نابینا مادرزاد کو اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں اور مُردوں کو خدا کے حکم سے جلاتے ہیں وہ لوگ جن کا ذکر ہوا قطب غوث شیخ محی الدین عبد القادر جیلی رضی اللہ عنہ اور شیخ کبیر سیدی احمد رفاعی اور شیخ سالک عابد علی بن ہیتی اور شیخ پیشوا اصلاح بقا بن بطو ہیں رضی اللہ عنہم مقصود اظہار اس معنی کا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا حال مبارک حیات اور وفات میں برابر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ بخیال آپ کے وفات کے آپ کے استفاضہ مدد سے اور استغاثہ سے محروم نہ رہیں جیساکہ آپ سے عالت حیات میں مدد چاہا کرتے تھے ویسا ہی بعد وفات کے بھی مدد چاہا کریں اور جیسے کہ آپ کی مدد حالت حیات میں لوگوں کے حال پرشان ہوا کرتی ہے ویسا ہی بعد وفات بھی پہنچا کرتی ہے بیان تسادی آپ کی حالت حیات اور وفات سے یہ غرض نہیں ہے کہ ترقیات مراتب میں بھی آپ کی حالت حیات اور وفات برابر ہے کیونکہ صاحب الوسیلۃ الجلیلہ رسالہ شیخ عابد سندی سے نقل کرتے ہیں وھولاء الموتی من الصالحین بعد انسلاخھم عن الصفات البشریۃ وانقطاع علائقھم عن الدنیاء الدنیۃ وارتیاحھم بلقاء اللہ تعالیٰ المستوجب لھم السعادۃ السرمدیۃ افیضت علیھم انوار الحضرت القیومیۃ حتی اوضحت لھم کل خفیۃ ورفعت عنھم الحجب البشریۃ وقد ثبت ذلک لبعض فی حیاتھم الدنیویۃ کما یشیر الیہ یاساریۃ الجبل فی السیرۃ العمریۃ۔ اور وہ لوگ جو انتقال کئے ہوے ہیں صالحین سے بعد علحدہ ہوجانے اُن کے صفات بشریت سے اور منقطع ہوجانے اُن کے علائق دنیاء دنیہ سے اور راحت پانے اُن کی

حضوری بارگاہ الٰہیہ کے ساتھ جو مستوجب ہے اُن کے لیے سعادت دائمی کا فائض ہوئے اُن پر انوار بارگاہ الٰہی کی یہاں تک کہ ہر ایک پوشیدہ امر اُن پر عیاں ہوگیا اور اُٹھائے گئے اُن سے حجابات بشریہ اور تحقیق کہ ثابت ہوئی یہ بات واسطے بعض اُن کے حیات دنیویہ میں جیسا کہ اشارہ کرتا ہے اُس طرف قول یاساریۃ الجبل کا بیچ خصلت عمر رضی اللہ عنہ کے انتہیٰ۔ پس اس تحریر شیخ عابد سندی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کی متفق جماہیر علماء اور اہل اللہ ہیں ظاہر ہوا کہ اولیاء اللہ کو ترقیات مراتب اور درجات اس عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہوتے ہیں۔ توضیح امر دوم وہ یہ کہ توضیح امر اول سے ظاہر ہوا کہ حضرت کی حیات اُس عالم میں ویسی ہے جیسی کہ اس عالم میں تھی بلکہ ترقیات مراتب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اس عالم سے بھی زیادہ اُس عالم میں ہیں مگر غائبانہ دور سے حضرت کے اسم پاک کے ساتھ ندا کرنا کیسا ہے اگرچہ قول شیخ عابد سندی سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ اولیاء اللہ کو دنیا میں اُس سے زیادہ انتقال کے بعد ہر پوشیدہ امر کی اطلاع خدا کی فیضانِ انوار سے ہوتی ہے پس اس بناء پر نداء لسانی تو کیا نداء قلبی سے بھی آپ باطلاع الٰہی کشفاً مطلع ہو سکتے ہیں بلکہ اس قسم کے کرامات حضرت کے بکثرت مرویات صحیحہ سے ہیں مگر ایک استفتا اس بارے میں جو پیش ہوا تھا اُس کا جواب لکھا گیا ہے اس سے اس مسئلہ کی توضیح باحسن وجوہ معلوم ہو جائے گی

استفتاء

سوال اول نداء باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسم پاک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ واسطے استمداد اور استعانت کے جائز ہے یا نہیں؟

سوال دوم اگر جائز ہے تو اُس کے منکرین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے

یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب سوال اول

استعانت اور استمداد اور استغاثہ ساتھ ندا کرنے اسم پاک حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسمار آپ کے تابعین کے جو آپ کے آل کرام اور اصحاب عظام اور اولیار عالی مقام ہیں خصوصاً باسم پاک صاحبزادہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اعظم وسائل حصول مقاصد دارین ہی شرقاً وغرباً خلائق بوجہ ندار باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو اپنے مقاصد سے کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اُس کے بیان میں جو کتب کثیرہ حضرت کے احوال میں تصنیف ہوئے مملو ہیں علاوہ اُس کے جو لوگوں کو اس امر کا تجربہ ہوا اور ہوتا جاتا ہے یا سوا اُس کے بھی بعد حاصل کرنے رسوخ عقیدت کے ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باسمار مبارک اولیار اللہ خصوصاً باسم مبارک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بوقت حاجت کیا جائے فوائد اُس کے از قسم بدیہیات کے معلوم ہو سکتے ہیں جواز ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیار اللہ احادیث اور عمل صحابہ واجماع امت سے ثابت ہے چنانچہ اُس کا بیان آئندہ تفصیلاً اور تصریحاً کیا جائے گا انشار اللہ تعالےٰ اب مختصر پہلے اس امر کا بیان کرتا ہوں کہ باوجود جواز ندار اور استعانت واستغاثہ باسمار مقربان الٰہی از روئے احادیث اور اجماع امت اور اعمال صحابائے کرام رضی اللہ عنہ کے ابتدار انکار اس کا کب سے شائع ہوا اور کون شخص اس امر کا بانی ہے

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شفار الاسقام میں فرماتے ہیں اعلم

انہ یجوز ویحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم الی ربہ سبحانہ تعالیٰ وجواز ذالک وحسن من الامور المعلومۃ لکل ذی دین المعروفۃ من الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین والعلماء والعوام من المسلمین ولم ینکر احد من اھل الادیان ولا سمع بہ فی زمن من الازمان حتی جاء ابن تیمیہ فتکلم فیذالک بکلام یلبس فیہ علی الضعفاء الاغمار وابتدع مالم یسبق الیہ فی سائر الاعصار۔

ترجمہ جان تو تحقیق کہ شان یہ ہے کہ جائز ہے اور اچھا ہے وسیلہ کرنا اور فریاد چاہنا اور شفاعت چاہنا ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرف پروردگار اُنکے اور جائز ہونا اُس کا اور بہتری اس بات کی اُن امور سے ہے جو ہر دین والے کو معلوم ہے اور جانی گئی یہ بات انبیاء اور مرسلین سے صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اور کسی نے اہل ادیان سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی اہل زمانہ نے اہل زمانہ سے اس بات کو سنا یہاں تک ابن تیمیہ آیا پس اُس نے اس بات میں کلام کیا اور اپنے کلام سے اُن لوگوں کو دہوکا دیا جو ضعیف الاعتقاد اور علم سے ناآشنا تھے اور امر نو ایجاد کیا جو اس سے پہلے کسی نے اس بات پر سبقت کسی زمانہ میں نہیں کیا انتہیٰ۔ پھر بعد اُس کے حال توسل کا ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیان کر کے امام سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وکذالک یجوز مثل ھذا التوسل بسائر الصالحین وھذا شیئ لاینکرہ مسلم بل متدین بملۃ من الملل۔ ایسا ہی جائز ہے مثل اس کے وسیلہ کرنا تمام صالحین کو اور یہ ایک چیز ایسی ہے کہ جس کو کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا خواہ وہ کسی کا ہو انتہیٰ۔ اب میں تھوڑا سا حال امام تقی الدین سبکی مصنف کتاب شفاء السقام

کا تحریر کرتا ہوں ھو الشیخ الامام الفقیہ المحدث العلامہ تقی الدین وھو
ابن عبد الکافی الشافعی صاحب التصانیف ولد فی صفر سنۃ
ثلاث وثمانین وستمائۃ وتفقہ فی صغرہ علی والدہ وکان من الورع
والدین وسلوک سبیل الاقدمین علی سنن ویقین صادع بالحق
لا یخاف لومۃ لائم ومن مصنفاتہ ھذا الکتاب وھو الرد علی الحافظ
بن تیمیہ الحرانی والمصنف قد سماھا ایضا شن الغارۃ علی من انکر
سفر الزیارۃ وصح من طرق عن الحافظ ابن تیمیہ انہ کان لا یعظم من
اھل العصر کتعظیمہ الشیخ تقی الدین السبکی وانہ کان کثیر الثناء
علی تصنیفہ فی الرد علیہ یعنی ھذا الکتاب انتھی ملخصا من ترجمتہ فی
الطبقات الکبری والصغری لابنہ العلامہ تاج الدین سبکی رحمہما اللہ
تعالیٰ انتھی ھذا ما وجدت ترجمۃ المصنف علی کتاب شفاء الاسقام
المطبوعۃ فی مطبع الدائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن
۱۳۱۵ھ ترجمہ وہ شیخ امام فقیہ محدث علامہ تقی الدین فرزند عبد الکافی کے
جو صاحب تصانیف ہیں پیدا ہوئے ۶۸۳ھ چھ سو تراسی میں فقہ حاصل کئے ایام
صغر سنی میں اپنے والد سے وہ تھے صاحب ورع اور دین اور چلنے والے مسلک
قدماء کے اوپر طریقوں یقین کے آشکار کرنے والے امر حق کے بلا خوف
ملامت اور مصنفات سے اُن کے یہ کتاب ہے وہ رد ہے حافظ ابن تیمیہ حرانی پر اور
مصنف نے اس کتاب کا نام شن الغارۃ علی من انکر سفر الزیارۃ بھی رکھے ہیں اور
کئی طریقوں سے مجھے یہ بات صحیح پہنچی ہے حافظ بن تیمیہ سے کہ وہ کسی اہل زمانہ

کی ایسی تعظیم نہیں کرتے جیساکہ شیخ تقی الدین سبکی یعنی مصنف اس کتاب کی تعظیم کرتے اور ابن تیمیہ شیخ تقی الدین کی بہت تعریف کرتے اور پر اُس تصنیف کے جو شیخ نے ابن تیمیہ پر رد کیا یعنی یہ کتاب۔ تمام ہوا حال مصنف کا مختصراً جو شیخ کا احوال طبقات کبریٰ اور صغریٰ میں اُن کے فرزند علامہ تاج الدین سبکی رحمہما اللہ نے ذکر فرمائے کتاب مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن جو ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوئی موجود ہے کتاب شفاء الاسقام کی عبارت سے کئی مضامین مستفید ہوئے ایک تو یہ کہ قبل ابن تیمیہ کے کسی کو بھی مسئلہ توسل اور استغاثہ سے انکار نہ تھا بلکہ یہ مسئلہ نو احداث پیدا کیا ہوا ابن تیمیہ کا ہے اور دوسرا امر شیخ نے ابن تیمیہ کا وصف بیان فرمایا سو ظاہر ہوا کہ اُن کی تقریر دھوکا دینے والی ہے ضعیف العقائد کو اور اُن لوگوں کو جو علم سے ناآشنا ہیں پس ایسے امام وقت اور محدث اور صاحب ورع کا قول فیصلہ کر دیتا ہے اس امر کا مسئلۂ توسل اور استغاثہ صحیح اور انکار ابن تیمیہ کا غلط ہے اور بہت بڑی حجت صحت مسئلہ اور توسل اور استغاثہ پر قائم ہے کہ خدا نے حقیقت کا اثر اور رعب اور ہیبت ابن تیمیہ کے دل میں ایسا ڈالا کہ ابن تیمیہ کو سوائے تسلیم بلکہ تعریف کرنے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ بھی نہ بن پڑا مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎ ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست۔ اور یہ بات بہت درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر ابن تیمیہ کو یہ رد اُن کا تسلیم نہ ہوتا تو اُس کے جواب میں کوئی کتاب تصنیف کرتے حالانکہ کوئی کتاب ابن تیمیہ کی جواب میں کتاب شفاء الاسقام کے مشہور نہیں ہے اگر لکھتے تو ضرور مشہور ہوتی پس سلیم الطبع انصاف پسند کو اس قدر دلیل جواز استغاثہ اور توسل پر کافی ہے مگر

واسطے تشفی خاطر ناظرین کے ایک اور تقریر شیخ وقت محدث کی نقل کرتا ہوں جو حق میں ابن تیمیہ
کے فرماتے ہیں فتاوی حدیثیہ ابن حجر ہیتمی میں لکھا ہے وسئل نفع اللہ بہ بما لفظہ لابن
تیمیہ اعتراض علی متاخری الصوفیۃ ولہ خوارق فی الفقہ والاصول فما محصل
ذالک۔ فاجاب بقولہ ابن تیمیہ عبد خذلہ اللہ واضلہ واعماہ واصمہ واذلہ
وبذالک صرح الائمۃ الذین بینوا فساد احوالہ وکذب اقوالہ ومن اراد ذالک
فعلیہ بمطالعۃ کلام الامام المجتہد المتفق علی امامتہ وجلالتہ وبلوغہ مرتبۃ
الاجتہاد ابی الحسن السبکی وولدہ التاج والشیخ الامام العز بن جماعۃ و
اہل عصرہم وغیرہم من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنفیۃ ولم یقصر اعتراضہ
علی متاخری الصوفیۃ بل اعترض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہما کما یاتی والحاصل ان لا یقام لکلامہ وزن بل یرمی فی کل
وعر وحزن ولیعتقد فیہ انہ ضال ومضل جاہل غال عاملہ اللہ بعدلہ
واجارنا من مثل طریقتہ وعقیدتہ وفعلہ آمین ترجمہ کسی نے شیخ ابن حجر ہیتمی سے
پوچھا اس بیان کے ساتھ کہ ابن تیمیہ کے متاخرین صوفیہ پر اعتراض ہیں اور اُن کے
نئے مسائل ہیں فقہ اور اصول میں پس حاصل اس کا کیا ہے پس اُنہوں نے جواب
دیئے کہ ابن تیمیہ ایک بندۂ خدا ہے جس کو خدا نے راہ راست سے دور کیا اور
گمراہ کیا اور نابینا کیا اور بہرا کیا اور ذلیل کیا اور اُس کے ساتھ تصریح کئے ہیں وہ
ائمہ دین جو اُس کے فساد احوال بیان کئے اور کذب اقوال کا اُس کے ذکر کئے
جو شخص کہ اُس پر اطلاع کا ارادہ کرے تو وہ امام مجتہد جن کی امامت اور جلالت اور
مرتبہ اجتہاد کو پہنچنے پر سب متفق ہیں جو ابی الحسن سبکی اور اُن کے فرزند تاج الدین

سبکی ہیں اُن کے کلام کا مطالعہ کرے اور بھی کلام شیخ عزبن جماعہ اور اُن کے اہل عصر اور سوا اُن کے علمار شافعیہ اور مالکیہ اور حنفیہ کا مطالعہ کرے اور ابن تیمیہ نے فقط متاخرین صوفیہ پر اعتراض کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے مثل عمر بن الخطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراض کئے اور حاصل یہ ہے کہ اُن کا کلام کچھ بھی قابل اعتبار نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ کنکروں میں اور ٹھیکروں میں پھینکا جائے اور ابن تیمیہ کے حق میں یہ اعتقاد کرنا چاہیئے کہ وہ خود آپ بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے جاہل ہے راہ راست تجاوز کیا ہے خدا اُس کے ساتھ معاملہ عدل کا کرے اور اُس کے طریقہ اور اعتقاد اور فعل سے خدا ہم کو بچاوے آمین۔ پھر شیخ ابن حجر نے اقوال ابن تیمیہ کے جو درباب سوء عقیدت بزرگان صادر ہوئے تھے نقل کئے ہیں جس کا حال سوال فتوے ابن حجر میں اجمالی بیان ہوا نقل اقوال کے بعد شیخ ابن حجر فرماتے ہیں والا زال یتبع الاکابر حتی تمالأ علیہ اہل عصرہ ففسقوہ وبدعوہ بل کفرہ کثیر منہم وقد کتب الیہ بعض اجلاء عصرہ علما ومعرفۃ سنۃ خمس وسبعمائۃ من فلان الی الشیخ الکبیر العالم امام عصرہ بزعمہ امابعد احببناک فی اللہ زمانا واعرضنا عما یقال فیک اعراض الفضل احسانا الی ان ظہر لنا خلاف موجبات المحبۃ بحکم ما یقضیہ العقل والحس وھل یشک فی اللیل عاقل اذا غربت الشمس وانک اظہرت انک قائم بالامر بالمعروف والنہی عن المنکر واللہ اعلم بقصدک ونیتک ولکن الاخلاص مع العمل ینتج ظہور القبول وما راینا آل امرک الی ہتک الاستار والاعراض باتباع من لا یوثق بقولہ من اہل الاہواء والاعراض فہو سائر زمانہ یسبب

الاوصاف والذوات ولم یقنع بسبب الاحیاء حتی حکم بتکفیر الاموات ولم یکفه
التعرض علی من تاخر من صالحی السلف حتی تعدی الی الصدر الاول ومن
له اعلی المراتب فی الفضل فیا ویح من هؤلاء خصماؤه یوم القیمه وهیهات ان
لا ینال غضب وانی بالسلامیة وکنت لمن سمعه وهو علی منبر جامع الجبل
الصالحیة وقد ذکر عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال ان عمر له غلطات
وبلیات وای بلیات واخبرنی عنه السلف انه ذکر علی بن ابی طالب رضی الله
عنه فی مجلس آخر فقال ان علیا اخطاء فی اکثر من ثلاثمائة مکان فیا لیت
شعری من این یحصل لک الثواب اذا اخطاء علی کرم الله وجهه وعمر
بن الخطاب رضی الله عنه والان قد بلغ هذ الحال الی منتهاه والامر الی
مقتضاه ولا ینفعنی الا القیام فی امرک ودفع شرک لانک قد افرطت
فی الغی ووصل اذاک الی کل میت وحی فلزمنی الغیرة لله ولرسوله ویلزم
ذلک جمیع المومنین وسائر عباد الله الصالحین بحکم مایقوله العلماء وهم المتکلمین
اهل الشرع وارباب السیف الذین بهم الوصل والقطع الی ان یحصل
منک الکف عن اعتراض الصالحین رضی الله عنهم اجمعین۔ ترجمہ اور ہمیشہ
ابن تیمیہ پیچھا اکابر دین کا کرتا رہا یہاں تک کہ متوجہ ہو گئے اُس پر اُس کے علماء اہل
عصر پس اُس کو منسوب بکفر کئے اور بتحقیق کہ اُس کی طرف خط لکھ بھیجا بعض اُن لوگوں
نے جو ابن تیمیہ سے علم اور معرفت میں زیادہ تھے ۷۰۵ھ سات سو پانچ میں طرف
فلاں شخص کے طرف شیخ کبیر کے عالم امام عصر اپنے زعم میں اما بعد پس ہم نے تجھکو
راہ خدا میں ایک زمانہ تک دوست رکھا اور جو تیرے حق میں لوگ کہا کرتے تھے اُس کے

ہم نے اپنے فضل و احسان سے اعتراض کیا یہاں تک کہ ہم کو خلاف موجبات محبت امر
ظاہر ہوا بحکم اُس چیز کے جس کو عقل جس چاہتا ہے کیا شک کرتا ہے کوئی عاقل شب میں
جس وقت کہ آفتاب غروب ہو جاوے اور تو نے ظاہر کیا تھا تو قائم ہے ساتھ امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خدا خوب جاننے والا ہے تیرے قصد اور نیت کو اور
لیکن اخلاص ساتھ عمل کے قبول کا نتیجہ دیتا ہے اور نہیں دیکھا ہم نے کہ تیرا امر رجوع
کیا مگر ساتھ توڑنے پردوں اور آبروؤں کے ساتھ متابعت کرنے قول اُن لوگوں کے
جو اہل اہواء اور اغراض یعنی بدمذہب ہیں پس وہ لوگ مشہور ہیں اپنے زمانہ میں بسبب
اُن کے اوصاف اور ذاتوں کے اور نہیں اکتفا کیا تو نے ساتھ برا کہنے کے اوپر
زندوں کے یہاں تک کہ حکم کیا ساتھ کفر اموات کے اور نہیں کافی ہوا تعرض اوپر اُن
لوگوں کے جو متاخرین سلف صالحین سے ہیں یہاں تک کہ متعدی ہوا تعرض طرف
صدر اول کے اور طرف اُن لوگوں کے جن کا مرتبہ اعلیٰ ہے فضیلت میں پس کیا
خرابی ہے اُس شخص کے لیے جو وہ لوگ خصم ہو جائیں قیامت میں اور بعید ہے کہ
اُس کو غضب خدا کا نہ پہنچے اور کہاں ہے اُس کے لیے سلامتی اور تھا
میں اُن لوگوں میں جو میں نے اُس سے سنا ہوں اور وہ منبر پر جامع مسجد پہاڑ
کے تھا مقام صالحیہ میں اور اُس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا
کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کئی غلطیاں ہیں اور کئی بلیات ہیں اور کسقدر بڑی بلیات
ہیں اور مجھکو سلف سے پہنچا کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر دوسری مجلس میں
کیا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے تین سو جائے سے زیادہ غلطیاں کیئے کاش کہ وہ
یہ بات جانتا تو اچھا تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیرے گمان میں غلطیاں کیئے

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تو پھر تیرے لیئے راہ صواب کہاں سے ملی اب یہ حال انتہا تک پہنچ گیا اور امر اپنے منتہیٰ کو پہنچا اب مجھے کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس بات کے جو میں تیرے امر کی طرف قائم ہوں اور تیرے شر کو دفع کروں کیوں کہ گمراہی تیری حد سے تجاوز کی اور تیری ایذا ہر زندہ اور مردہ کی طرف پہنچی اور مجھکو لازم ہے غیرت اللہ اور اُس کے رسولؐ کے واسطے اور تمام مومنین اور اللہ کے عباد صالحین کو لازم ہے ساتھ حکم اُس چیز کے جس کو علماء نے کہا ہے جو وہ اہل شرع اور صاحبان سیف ہیں جن کے ساتھ وصل اور قطع ہے یہاں تک کہ حاصل ہووے تجھ سے رُکنا اغراض صالحین سے انتہی پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اُن مسائل کا ذکر کیا جو ابن تیمیہ سے خلاف عقیدہ مسلمین کے صادر ہوئے جو تاج الدین سبکی سے نقل کیا ہے مسئلہ اولیٰ حاجت غسل جس کو ہو وہ شب میں قبل طلوع فجر بلا غسل نماز نفل ادا کر سکتا ہے۔ مسئلہ ثانیہ حق تعالیٰ محل حوادث ہے مسئلہ ثالثہ خدا فاعل مختار نہیں ہے۔ مسئلہ رابعہ خدا مرکب ہے۔ مسئلہ خامسہ خدا کو جسم ہے۔ مسئلہ سادسہ خدا بقدر عرش ہے نہ کم نہ زیادہ۔ مسئلہ سابعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت بالوجاہت نہیں ہے۔ مسئلہ ثامنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل نہ کیا جائے۔ مسئلہ تاسعہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیئے سفر کرنا گناہ ہے وغیر ذالک من العقائد الفاسدۃ اعاذنا اللہ منھا انتھی۔ ابن تیمیہ نے اپنے کردار کی سزا دنیا میں ہی پالی پس یہ سزا باعث اُن کے کفارہ سیات کی ہو جا کر اُن کا خاتمہ بخیر توبہ کے ساتھ ہو تو کوئی عجب کی بات نہیں ہی جیسا کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابن تیمیہ کا حال لکھا ہے ولد فی ربیع الاول

سنۃ احدی وستین وستمائۃ۔ یعنی ابن تیمیہ بانی انکار توسل و استغاثہ وغیرہ کا
تولد ۶۶۱ھ چھ سو اکسٹھ ہے پھر ذہبی کہتے ہیں۔ وقد امتحن واوذی مرات وحبس
بقلعۃ مصر والقاہرۃ والاسکندریۃ وبقلعۃ دمشق مرتین وبہا توفی فی العشرین
من ذی القعدہ سنۃ ثمان وسبعمائۃ فی قاعۃ معتقلا۔ ترجمہ اور بتحقیق محنت
میں ڈالا گیا ابن تیمیہ اور ایذا دیا گیا کئی بار اور حبس کیا گیا قلعہ مصر میں
اور قلعہ قاہرہ اور قلعہ اسکندریہ میں اور قلعہ دمشق میں دو بار اور اُس میں ہی وفات
پائی بیس ذی قعدہ ۷۰۸ھ سات سو آٹھ میں ایک مدان میں بیڑیاں پہنے ہوئے
انتہی اس کے بعد ذہبی نے وجہ اُن کی قید اور ایذا کی بیان کی وقد انفرد بفتاوی نیل
من عرضہ لاجلہا وہی مغمورۃ فی بحر علمہ فاللہ یسامحہ ویرضی عنہ۔
ترجمہ بتحقیق کہ ابن تیمیہ اکیلے ہوئے چند مسائل جس کی وجہ سے اُن کی آبرو لیگئی
وہ مسائل اُن کے دریائے علم میں ناآشنا تھے یعنی اُن مسائل میں کوئی عالم پسند نہ کرتا پس
حق تعالیٰ اُن کو معاف کرے اور اُن سے راضی ہووے۔ ف۔ بیان اول الذکر سے
معلوم ہوا کہ تاریخ تولد ابن تیمیہ کی چھ سو اکسٹھ ہے اور تاریخ وفات حضرت غوث پاک
رضی اللہ عنہ کی ۵۶۱ھ آپ کے احوال شریفہ کی کتابوں میں درج ہے اُس سے ظاہر
ہے کہ ابن تیمیہ بانی انکار ندا کا ظہور بعد وفات حضرت غوث اعظم رضی اللہ کے ایک سو
برس بعد ہوا پہلے اس کے سوائے فریق معتزلہ وغیرہ کے جو فرقہ ضالہ مشہور تھے کوئی
اہل علم خاندان اہل سنت سے دعوی اہل سنت ہونے کا کر کے مسئلہ ندا وغیرہا میں
خلاف اہل سنت نہیں کیا رجعنا الی المقصود ابن تیمیہ کے قائم مقام قاضی شوکانی
ہوئے پھر ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم اپنے استاد کے سجادہ نشین ہوئے

پھر بعد ایک زمانہ کے عبد الوہاب نجدی اور اُن کے خلف الصدق محمد مسعود نے ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی اور ابن قیم سے فیض حاصل کیا علاوہ اُس کے معتزلہ سے چند مسائل اخذ کرکے کتاب التوحید جس میں یہ سب مسائل انکار شفاعت بالوجاہت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انکار توسل انکار استغاثہ انکار ندا انکار سفر زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وغیرہا درج ہیں تصنیف کرکے حرمین شریفین میں فساد عظیم برپا کیا ہزار سادات بنی فاطمہؓ کو قتل کیا سلطان عبد المجید خاں و السلطان حال عبد الحمید خاں نے اُن کا قلع و قمع کیا باایں ہمہ عبد الوہاب نجدی اور اُن کی فرزند مسعود کو انکار تقلید نہ تھا کیونکہ وہ خود مقلد مذہب حنبلی سے تھے اب تک بھی عبد الوہاب نجدی کی نسل اور اُن کے تابع مذہب قوم عصیر جو عرب میں باقی ہیں وہ مقلد مذہب حنبلی ہیں اگر کوئی شخص مقلد حنفی یا شافعی اُن کے پاس جاوے سوائے مسائل اختلافیہ کے بوجہ تقلید مذہب اُن کا تعرض نہیں کرتے ہاں سوائے تقلید کے اور مسائل اختلافیہ میں کوئی اگر اُن سے خلاف کرے تو البتہ درپے ایذا ہوتے ہیں اور اگر اُن مسائل میں بھی اُن کی ہوں میں اپنی ہاں ملادے تو اُس کی بہت کچھ خاطر داری اور ضیافت کرتے ہیں ہندوستان میں رواج مذہب عبد الوہاب نجدی کا مولوی اسمعیل سے ہوا اُنہوں نے کتاب التوحید ابن عبد الوہاب نجدی کا ترجمہ کرکر ہندوستان میں شائع کیا مگر بمصداق قول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے ؎ ہر کہ آمد برآں مزید نمود۔ مولوی اسمعیل نے عبد الوہاب نجدی کے مذہب کو اور ایک طرہ لگایا کہ انکار تقلید ائمہ مجتہدین کیا اُن کے دام میں بہت سے لوگ آگئے جب علمائے وقت کا اُن پر حملہ ہوا اور فتوائے بدمذہبی اُن کا لکھا گیا چنانچہ تفصیل اُس کی

کتاب سوط الرحمن علی قرن الشیطان وغیرہ مصنفات مولوی فضل رسول صاحب علیہ الرحمۃ
میں بخوبی مذکور ہے اب اس قسم کے عقائد والے جو ہندوستان میں ہیں وہ مولوی
اسمٰعیل کے تابع ہیں بعضے سب مسائل میں اُن کے تابع ہیں بعضے اقل ہیں بعضے
اکثر میں بعضے سب مسائل کو مولوی اسمٰعیل کے انکار کی نظر سے دیکھتے ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ سے آداب رکھتے ہیں مگر فقط ایک ہی مسئلہ
ندا میں مولوی اسمٰعیل کے تابع ہیں اب میں اُن دلائل شرعیہ کا ذکر کرتا ہوں جو جواز ندا پر
دلالت کرتے ہیں ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث اور
اعمال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اجماع سے ثابت ہے ذکر اُن احادیث کا
جو جواز ندا پر دلالت کرتے ہیں۔ حدیث اول امام بخاری اپنی مسند میں روایت
کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا صلی احدکم
فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وفی روایۃ اذا جلستم فقولوا التحیات
الی آخرہا ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کہ نماز
پڑھے ایک تم میں کا پس چاہیے کہ کہے التحیات للہ والصلوات والطیبات
السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الی آخرہ اور ایک
روایت میں آیا ہے جس وقت کہ تم جلسہ نماز میں ہو پس کہو التحیات للہ الخ
جب ان احادیث میں التحیات کے پڑھنے کے لیے نماز میں حکم ہوا علماء فرماتے
کہ التحیات کا پڑھنا واجب ہے پس ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم جو جزو التحیات ہے وہ بھی واجب ہوا جو مافوق جواز ہے۔ الوسیلۃ الجلیلۃ میں مرقوم ہے

اس مقام پر دو شبہہ وارد ہوتے ہیں پہلا شبہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وفات کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ السلام علی النبی کہتے تھے اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ دوسری روایت کے مخالف ہے علاوہ بریں یہ کہ اس تغیر
کے لیے آپ نے حکم نہیں دیا ہمارے استاد مولانا محمد عبد الحلیم ادخلہ اللہ
تعالی فی جنات النعیم نے رسالہ نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمن میں ایسا ہی تحریر
فرمایا ہے دوسرا شبہہ تشہد میں خطاب بغرض اسماع نہیں ہے بلکہ یہ کلمہ جسطرح قصۂ معراج میں واقع ہوا ہے
اسیطرح باقی رکھا گیا ہے ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ کلمات جسطرح قصۂ معراج میں وارد ہوئے اسیطرح باقی رکھے گئے
ہیں مگر اس سے حکایت معراجیہ مقصود نہیں ہے بلکہ مصلی کو چاہیے کہ ان کلمات کی معانی کا قصد کرے یعنی اللہ
پر تحیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام یعنی انشاء کا قصد
کرے نہ اخبار کا نہر فائق شرح کنز الدقائق میں ہے لابد ان یقصد فی الفاظ
التشہد معناھا التی وضعت لہ کان یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی
اولیاء اللہ تعالی ای انہ یقصد الانشاء بہذہ الالفاظ لا الاخبار۔ التحیات
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس لیے خطاب کیا گیا ہے تاکہ سمجھا جائے
کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی امت کے نمازی لوگ مکشوف
ہوتے ہیں بلکہ یہ خیال کیا جائے کہ آپ ان کے سامنے موجود ہیں اس میں دو فائدے
ہیں پہلا یہ کہ آپ کو ان کے اعمال عمدہ کی اطلاع ہو دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس
حضوری کا خیال باعث مزید خشوع اور خضوع ہو چنانچہ شیخ ابن حجر شرح عباب میں اسی مضمون
کو بیان کرتے ہیں وخوطب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانہ اشارۃ الی انہ
تعالی یکشف لہ عن المصلین من امتہ حتی یکون کالحاضر یشہد لہم

[redacted]

میں تو کہتا السلام علیک ایہا النبی الخ وعنہ روی مالک عن ابن عمر کان یقول ذالک اذا فرغ من تشہدہ واراد ان یسلم واستحب مالک وفی المبسوط ان یسلم مثل ذلک قبل السلام قال محمد بن مسلمۃ اراد ماجاء عن عائشۃ وابن عمر رضی اللہ عنہما انہما کان یقول عند سلامہما السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم اور بتحقیق کہ روایت کیا ہے مالک نے ابن عمرؓ سے کہ وہ کہتے تھے اس بات کو جبکہ وہ تشہد سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرنے کا ارادہ کرتے اور مستحب جانتے تھے اور مبسوط میں ہے کہ مثل اسکے سلام تشہد کہے قبل سلام پھیرنے کے کہا محمد بن مسلمہ نے کہ امام مالک نے اپنے اس قول سے اس روایت کا ارادہ کیا جو حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے اپنے وقت السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پس ان روایات سے ثابت ہوا کہ علقمہ صحابی کی عادت تھی کہ جب مسجد میں داخل ہوتے السلام علیک ایہا النبی الخ کہتے اور ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ عادت تھی کہ قبل سلام نماز کو السلام علیک ایہا النبی کہتے اور ان کسی روایات میں ذکر نہیں کہ یہ بات ان صحابۂ کرام جلیل القدر نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں کہا کرتے یا اُس وقت یہ کہتے جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے پس جو لوگ کہ شبہہ کرتے ہیں کہ یہ ندا قصۂ معراجیہ ہے اب کہاں رہا کیونکہ قصۂ معراجیہ کی نقل کا محل خاص تشہد ہے نہ بعد تشہد اور نہ بوقت دخول مسجد اسی لیے امام مالک نے مستحب جانا ہے کہ قبل سلام نماز کے مصلی ہمیشہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلفظ ندا السلام علیک ایہا النبی کہا کرے

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تابعین یا تبع تابعین میں ہیں یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت شریف کے بعد میں پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جواز ندا کا بعد آپ کی رحلت شریف کے ہوا دوسری حدیث شریف کتاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے بینائی عطا کرے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے لیے دعا کروں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نابینائی مجھ پر شاق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کہو اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیی محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ الی ربی بک ان تکشف لی عن بصری اللھم شفعہ فی نفسہ جب وہ نابینا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا واپس ہوا اس حالت میں کہ وہ بینا ہو گیا صاحب مطالع مسرات تصحیح میں اس حدیث کے کہتے ہیں کہ مثل اس حدیث کے ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کے اول نابینا کا قصہ ذکر کیا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بشرط بخاری اور مسلم روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے بروایت عثمان بن حنیف کے اور بیہقی کے الفاظ کے موافق نسائی نے روایت کی ہو انتہی کتاب مظہر الانوار فی الصلوۃ علی النبی المختار میں امام نمیری نے یہ تصحیح اس حدیث کی کی ہے شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں اور قاضی عیاض شفا میں صاحب حصن حصین نے اس حدیث کو

نقل کیا ہے بستان الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں اس مقام پر لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث مستند اور صحیح ہے اُس کو حاکم اور ترمذی کے سوائے اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے عثمان بن حنیف اور اُن کے فرزند اس حدیث کو لوگوں کو تعلیم کرتے اس حدیث کے متعلق بہت سے حکایات ہیں جن میں بیان اس امر کا ہے کہ جس نے اس حدیث پر عمل کیا کامیاب ہوا برہان حلبی نے اس حدیث کو بہت سے طریق سے روایت کیا صحت میں اس حدیث کی کوئی شبہہ باقی نہیں رہا اس کو یاد رکھو انتہیٰ اس مقام پر ایسا نہ خیال کیا جائے کہ یہ امر خاص آپ کی حضوری خدمت کے لیے تھا آپ کا فیض عام تا قیامت باقی ہے امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء السقام میں اس شبہہ کو دفع کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے فان اعترض معترض بان ذلک انما کان لان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفع فیہ فلھذ قال لہ ان یقول انی توجھت الیک بنبیک قلت الجواب من وجوہ ترجمہ پس اگر کوئی کہے اعتراض کرنے والا کہ یہ امر اس لیے واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نابینا کے لیے شفاعت فرمائی پس اسوجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا کو ارشاد فرمایا کہ وہ کہے کہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی کے میں کہتا ہوں کہ اُس کا جواب کئی طرح سے ہے احدھا سیاتی عن عثمان بن حنیف وغیرہ استعملوا ذلک بعد موتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذالک یدل علی انھم لم یفھموا اشتراط ذالک ترجمہ ایک اُن وجوہ سے یہ ہے عثمان بن حنیف کی اور سوائے اور حضرات نے اس امر کا برتاؤ بعد وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ نے حضرت کی حضوری کو اس عمل کی

شرط نہیں سمجھا الثانی انہ لیس فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
بین ذالک دوسری وجہ یہ ہے حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
اس عمل میں اپنی حضوری کی شرط فرمائی ہو الثالث انہ ولو کان کذالک
لم یضر فی حصول المقصود وھو جواز التوسل الی اللہ تعالی بغیرہ یعنی السوال
بہ کما علمہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وذالک زیادۃ علی طلب الدعاء
فلو لم یکن فی ذالک فائدۃ لما علمہ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وارشدہ
الیہ ویقال لہ انی قد شفعت فیک ویمکن لعلہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
اراد ان یحصل من صاحب الحاجۃ التوجہ بذل الاضطرار والافتقار
والانکسا مستغیثا بالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یحصل کمال مقصودہ ولا شک
ان ھذا المعنی حاصل فی حضرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وغیبتہ
فی حیاتہ وبعد وفاتہ فانا نعلم شفقتہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی امتہ
ورفقہ بھم ورحمۃ لھم واستغفار لاجمیع المومنین وشفاعتہ فاذا انضم
الیہ توجہ العبد بہ حصل ھذا الغرض الذی ارشد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم الاعمی الیہ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا بھی ہو تو حصول مقصود کو مضر نہیں ہے
وہ جواز توسل ہے طرف خدا کے ساتھ غیر خدا کے یعنی صالحین کے ساتھ۔ یعنی سوال کرنا خدا سے
بوسیلہ صالحین جیسا کہ حضرت نے نابینا کو اس امر کی تعلیم فرمائی۔ اور یہ بات آپ سے
دعا طلب کرنے سے زیادہ ہے پس اگر اس میں کوئی فائدہ نہ ہوتا تو ہرگز آپ یہ دعا
نابینا کو تعلیم نہ فرماتے اور نہ راستہ بتاتے حضرت نابینا کو اس طرف اور نابینا کو فرماتے
کہ میں نے تیرے باب میں شفاعت کی ہے اور ممکن ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

ارادہ فرمایا ہو اس امر کا کہ حاصل ہو صاحب حاجت کو توجہ ساتھ ذل اضطرار اور افتقار اور انکسار کے اُس وقت میں کہ وہ فریاد کرتا ہو ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس اُس کا پورا مقصود حاصل ہو اور نہیں شک ہے کہ یہ بات حاصل ہے حضرت کی روبرو میں اور حضرت کے غیب میں حضرت کی حیات میں اور حضرت کی وفات کے بعد میں پس ہم جانتے ہیں حضرت کی شفقت اور مغفرت چاہنے کو تمام مومنین کیلئے اور آپ کی شفاعت کو پس جس وقت کہ حضرت کی شفاعت کے ساتھ بندہ کا متوجہ ہونا بارگاہ الٰہی میں مل جائے تو یہہ غرض جو حضرت نے نابینا کو ہدایت فرمائی حاصل ہو جاتی ہے الحالۃ الثالثۃ ان یتوسل بذالک بعد موتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما رواہ الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ فی المعجم الکبیر فی ترجمۃ عثمان بن حنیف فی الجزء الخمسین حدثنا طاہر بن عیسی بن یونس المصری المقری حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا ابن وہب عن ابی سعید المکی عن روح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی المدنی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف عن عمہ عثمان بن حنیف ان رجلاً کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجۃ لہ فکان عثمان رضی اللہ عنہ لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی ابن حنیف فشکا ذالک الیہ فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ایت المیضاۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللہم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک لیقضی حاجتی وتذکر حاجتک حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ماقال لہ ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاءہ

الباب حتی اخذہ بیدہ فادخلہ علی عثمان ابن عفان فاجلسہ معہ علی

الطنفسۃ فقال ما حاجتک فذکر حاجتہ وقضاہا لہ ثم قال لہ ما ذکرت

حاجتک حتی کان الساعۃ وقال ما کانت لک من حاجۃ فاذکرہا ثم ان

الرجل خرج من عندہ فلقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خیرا ما

کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی فقال عثمان بن حنیف واللہ

ما کلمتہ ولکنی شہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واتاہ ضریر

البصر فشکا الیہ ذہاب بصرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او تصبر

الی آخر الحدیث ترجمہ تیسری حالت یہ ہے کہ اس دعائے ندائیہ کے ساتھ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ توسل کیا جائے بسبب اس روایت کے جسکو طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف کے احوال میں روایت کی پچاسویں جز میں کہا طبرانی نے کہ بیان کیا ہمکو طاہر بن عیسیٰ بن قریشی المصری المقری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہمکو اصبغ بن الفرج نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہمکو ابن وھب نے ابی سعید مکی سے انہوں نے روح بن القاسم سے انہوں نے ابی جعفر خطمی مدنی سے انہوں نے ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے انہوں نے اپنے چچا عثمان بن حنیف سے کہ ایک مرد عثمان بن عفان کے پاس آیا جایا کرتا اپنی ایک حاجت کے لیے پس عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نہ اُس کے طرف التفات فرماتے اور نہ حاجت میں اُس کی خیال کرتے پس وہ شخص صاحب حاجت عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور عدم التفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اُن کے پاس شکایت کیا پس اُس کو عثمان بن حنیف نے کہے کہ آفتابہ لا اور وضو کر پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا اللہم انی اسئلک واتوجہ

الیک الخ پڑھ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں پس وہ مرد نے جو کچھ عثمان بن حنیف نے کہا تھا اس پر عمل کیا پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور بان نے اس صاحب حاجت کا ہاتھ پکڑ کر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا حضرت نے اُس کو اپنے ساتھ بستر پر بٹھایا اور فرمایا کہ تیری کیا حاجت ہے پس اُس نے اپنی حاجت بیان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس کی حاجت روائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تیری حاجت سے بالکل فراموشی تھی گویا کہ میں ابھی یاد کیا اور ارشاد فرمایا کہ جو تجکو حاجت ہو مجھے کہا کر پھر وہ مرد صاحب حاجت نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کبھی میری حاجت میں نظر نہیں کی اور نہ میری طرف التفات کیا یہاں تک کہ تم نے میرے لیئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا یعنی صاحب حاجت کو خیال ہوا کہ شاید عثمان بن حنیف نے اپنے لیے سفارش کی اسلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صاحب حاجت کی طرف التفات گیا) عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے کہ میں نے تمہارے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش نہیں کی ولیکن میں حاضر ہوا ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور آپ کے پاس ایک نابینا حاضر ہوا۔ اور اسنے اپنی نابینائی کی شکایت حضرت کی خدمت میں آخر حدیث تک بیان کیا انتہی صاحب کتاب شفاء السقام نے اس روایت کو اور بہت طریقوں سے روایت کی ہے تیسری قسم کے احادیث

جو اعمال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے میرے استاد مولوی عبد الحلیم صاحب مغفور اپنی کتاب میں جو مسمی نور الایمان بزیادۃ حبیب الرحمان ہے جواز ندا کے قائل ہیں اور اس مقام پر لکھا ہے کہ بعض مشائخ نے جس سے مراد شیخ عابد سندھی ہے علیہ الرحمۃ لکھا ہے کہ ابن سنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے کہ جب کسی شخص کو پیر میں خدر لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے ف! خدر ایک کیفیت ہے کہ آدمی کو دیر تک چلنے سے پیر میں عارض ہوتی ہے جس سے پیر بحس ہو جاتا ہے اس کو اس دیار دکن میں چونٹیاں بھرنا کہتے ہیں۔ ابو سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا ان کے پیر میں خدر لاحق ہوا ان کو ایک مرد نے کہا کہ تمہارے پاس جو سب سے زیادہ دوست ہو ان کو یاد کرو تو ابن عمرؓ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور چلنے لگے ایضاً عبد الرحمان بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا پس ان کے پیر میں خدر لاحق ہوا میں نے ان کو کہا کہ اے ابو عبد الرحمن تمہارے پیر کی کیا حالت ہے انہوں نے کہا کہ میرے پیر کے پٹھے جمع ہو گئے ہیں میں نے کہا کہ جو تمہارے دوست سب سے زیادہ ہیں ان کو یاد کرو انہوں نے کہا یا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے اور ان کا پیر کھل گیا۔ ایضاً روایت ہے ہیثم سے انہوں نے کہا کہ ہم عبد اللہ بن عمر (یعنی ابن عاص رضی اللہ عنہ) کے پاس تھے ان کے پیر میں خدر لاحق ہوا ان کو ایک مرد نے کہا کہ تم یاد کرو ان کو جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست ہیں انہوں نے

کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس کھڑے ہو گئے گویا کہ قید سے چھوٹ گئے
عمدۃ المتحصنین بعدۃ الحصن والحصین میں شیخ الاسلام برہان الدین مجاہد نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک مرد کے پیر میں خدر لاحق ہوا اُن کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ جو تمہارے پاس سب سے زیادہ دوست ہوں اُن کو یاد کرو اُنہوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس وہ گویا قید سے چھوٹ گئے مجاہد نے کہا کہ اُن کا خدر جاتا رہا انتہیٰ قاضی عیاض کتاب شفا میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی روایت کیا ہے جو کتاب عمل الیوم واللیلہ کی مضمون سے متفق ہے محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ اگر اس مقام پر کوئی شخص کہے کہ بعض مجربات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے عمل کرنے سے فائدہ ظاہر ہوتا ہے پس حالت خدر میں سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا تجربہ سے مفید ثابت ہوا اس صورت میں یہ دلیل جواز ندا باسم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیونکر ہو سکتی ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس عمل کو تعلیم کرنے والے اور کہنے والے سب صحابہ تھے زمانہ صحابہ کا تھا سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی شخص یا کوئی چیز حضرت سے زیادہ دوست نہ تھی چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت کی صحبت کی برکت سے ایمان کامل نصیب تھا حدیث میں آیا ہے لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من مالہ وولدہ والناس اجمعین ترجمہ مومن کامل نہ ہوگا تم میں کا کوئی شخص یہاں تک کہ میں اُسکے پاس اسکے مال اور اُس کی اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ دوست ہوں اور دوسری روایت میں احب الیہ من نفسہ آیا ہے یعنی میں اُس کے نفس سے بھی زیادہ دوست ہوں پس جو لوگ سب کہے کہ

جو تمہارے دوست سب سے زیادہ ہیں اُن کو یاد کرو وہ کنایہ حضرت کی ذاتِ مبارک سے ہی تھا گویا کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہو اور آپ کو پکارو کہ سب صحابۂ کرام کے پاس یہ مسئلہ از قسم بدیہیات کے تھا کہ اُن کو سب سے زیادہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی حضرت سے زیادہ اُن کو کسی کے ساتھ محبت نہ تھی وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے تھے اسلیئے انہوں نے حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ صراحت نہیں کی بلکہ سب سے زیادہ دوست کہکر حضرت کی ذات مبارک کے ساتھ کنایہ کیا الکنایۃ ابلغ من التصریح بالفرض والتقدیر اگر سب سے زیادہ دوست کا یاد کرنا ہی خدر کے دفع کرنے میں مجرب ہوتا تو یاد کرنے میں آپ کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ آپ کا اسم مبارک بلا ندا فقط محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا کافی تھا ندا کرنے کی کیا ضرورت کہنے والوں نے تو ایسا نہیں کہا تھا کہ تمہارے سب سے زیادہ دوست کو ندا کرو بلکہ فقط سب سے زیادہ دوست کو یاد کرنا کہا تھا اور چونکہ عمل مجرب میں تو زیادتی یا کمی الفاظ جائز نہیں ہے اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناجائز ہوتی جیسا کہ منکرین کا مذہب ہے تو صحابۂ کرام کیوں حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرتے حالانکہ دفع خدر میں تو سب سے زیادہ دوست کے کرنے کو ندا کو تو نہیں کہا گیا تھا حدیث اول سے ثابت ہوا کہ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نماز میں واجب ہے دوسری حدیث سے ظاہر ہوا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندا باسم مبارک بوقت شدت خود تعلیم فرمائی اُس کا فائدہ بھی فوراً ظاہر ہوا تیسری قسم کی احادیث سے عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوا اُس کے فوائد بھی فوراً معلوم ہوگئے عمل صحابہ کرام بھی اسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کے ساتھ پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ اب حدیث چہارم بیان کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوجائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن لوگوں نے کہ دور سے اپنی فریادرسی چاہی حضرت کی مدد اور اعانت اُن کے حال پر کیسی سرفراز ہوئی شواہد النبوۃ میں مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں تاریخ حبیب اللہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ زمانہ صلح حدیبیہ میں جو عہد میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگئے تھے اور بنی بکر کے لوگ عہد میں قریش کے ہوگئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ شبخون خزاعہ کو مارے بیس آدمی اُن سے مارے گئے قریش نے خفیۃً اُن کی مدد کی بلکہ عکرمۃ بن ابی جہل وغیرہ خود بھی منہ چھپا کر مدد کو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعلام الٰہی اُسوقت خبر ہوئی بلکہ خزاعہ کا راجز رات میں اُسی وقت آپ کو پکارا اور مدد چاہی آپ کو خدائے تعالیٰ نے اُس کی آواز پہنچائی آپ نے اُس کا جواب لبیک لبیک دیا اُس وقت آپ وضو کرتے تھے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جن کے حجرہ میں آپ تھے لبیک آپ کا سن کے پوچھا کہ کس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ راجز خزاعہ کا مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنو بکر کی مدد کی وہ ہم پر شبخون گرے صبح کو حضرت نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ

حدیث چہارم

رات کو خزاعہ میں ایک بات ہوئی حضرتؐ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کا گمان ہے کہ
قریش عہد شکنی پر جرءت کریں گے حالانکہ اُنہیں تلوار نے فنا کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ
اُنہوں نے عہد توڑا اس سبب سے کہ خدائے تعالیٰ کا اُن میں ایک حکم ظاہر ہو پھر تین دن
کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے حضور اقدس میں پہنچکر روبرو اصحاب کے سب حال نظم
میں عرض کیا انتہیٰ مدارج النبوۃ میں بھی یہی روایت ہے شواہد النبوۃ میں ایک بات زائد
ہے کہ حضرت کی دعا سے قبیلہ خزاعہ کو جو مغلوب تھے غلبہ ہوا یہہ سب لوگ مکہ میں تھے
اور آپ مدینہ میں تھے انتہیٰ پس اس روایت سے ظاہر ہوا کہ جن لوگوں نے مراحل
بعیدہ سے حضرت کے ساتھ استغاثہ کیا حضرتؐ نے اُن کا جواب بحالت وضو
ادا فرمایا اور کن الفاظ سے ادا فرمایا جیسا چھوٹے رتبہ والا بڑے مرتبہ کے شخص کو
اُس کے پکارنے کا جواب ادا کرتا ہے یعنی کلمۂ لبیک سے حضرتؐ نے مستغثین کا
جواب دیا یہہ کیسی سرفرازی حضرتؐ کی مستغثین کے حال پر ہے آپ نے اُنکی حاجت روائی
کے لیے دعا فرمائی اور اُن کی حاجت روائی بھی ہوگئی حضرتؐ کی ذاتِ مبارک سراسر
نورِ الٰہی ہے کیوں نہ احوال بعیدین کا آپ کو منکشف ہو آپ کی ذات مبارک مثل
آفتاب کے ہے جس کی روشنی سے تمام عالم فائز ہے مگر ہم کو کہاں آنکھیں ہیں کہ
اُس نور مبارک کو دیکھیں آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک سے برآمد ہوں
اور جس کو چاہیں عالم خواب میں تو کیا بلکہ عالم بیداری میں اپنے جمالِ مبارک سے
سرفراز فرمائیں اسکی ایضاح کے لیے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بیان کرتا ہوں
جو اُنہوں نے ایک مسئلہ کے جواب میں لکھی ہے جو اُن سے پوچھا گیا تھا وہ فتاویٰ حدیثیہ
میں درج ہے یہاں بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں اصل عربی ہے ترجمہ لکھا جاتا ہے وہ یہہ ہے

سوال لوگوں نے شیخ ابن حجر مکی سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا حالت بیداری میں دیکھنا ممکن ہے؟ **جواب** ایک جماعت نے اُس کا انکار کیا اور دوسری جماعت نے اسکو جائز رکھا اور یہی مذہب حق ہے اور تحقیق کہ صالحین ثقہ نے اُس کے ساتھ خبر دی ہے جو لوگ کہ حضرت کے دیدار مبارک عالم بیداری میں ہونے کے قائل ہیں اُن کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں مروی ہے من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے تو قریب ہے کہ وہ مجھے عالم بیداری میں دیکھے گا اُس سے مراد چشم سر سے دیکھنا ہے جو لوگ کہ منکر ہیں اُس کے توجیہات کئے ہیں شیخ نے اُس کا جو جواب دیا ہے اس مختصر میں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے پھر شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شرح ابن ابی حمزہ میں لکھا ہے جو انہوں نے چند بخاری کی احادیث کی شرح کی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس نے اس حدیث سے انکار کیا اُس نے مخبر صادق کے قول کی نہیں تصدیق کی اور خدا کی قدرت سے وہ جاہل ہے اور کراماتِ اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے باوجودیکہ اُس کا ثبوت احادیث صحیح واضح ہے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہو ضرور ہے کہ وہ حضرت کو بیداری میں دیکھے گا اگرچہ ایک ہی دفعہ بیداری میں دیکھے کیونکہ آپ کا وعدہ سچا ہے وہ پورا ہونا ضرور ہے خواہ عام مومنین سے دیکھنے والا ہو یا وہ خاص مومنین سے ہو اگر وہ عام مومنین سے ہو اور تمام عمر اُس کو حضرت کی رویت بیداری میں نصیب نہ ہو تو وقت سکرات کے تو بھی وہ ضرور دیکھے گا پس اُس کی روح جسد سے اُس کے نکلے گی نہیں یہاں تک کہ وہ حضرت کو بیداری میں نہ دیکھ لے کیونکہ حضرت نے جو اس سے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوگا۔

کتاب منقذ من الضلال میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مدح صوفیہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ

بیداری میں ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ارواح انبیا علیہم السلام سے فوائد حاصل کرتے ہیں پھر ترقی کرتا ہے حال صورتوں اور امثال کے مشاہدہ سے طرف ایسے درجات کے جو اُن کے بیان سے ناطقہ تنگ ہوتا ہے اور کہا تلمیذ حجۃ الاسلام نے جو ابوبکر بن العربی مالکی ہیں دیکھنا انبیا اور ملائکہ کا اور سننا اُن کے کلام کا ممکن ہے مومن کے لیے از روے کرامت کے اور کافر کے لیے عقوبتاً اور کتاب مدخل میں بھی جو ابن الحاج مالکی کی ہے کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بیداری میں دشوار ہے اور کم وہ شخص ہیں جن کو یہ امر نصیب ہوتا ہے مگر وہ شخص کہ اس صفت پر ہو کہ جس کا پایا جانا کم ہے اس زمانہ میں بلکہ معدوم ہے باوجود اُس کے کہ ہم انکار نہیں کرتے اُس شخص کا جس کو یہ امر نصیب ہوتا ہے اکابر دین سے کہ خدائے تعالیٰ اُن کو اُن کے ظواہر و بواطن میں محفوظ رکھے۔ پھر شیخ ابن حجر نے جماعت منکرین کا مذہب نقل فرما کے اُس کا جواب تحریر فرمایا اور فرماتے ہیں کہ امام یافعی وغیرہ شیخ بزرگ ابو عبد اللہ قرشی سے نقل کیے ہیں کہ ایک سال مصر میں قحط واقع ہوا پس اُنہوں نے دعا کی تاکہ قحط دفع ہو جائے اُن کو کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو تم میں سے کسی کی دعا مقبول نہ ہوگی پس ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں شام کی طرف سفر کیا جب قبر شریف حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچا میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول میری آپ ضیافت کرو وہ یہ کہ اہل مصر کے لیے دعا فرمایئے پس خلیل اللہ نے دعا فرمائی خدا نے قحط کو دفع کیا اور بارزی کہے کہ اُنہوں نے سنا ایک جماعت سے جو اُن کے اولیاء وقت تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زندہ ملاقات کیے اور آپ کی وفات ہو گئی تھی پھر شیخ ابن حجر نے طبقات اولیاء میں ابن ملقن سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ حال نقل فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حالت بیداری میں وعظ کے لیے ارشاد فرمایا جس کا بیان خصیصہ مجلس وعظ میں

بہ تفصیل مذکور ہے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن ملقن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ خواب اور بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دفعہ شرف یاب ہوئے اور کہے تاج ابن عطاء اللہ اپنے شیخ کامل عارف باللہ ابو العباس مرسی سے کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصافحہ کیا اور بیان کئے میں ابن فارس نے سیدی علی وفا سے انہوں نے کہا کہ میں لڑکا پانچ سال کا تھا کہ قرآن پڑھنا ایک شخص سے سیکھتا تھا پس میں نے اُن کے پاس ایک بار آیا پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت بیداری میں دیکھا نہ خواب میں اور حضرت پر قمیص سفید سُوت کی تھی پھر میں نے دیکھا کہ وہ قمیص مجھ پر ہے پس حضرت نے مجکو فرمایا کہ پڑھو میں حضرت کے روبرو سورۃ ضحیٰ اور الم نشرح پڑھا پھر حضرت مجھ سے غائب ہو گئے پھر جب میں اکیس ۲۱ سال کی عمر کا ہوا قریہ قرافہ میں نماز صبح کی نیت باندھی پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے روبرو دیکھا حضرت نے فرمایا واما بنعمۃ ربک فحدث پس میں اس کو اس وقت پڑھا پھر شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیفیت رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو اقوال وارد ہوئے ہیں اُن کا ذکر فرمایا ہے پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مع الجسد دیکھنا ممکن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء زندہ ہیں کہ بعد قبض ارواح اُن کے اجساد میں اُن کی ارواحیں پھیری گئیں اور اُن کو اجازت ہے کہ وہ اپنی قبور سے برآمد ہوں اور تصرف عالم علوی اور سفلی میں کریں اور کوئی چیز اسکی مانع نہیں ہے کہ وقت واحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے لوگ دیکھیں کیونکہ آپ کی مثال مثل آفتاب کے ہے اور جب قطب تمام عالم کو بھر دیتے ہیں جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ

نے کہا ہے پس تمہارا خیال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسا ہے اور اس رویت سے
لازم نہیں آتا کہ دیکھنے والا صحابی ہو جائے کیونکہ صحابی ہونے کے لیے شرط ہے کہ آپ کی صحبت
اس عالم میں ہو اور یہ رویت آپ کی اُس حالت میں ہے کہ آپ عالم ملکوت میں تشریف فرما ہیں
یہ صحبت صحابیت کو مفید نہیں ہے ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ جمیع امت آپ کی صحابی ہو جائے
کیوں کہ آپ کی امت عالم ارواح میں آپ کے روبرو پیش ہو چکی ہے اور آپ نے ملاحظہ
فرمایا اور امت مرحومہ آپ کے جمال باکمال سے مشرف ہو گئی ہے جیسا کہ اس مضمون میں
احادیث وارد ہوئی ہیں انتہی شیخ عبد الکریم جیلی اپنی کتاب الانسان کامل کے ساٹھویں باب
میں جو اس باب کا نام بھی مصنف نے الانسان کامل رکھا ہے فرماتے ہیں وہ کتاب عربی ہے
میں اُس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں وہ یہ کہ افراد نوع انسان کی کمال انسانی میں ہر ایک
فرد دوسرے کا نسخہ ہے جو کمال کہ ایک فرد انسانی میں ہو وہ دوسرے میں معدوم نہیں بلکہ موجود
ہے مگر باعتبار عوارض جیسا کہ کسی شخص کا ہاتھ یا پیر کٹا ہو یا نابینا پیدا ہوا ہو بسبب اُن عوارض
کے جو شکم مادر میں اُس کو لاحق ہوئے اور جب عارض نہ ہو تو وہ مثل دو آئینہ مقابل کے ہیں
کہ جو کمال ایک میں پایا جائے دوسرے میں بھی موجود ہے لیکن بعض انسان میں یہ کمالات
بالقوہ ہیں اور بعض انسان میں بالفعل موجود ہیں وہ کمل انبیاء اور اولیاء ہیں پھر وہ کمال
میں متفاوت ہیں پس بعض اُن میں سے کامل ہیں اور بعض اکمل ہیں نہیں متعین ہوا کوئی اُن کمالات
کے ساتھ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجود میں کمالات انسانی کے ساتھ متعین
منفرد ہیں حضرت کے اخلاق اور احوال اور بعض اقوال اس امر پر گواہ ہیں پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم الانسان کامل ہیں اور باقی انبیا اور اولیاء اللہ اکمل صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم ملحق ہیں
حضرت کے ساتھ مثل لاحق ہونے کامل کے ساتھ اکمل کے اور حضرت کے ساتھ منتسب ہیں

مثل انتساب فاضل کے طرف افضل کے اور جس جائے کہ میرے مولفات میں مطلق لفظ انسان
کا واقع ہو میں اُس سے ارادہ کرتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ
بسبب آداب آپ کے مقام اعلیٰ کے اور محل اکمل اسنیٰ کے اور جب مجھے یہ آپ کا نام عرض کرنے
میں اشارات اور بینات ہیں اوپر مطلق انسان کامل کے کہ نسبت اُن اشارات کی اور
اسناد اُس عبارت کی جائز نہیں ہے مگر واسطے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلیے
کہ آپ ہی انسان کامل ہیں بالاتفاق اور کسی اکمل انسان کے لیے وہ اخلاق نہیں ہیں جو
آپ کے لیے ہیں پھر کئی صفحوں کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ انسان کامل کے لیے قدرت ہی
کہ اپنے نفس سے خطرات کو منع کرے خواہ وہ خطرات بڑے ہوں یا باریک ہوں پھر اُسکو
تصرف کا اختیار ہے اشیاء میں کہ وہ تصرف نہ اتصاف سے ہے اور نہ آلہ سے اور نہ رسم سے
اور نہ اسم سے بلکہ جیساکہ ہم میں کا کوئی شخص اپنے کلام میں اور اپنے اکل میں اور شرب میں
تصرف کرتا ہے اور انسان کامل کے لیے تین برزخ ہیں کہ بعد ان برزخوں کے ایک مقام
ہے جس کا نام ختام ہے۔ برزخ اول کا نام بدایت ہے اور وہ تحقق ہے ساتھ اسمار اور صفات
کے یعنی انسان کامل میں جلوہ گری اسمار اور صفات الٰہیہ کی ہونا۔ برزخ دوم کا نام توسط ہے
وہ فلک حجابات انسانیہ کا ہے ساتھ حقائق رحمانیہ کے یعنی حجابات انسانیہ میں حقائق رحمانیہ
کا متجلی ہونا پس جس وقت کہ یہ مشہد کمال کو پہنچے تمام پوشیدہ چیزوں کو انسان کامل جان
لیتا ہے اور جب چاہے اشیار غائب کو جان لیتا ہے۔ برزخ سوم معرفت اقسام حکمت
الٰہی پیدا کرنے میں امور مقتدرات کے یعنی اس برزخ میں انسان کامل کو معرفت اس بات
کی حاصل ہوجاتی ہے کہ امور مقدرات کے پیدا کرنے میں کیا کیا حکمت الٰہیہ ہیں اور
ہمیشہ انسان کامل کے لیے ملکوت قدرت میں خرق عادات ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ

غرق عادت ملک حکمت میں اُس کی عادت ہو جاتی ہے پس اس وقت اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ ظاہر اکو ان میں قدرت الٰہی کو ظاہر کرے پس جس وقت کہ وہ متمکن ہووے اس برزخ میں تو وہ اترتا ہے اس مقام میں جس کا نام ختام ہے اور موصوف ساتھ جلال اور اکرام کے ہے اور نہیں ہے بعد اس کے مگر کبریا ر وہ نہایت ہے کہ اس کی انتہا معلوم نہیں ہوتی اور آدمی اس مقام میں مختلف ہیں کامل ہیں / اکمل ہیں / فاضل / افضل ہیں انتہی شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کی تقریر سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لقائے مبارک سے جس کو چاہیں حالت بیداری میں سرفراز فرما سکتے ہیں بہت لوگ اس سعادت عظمیٰ سے فائز بھی ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں قیامت تک اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال آفتاب کی ہے جس کی روشنی سب عالم پر فائز ہے مگر جب تک کہ چشم بصیرت نہ کھل جائے چشم سر حالت چشم شپرہ رکھتی ہے جو آفتاب کی روشنی کے دیکھنے سے محروم ہے جن کی چشم بصیرت کشادہ ہے وہ حضرت کے مراتب عالیہ سے موافق اپنے مبلغ علم کے مشاہدہ کرتے ہیں جیسا کہ شیخ عبد الکریم جیلی علیہ الرحمہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ انسان کامل اصالۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بہ تبعیت آپ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں انسان کامل کے تین مقام ہیں دوسرا مقام وہ ہے جس میں انسان کامل جب چاہے اشیاء مغیبات کو معلوم کر سکتا ہے پس یہ دو تقریر دو علمائے کرام کی جو نقل ہوئی بمنزلہ شرح اُس حدیث کے واقع ہوئی جس حدیث میں بیان ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستغیثین کے حال پر امداد فرمائی جو آپ سے کئی مراحل بعیدہ پر تھے کتاب جذب القلوب اور کتاب مصباح الظلام میں روایات بکثرت موجود ہیں جن میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستغیثین کی فریادرسی بوقت ندا باسم مبارک آپ کے فرمائی ہیں

بعض اشخاص نے ضیفک یا رسول اللہ عرض کی بعض یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ندا کی بعض فی انا مستجیر بک یا رسول اللہ کے ساتھ ندا کی اور فریاد چاہی اور ان سب کی فریاد رسی حضرت نے بوقت مصیبت اُن کی کس سرعت سے فرمائی ہے اور کیسی کیسی سخت مصیبتیں اُن کی آپ کی فریاد رسی سے آسان ہوگئیں۔ مصنفین ان کتابوں کی محدثین سے ہیں کہ باسانید صحیحہ اُن روایات کو بیان کیے ہیں۔ جب جواز ندا پر احادیث بیان ہوگئے اب بیان اجماع کا کرتا ہوں کہ اجماع امت سے جواز ندا باسم مبارک آپ کے کیسا ثابت ہوسکتا ہے توضیح اُس کی یہ ہے بنا بر حدیث التحیات کے جس کا بیان اوپر ہوگیا عمل صحابہ کرام سے آجتک نماز میں التحیات پڑھنے کا چلا آیا کہ کسی کو اُس میں انکار نہیں ہوا پس یہ صریح اجماع قولی اور عملی ہے دوسرا بیان اجماع کا یہ ہے کہ تمامی ممالک عرب میں خصوصاً حرمین شریفین بعد ہر اذان کی نصف ساعت نجومی تک موذنین صلوٰۃ وسلام حضرت پر بلفظ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہیں کوئی علمارعرب سے یا علمار حرمین شریفین سے اس امر کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کو ایک امر مستحسن سمجھتے ہیں۔ دُرِ مختار میں لکھا ہے کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل سوی المغرب ثم فیہا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ انتہیٰ شرح میں اُس کے غائۃ الاوطار میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کہنا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ھ سات سو اکاسی ہجری میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات میں پھر جمعہ کے دن پھر دس سال کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دو بار کہنا رائج ہوا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے یہ فائدہ شارح نے حضرت جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حسن المحاضرہ سے نقل کیا ہے اور سخاوی کے

اجماع امت سے جواز ندا

قول بدیع میں ہے کہ اُس کی ابتدا سلطان صلاح بن المظفر کے حکم سے ہوئی سنہ ۷۹۱ سات سو اکانوے ہجری میں طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اُس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتہیٰ بدعت حسنہ وہ ہے جو بدعت کہ قواعدِ شریعت کے خلاف نہ ہو یہاں تک کہ عبارت غایۃ الاوطار کی تمام ہوئی ف ا سلطان صلاح الدین بن ایوب سلاطین دولتِ ایوبیہ مصر میں شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ سلاطین دولتِ ایوبیہ صلاح وغیرہ کے ساتھ مشہور تھے صاحب دُرِ مختار نے اُن الفاظ کی تصریح نہیں کی کہ جن الفاظ سے سلام بعد اذان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض ہوتا ہے اور کن ملک میں عرض ہوتا ہے سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ساتھ لفظ ندا کے ان الفاظ میں عرض کیا جاتا ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدنا ونبینا وشفیعنا یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راقم بگوش خود سنا ہے چونکہ دولت ایوبیہ مصر میں قائم تھی پہلے مصر میں غالباً اُس کا رواج ہوا ہوگا بعد اُس کے حرمین شریفین اور سب ملک میں عرب کے رواج ہوا ابھی تک وہی رواج باقی ہے صاحب دُرِ مختار نے تو صریح الفاظ میں اُس کو اچھا کہدیا اور امام سخاوی اور طحطاوی اور شیخ جلال الدین رح سیوطی نے اس بات کو بلا انکار کے نقل کیا ہے پس اس سے یہ امر ظاہر ہوا کہ ان چاروں علماء کبار کا اجماع اور اتفاق جواز ندا پر ہوا کتاب فتح المبین تصنیف مولوی منصور علی خاں صاحب اُس کے ضمیمہ ودیس المقلدین مطبوعہ اصح المطابع لکھنو کے صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے کہ یا رسول اللہ کہنے کو شرک اور کفر قرار دینا تمام جہان اور تمام سلف اور خلف اور اساطین دین کی تکفیر ہے بنیان شرع کا اصل سے منہدم کردینا ہے انتہی جب جواز ندا باسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحادیث وعمل صحابہ وباجماع امت

ہو گیا تو اُس سے ہی جواز ندا باسماء اولیاء اللہ ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ تابعین اور مقتبسین انوار نبوت ہیں مگر علاوہ اُس کے اور بھی دلائل شرعیہ بیان کرتا ہوں جو جواز ندا باسماء اولیاء اللہ پر دلالت کرتے ہیں دلیل اول مولانا عبد الرحمن صوفی لکھنوی کی تقریر کتاب انوار الرحمن لتنویر الجنان میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ندا باسم پاک انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ کے شرک ہے مثل یا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ پس واسطے رد زعم اُن لوگوں کے دو حدیث نقل کرتا ہوں جو واسطے تمام امت کے مقرر کیا ہو طریقہ ہے حدیث اول طبرانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اذا ضل احدکم دابتہ اواراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لا ترونھم ترجمہ جس وقت کہ کوئی تمارا اپنے چارپائے کو گم کرے یا کوئی اور قسم کی مدد چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو کہ اُس کا کوئی غمخوار نہ ہو پس وہ کہے اے بندگانِ خدا مدد کرو اور اے بندگانِ خدا مدد کرو پس خدا کے ایسے بندے ہیں جو تم اُن کو دیکھتے نہیں ہو میرک شاہ بعض علمائے ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ یہہ حدیث حسن ہے جس کے محتاج ہیں تمام مسافرین اور مشائخین سے روایت ہے کہ اس مقدمہ میں یہ عمل مجرب ہوا اُسکے ساتھ فتح منصود ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے اُس کو فخر رازی اور ملا علی قاری نے انتہی صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کتاب بلاغ المبین سے جو اُس کا مصنف اہل مذہب مخالف سے ہے چند اعتراضات نقل کر کے پھر اُس کا جواب دیتا ہے جن اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث صحاح میں مروی نہیں ہے اس لیے اُس کی صحت میں گفتگو ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث سے ندا طرف اُن بندوں کے ہے جو خدا کی جانب سے اس

کام کے لیے مقرر ہیں۔ سوم یہ کہ اس قدر استعانت بھی مشروط ہے کہ اُس جائے کوئی دوست نہ ہو زندہ لوگوں سے۔ چوتھا یہ کہ یہ استعانت خاص اُس امر میں ہے کہ آدمی ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہیں۔ پانچواں یہ ہے کہ اگر یہ حدیث بروایت ثقات مروی ہوئی ہو تو یہ استعانت خاص ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی اگر بروایت صحیحہ ثابت نہ ہوئی ہو تو عمل اس حدیث پر بھی دوسری حدیث سے ممتنع ہوا اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تقیید فرمایا واذا استعنت فاستعن باللہ اور قرآن شریف میں ایاک نعبد وایاک نستعین ہے یہ آیۃ غیر منسوخ الحکم ہے جو مفید حصر کو ہے پس استفادہ قبر سے جو اہل زمانہ کلمہ اعینوا یا عباد اللہ سے سمجھتے ہیں قیاس غائب کا حاضر پر ہے اور قیاس مع الفارق ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی اُن بندوں کی بلکہ خدمت معینہ اور حاضر ہونا اُن کا واضح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کے بندے ہیں کہ اُن کو وہ لوگ نہیں دیکھتے اور انتقال اہل قبور کا اس عالم سے متیقن ہے انتہیٰ پس بعد نقل کرنے اعتراضات صاحب بلاغ المبین کے صاحب الوسیلۃ الجلیلہ اُن کے جوابات کی طرف توجہ کی پہلا اعتراض جو اُن کو درباب صحت حدیث اعینونی یا عباد اللہ کے تھا اُس کے جواب میں صاحب وسیلۃ الجلیلہ کی یہ عبارت ہے ہم کہتے ہیں اگر یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موضوع ہو احادیث صحیحہ کا انحصار انہیں احادیث میں نہیں ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں اس حدیث کے نسبت جامع الدرر شرح حصن حصین میں لکھا ہے قال بعض العلماء الثقات هذا حديث حسن بزار نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے حافظ ابو الحسن الہیثمی

سے نے مجمع الزوائد میں اُس کو ذکر کر کے لکھا ہے ورجالہ ثقات اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے زوائد بزار میں اُس کی تحسین کی ہے حافظ شمس الدین جزری کا حصن حصین میں اس حدیث کا ذکر کرنا دلیل اس حدیث کی صحیح ہونے کی ہے اس لیے کہ حافظ جزری نے حصن حصین میں اُس کا التزام کیا ہے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو موقوف بھی روایت کی ہے اور طبرانی نے کبیر میں اُس کو عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن سنی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی جس کی سند ضعیف ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایک طریق سے ضعیف ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلحاظ جمیع طرق کے ضعیف ہو جائے خصوصاً جب حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو اُس کا ضعف جاتا رہتا ہے وہ حدیث قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے سوائے اُس کے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل احتجاج سمجھی جاتی ہی جب امام نووی اور حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ جزری اور ملا علی قاری نے اسکو قابل احتجاج تسلیم کیا ہو تو پھر وہ قابل جرح نہ رہی۔ دوسرا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ خدا کے بندگان حاضرین سے مدد لی جاتی ہے نہ غائبین سے اُس کا جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ وہ بندگانِ خدا جن سے مدد چاہی جاتی ہے گو حاضر ہوں لیکن ہماری بصر سے اور بلحاظ ہمارے علم کے تو لامحالہ غائب ہیں پھر ندا ر غیب چہ معنی۔ تیسرا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ یہ مدد چاہنا اُس وقت ہے کہ جب کوئی انیس کا عدم تحقیق نہ ہمارے لیئے مضر ہے نہ تم کو مفید معلوم نہیں اس میں کیا فائدہ سوچا گیا۔ چوتھا اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے کہ یہ استعانت ایسی ہے جیساکہ لوگ باہم استعانت کیا کرتے ہیں اُس کا

جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ اگر یہ استعانت خاص ایسے امر میں ہے
جس میں لوگ باہم استعانت کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ہمارے مقصود کو مضر نہیں،
کہ نداءِ غائب جب بھی ثابت ہے پانچواں اعتراض صاحب بلاغ المبین کا یہ ہے
کہ یہ امر خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے الخ اُس کا جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ
یوں ادا کرتے ہیں کہ جب تم خود ہی کہتے ہو کہ یہ استعانت خاص بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ہے الخ تو اس قسم کی استعانت کا ثبوت ہو گیا اگر یہ حدیث بروایت صحیحہ ثابت نہیں
تو عدم صحت حدیث اُس حدیث کے قابل عمل نہ ہونے کے لیے کافی ہے اور اس
میں صرف اس قدر بیان کافی ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں اُس کے
لیے کچھ ضرور نہیں کہ دوسری حدیث یا آیت سے اُس فعل کا منع ثابت کیا جائے علاوہ بریں
اذا استعنت فاستعن باللہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایسے امور میں استعانت ممنوع
ہے جس میں استعانت کا معمول ہے علیٰ ہذا ایاک نستعین سے بھی یہ بات
پائی نہیں جاتی کہ ہر قسم کی اعانت کا حصر اللہ تعالیٰ میں ہے چنانچہ اُس کے معنی[لہ]
سابقاً لکھ چکا ہوں قیاس غائب علی الحاضر یا قیاس مع الفارق کا جو دعویٰ کیا گیا اُس کے
لیے دلیل مطلوب ہے صاحب بلاغ المبین نے شاید کبھی حجۃ اللہ البالغہ کو نہیں دیکھا
یا اُس کے سمجھنے کی لیاقت اُس کو نہ تھی شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ جب علاقے ٹوٹ جاتے ہیں تو ارواح اپنے مزاج کی طرف رجوع کرتے ہیں اور
فرشتوں میں مل جاتے ہیں اُس پر الہام ہوتا ہے اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں
جب یہ کیفیت ہو تو پھر شاہد اور غائب میں کیا فرق رہا انتہیٰ حاصل جواب یہ ہے کہ
جب شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے یہ امر ظاہر ہوا کہ روح بعد علاقہ ٹوٹنے کے

[لہ] صاحب وسیلۃ الجلیلہ اُسکے معنی یہ لکھے ہیں کہ ایاک نستعین میں استعانت عام از اسباب نہیں ہے ۱۲ منہ

فرشتوں میں مل جاتی ہے اور اُس پر الہام ہوتا ہے پس ارواح طیبہ بھی بعد وفات کے انہیں کا حکم پیدا کیئے جو ہماری نظر سے غائب ہیں ندا کرنے والوں کا حال کشفاً یا حضوراً معلوم کر سکتے ہیں پس اُن کی حضوری اور غیبت یکساں ہے پھر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ صواعق الٰہیہ سے پانچ اعتراضات بہ نسبت حدیث اعینونی یا عباد اللہ کی نقل کیئے۔ اعتراض اول یہ حدیث ضعیف ہے اُس کا جواب صاحب الوسیلہ نے یوں ادا کیا یہ حدیث اس قسم کی نہیں ہے جو قابل احتجاج نہ ہو تذکرۃ الموضوعات میں ہے وھو صحیح وان شئت قلت متواترۃ المعنی یقطع بوجود الابدال ضرورۃ اعتراض دوم حکم اس حدیث کا مخصوص ساتھ بھاگنے چار پائے کے ہے۔ جواب صاحب الوسیلہ کا بلحاظ الفاظ کے اس حدیث کا مورد خاص نہیں بر تقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غائب کو ندا کر کے استغاثہ جائز ہے اور اُس پر سے معلوم ہوا کہ اموات کے ارواح طیبہ میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں انتہی محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ اس اعتراض دوم کا جواب دوسری طرح پر بھی ہو سکتا ہے کہ اس باب میں دوسری حدیث بھی وارد ہے جس میں ذکر ہے کہ جب دابہ بھاگ جائے یا اور کسی قسم کی اعانت مقصود ہو تو اعینوا یا عباد اللہ پکارے پھر اس حدیث کا مورد خاص بندگانِ خدا سے استغاثہ کرنے کے لیئے مورد خاص چار پائے کا بھاگ جانا کہاں رہا۔ اعتراض سوم اجنہ یا ملائکہ اس کام کے انصرام کے لیئے خدا کی جانب سے صحرا میں مامور ہیں جواب اُس کا عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے ظاہر ہے کہ ارواح طیبہ فرشتوں کے گروہ میں مل جاتے ہیں اور اللہ کے گروہ کی مدد کرتے ہیں پس ملائکہ میں اور ارواح طیبہ میں کیا فرق بلکہ ارواح انسان کامل کو قدرت اور تصرف اور کشف میں ملائکہ پر بھی فضیلت ہے

جنات تو کیا۔ اعتراض چہارم یہ ہے حدیث اعینونی یا عباد اللہ مقابل حدیث صحیح اذا استعنت فاستعن باللہ و آیہ کریمہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ہی جواب اُس کا صاحب التوسلہ سے یہ ہے کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر خدائے تعالی میں نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا انتہی محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ صاحب بلاغ المبین اور صاحب صواعق الہیہ نے حدیث اعینوا یا عباد اللہ کو ضعیف کہکر اُس کے مقابلہ میں دوسری حدیث صحیح اذا استعنت فاستعن باللہ اور آیت ایاک نعبد وایاک نستعین لاکر حدیث اعینوا یا عباد اللہ کو غیر قابل عمل ٹھہرایا ہے مگر جب دوسری حدیث صحیح مقابلہ میں حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ کے آجائے اور دوسری آیت معارضہ میں آیتہ ایاک نستعین کے ہوجائے تو دفع تعارض فیما بین حدیثین اور آیتین کے صاحب بلاغ المبین اور صاحب صواعق الہیہ سے کیا چارہ جوئی ہوگی اور وہ اس جائے کیا دست و پا زنی کریں گے لیجیے مشکوۃ میں بروایت مسلم یہ حدیث آئی ہے وعن ربیعۃ بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتیتہ بوضوءہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذالک قلت ھو ذالک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود ترجمہ مروی ہے ربیعۃ بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا اُنہوں نے کہ شب باشی کیا تھا میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس حاضر کیا میں نے حضرت کے پاس آب وضو اور اشیاء ما یحتاج یعنی مسواک وغیرہ کو پس حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ مجھ سے تو کچھ مانگ لے پس میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی رفاقت جنت میں آپ سے چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ کیا سوائے اس کے میں نے عرض کیا کہ وہی چاہتا ہوں

پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو میری مدد کثرتِ سجود کے ساتھ کر پس اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوے۔ مسئلۂ اولیٰ یہ کہ خدمت مقربانِ خدا باعث حصول مقاصد ہے جب ربیعہ بن کعب کی خدمت وضو کرانے کی معرض قبول خدمت نبوی مین ہوئی حضرتؐ کا ارشاد ہوا کہ تو کچھ مانگ لے۔ مسئلۂ ثانیہ یہ ہے کہ خدا سے طلب کرنے کی چیز مقربانِ الٰہی سے طلب کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود طلب کرنے والے کا اُس وقت یہی ہوتا ہے کہ آپ خدا سے دعا اور شفاعت کر کے ہم کو یہ چیز دلوائیے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت جنت میں جو وہ اعلیٰ درجہ کی جنت کی طلب ہے یہ امر خاص باختیار خدا ہے اس کو سائل نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور اپنے سوال میں اس امر کی تصریح نہیں کی کہ آپ خدا سے شفاعت کیجیے کہ مجھکو آپ کی رفاقت جنت میں حاصل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سائل کی عدم تصریح پر عتاب نہیں فرمایا کہ تو خدا کی اختیاری چیز کو مجھ سے کیوں طلب کرتا ہے بلکہ سوال سائل کا معرض قبول ہوا اور نیت ہر مومن کی بوقت اس قسم کے سوال کے جو وہ خاصانِ الٰہی سے کرتا ہے یہی ہوتی ہے کہ خاصانِ حق اُس کے حصول مقصود کے لیے بارگاہ الٰہی میں بدعا و شفاعت وسیلہ ہوں پس اس قسم کا سوال خاصان خدا سے ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص طبیب کو کہے کہ ہم کو مرض سے شفا دیجے یا وزیر کو کہے کہ آپ ہمیں نوکر رکھ لیجیے یا کوئی خدمت دیجئے پس اس جائے مقصود سائل یہی ہوتا ہے کہ طبیب ہو یا وزیر جس سے سوال کرتا ہے حصول مقصود میں اپنے سبب اور وسیلہ ہیں کیونکہ ہر مومن خوب جانتا ہے کہ شفا دینا خدا کا کام ہے اور ہر عالم شخص جانتا ہے کہ خدمت دینا سلطان کا اختیار ہے پس یہ اسناد مجازی ہے جو قرآن شریف میں اس قسم کی اسناد بہت جا واقع ہے اس وجہ سے علم بلاغت جو موضوع واسطے ایضاح معانی قرآنی کے

ہوا ہے پچیس علاقے مجاز کے علم بلاغت میں مذکور ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہو کہ اہل بلاغت
انبت اللہ البقل کو اسناد حقیقی اور انبت الربیع البقل کو اسناد مجازی کہتے ہیں اور ہر دو
اسناد کو جائز فرماتے ہیں ایسا ہی خدا نے اُگانے کی نسبت دانہ کی طرف کی ہی اور فرمایا کمثل حبۃ
انبتت سبع سنابل اور خلق یعنی پیدا کرنے کی نسبت طرف بندوں کے سببیت اور فرمایا فتبارک اللہ
احسن الخالقین حالانکہ اُگانا اور پیدا کرنا یہ خاص خدا کے کام ہیں ورنہ بے جان میں کیا قدرت
کہ اُگاوے اور بندہ عاجز میں کیا قدرت کہ وہ پیدا کرے کہ یہ اسناد مجازی بباعث سببیت کے
ہے ایسا نہیں ہے کہ بندہ مومن اس قسم کے سوال کے وقت فاعل مستقل سوائے
خدا کے مقربان الٰہی کو سمجھے جو یہ اعتقاد منافی توحید ہے جو ہر بندہ مومن کو حاصل ہے بالفرض
اگر کوئی شخص براہ جہالت ایسا سمجھے تو وہ ناجائز ہے۔ مسئلہ ثالثہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے ربیعہ سے مدد طلب فرمائی جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ استعانت غیر حق سے جائز
بلکہ فعل مسنون ہے شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ لمعات میں اس حدیث کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ یہ مدد چاہنا حضرت کا ربیعہ سے کیسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب سے شفا مرض
چاہے طبیب مریض کے سوال کو قبول کر کے براہ شفقت اور لطف مریض کو فرمائے کہ میں تیرے
علاج کی طرف متوجہ ہوں لیکن تو میری مدد کر کہ دوا اچھی طرح سے استعمال کر اور پرہیز کر پس یہ
مسئلہ ثالثہ جو از استعانت بالغیر کا اس حدیث سے ثابت ہوا جو مسئلہ ما نحن فیہ ہی۔ دوسری
حدیث جو ثبوت استعانت بالغیر پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کتاب الدرر المنتثرہ فی الاحادیث
المشتہرہ میں شیخ جلال الدین سیوطی طبرانی سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی استعن بیمینک علی حفظک
یعنی مدد چاہ اپنے سیدھے ہاتھ سے اپنی محافظت پر۔ تیسری حدیث کتاب مذکور میں سیوطی نے

ثعلبی سے کتاب لطائف اللطف سے جو اسناد مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا استعینوا فی الصناعات باھلھا یعنی حرفہ میں صاحب حرفہ سے مدد
چاہو پس یہ احادیث نبویہ حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ کے مقابلہ میں جو لائی گئی معترض
صاحب شاید فرمائیں گے کہ اگرچہ تم نے ہماری حدیث صحیح اذا استعنت الخ کے مقابلہ میں احادیث
صحیحہ تو لائے مگر حدیث صحیح اذا استعنت الخ کے رتبہ کو تمہاری احادیث صحیحہ نہیں پہنچ سکتیں
تو ہم معترض صاحب کی خدمت میں بادب عرض کریں گے کہ ہمارے احادیث صحیحہ بھی موید بآیت
قرآنی ہیں جو افادۂ جواز استعانت بالغیر میں وارد ہے وہ یہ آیہ کریمہ واستعینوا بالصبر
والصلوۃ ہے خدا نے مدد صبر وصلوۃ سے طلب لینے کا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جو ربیعہ کو کثرتِ سجود کے ساتھ حکم فرمایا غالباً عمل اسی آیت شریفہ پر کرنے کا
حکم ہو پس یہ آیت مفید استعانت بغیر اللہ ہے آیت ایاک نستعین سے جو مفید حصر استعانت
ہے ایک نکتہ فاضل ہے وہ یہ کہ آیت استعینوا بالصبر والصلوۃ میں بصیغۂ امر ارشاد
ہے اور آیت ایاک نستعین بصیغۂ امر نہیں ہے بلکہ مصلی اپنا حال بیان کرتا ہے پس معترض
صاحب کے خیال میں صبر وصلوۃ جو افعال مخلوق ہیں جن سے مدد چاہنے کا حکم ہوا غیر حق
ہیں یا نہیں جب فیما بین اذا استعنت فاستعن باللہ اور حدیث اعینونی یا عباد اللہ
وغیرہ کے اور بھی فیما بین آیہ ایاک نستعین اور استعینوا بالصبر والصلوۃ کو بظاہر
تعارض ہوا تو دفع تعارض کے لیے تقریر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کی مناسب ہوئی وہ یہ کہ
معنی حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ یا آیہ ایاک نستعین کے یہ نہیں ہیں کہ ایسے
امور میں استعانت ممنوع ہو جس میں استعانت کا معمول ہے اور اس سے یہ امر ثابت
نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر حق تعالیٰ کی ذات میں ہو انتہی۔ محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ

یہ جواب صاحب وسیلہ کا دفع تعارض کے بیان میں حسب قواعد اہل مناظرہ علی سبیل المنع تھا
یعنی صاحب وسیلہ آیہ ایاک نستعین اور حدیث استعنت سے حصر استعانت ہر قسم کی معمولی
امور میں تسلیم نہیں کرتے پس دعا چاہنا بھی معمولی اور عادی امور سے ہے محرر اوراق
حدیثین اور آیتین کی دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم عرض کرتا ہے یعنی مع افادہ معنی
حصر آیہ ایاک نستعین اور حدیث فاستعن باللہ کی پھر تعارض فیما بین حدیثین اور آیتین نہیں
ہے اور دفع تعارض کا بیان علی تقدیر التسلیم بھی ایک حدیث سے ہے جس سے فیما بین
آیتین وحدیثین کی تعارض رفع ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے جس کا ترجمہ مثنوی شریف میں مولانا
روم رح فرماتے ہیں ؎ گفت پیغمبر بآواز بلند ※ بر توکل زانوے اشتر بہ بند۔ تفصیل اس کی یہ ہی
کہ جب خدائے تعالیٰ نے کئی جا قرآن شریف میں اپنی ذات پر ہی توکل اور بھروسہ کرنے کا
حکم فرمایا ہے بعض صحابہ رضؓ نے خیال فرمایا کہ ہم اپنے انجاح مرام کے لیے اسباب ظاہر کی
طرف متوجہ ہوتے ہیں پس یہ ہماری توجہ اسباب ظاہر کی طرف خلاف امر الٰہی اور منافی
توکل تو نہیں ہے اسی خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کیا ہم اونٹ کو کھلا چھوڑ کر حفاظتِ الٰہی پر بھروسہ
کریں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کے پیر باندھ کر حفاظتِ الٰہی پر بھروسہ کرو
پس ارشاد نبوی سے ان صحابہ کو اس بات کی تربیت ہوئی کہ اسباب کو ترک نہ کرو
بلکہ اسباب میں فعل الٰہی کو مشاہدہ کرتے رہو کہ اسباب کو اسی نے پیدا کیا تاثیر قضاء
حوائج کی تمہارے اسباب میں اسی نے دی اسی نے اسباب کے استعمال پر تم کو
قادر کیا اگر خدا اسباب پیدا نہ کرتا یا اسباب میں تمہاری قضاء حوائج کی تاثیر نہ دیتا یا تم کو
اس پر قادر نہ کرتا تو تم کہاں سے اسباب سے مدد لے سکتے پس تمہارا اسباب سے

مدد لینا بھی خدا کی مدد دینے سے ہے پس جب کہ حسب تربیت نبوی مشاہدہ سبب کا اسباب میں نصیب ہوا اور شہود اسباب کا نظر میں جم گیا کہ استعانت بالاسباب بھی درحقیقت استعانت الٰہی ہے پس حصر استعانت بذات خدائے تعالیٰ یعنی بلا تکلیف صادق آگئی اب تکلفات کی ضرورت نہ رہی مشاہدہ سبب بوقت اختیار عام اسباب کے اُن لوگوں کو حاصل ہے کہ جن کو تصفیہ باطن عنایت ہوا مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مگر بوقت اختیار خاص اسباب کے جو وہ عبارت توسل اور دعا اور شفاعت خاصان الٰہی سے چاہنا ہی مشاہدہ مسبب وہ ہر عام و خاص کو حاصل ہے کیونکہ دعا اور شفاعت خاصان خدا سے اس لئے چاہی جاتی ہے کہ وہ مقربان بارگاہ الٰہی ہیں۔ پانچواں اعتراض صاحب صواعق الٰہیہ کا یہ ہے کہ یہ استعانت یعنی ساتھ لفظ اعینوا یا عباد اللہ کے اسباب مسبب الاسباب سے ہے جو محل نزاع نہیں ہے محل نزاع وہ استعانت ہے جو اموات سے کرتے ہیں کہ اُن کا اختیار اُس میں ثابت نہیں ہے جواب اُس کا صاحب الوسیلۃ الجلیلہ یوں ادا کرتے ہیں کہ ہم ارواح طیبہ کو بھی مظہر عون الٰہی اور مسبب کا ایک سبب سمجھتے ہیں اُن سے بھی اس قسم کا سوال یعنی دعا اور شفاعت چاہنا نامشروع نہیں ہے نہ اُن کے اختیار سے دعا اور شفاعت چاہنا خارج ہے انتہی۔ تشریح جواب صاحب وسیلہ کی خدمت میں صاحب صواعق الٰہیہ کی یہ ہے کہ جب آپ کو استعانت اور اسباب مسبب الاسباب میں نزاع نہیں ہے تو آپ اس وقت میں آیہ کریمہ ایاک نستعین اور حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ کے مفید حصر نہ ہونے کے قائل ہوگئے کیونکہ مسبب الاسباب کے سبب سے استعانت کرنے میں نزاع نہ کرنا خلاف ہے قول حصر ایاک نستعین کا جس کے پہلے آپ قائل تھے اور اسی قول پر آپ اڑے ہوئے

تھے کیونکہ ایاک نستعین میں استعانت بالاسباب کا استثنار ہے نہ حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ میں استثنار استعانت باسباب مذکور ہے جبکہ آیہ ایاک نستعین اور حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ میں استثنار استعانت باسباب کا ذکر نہیں ہے اور آپ قائل ہیں کہ حصر استعانت بذات باری تعالیٰ ہے پس آپ کو اس صورت میں استعانت باسباب میں محل نزاع ہونا چاہیے تھا کیوں نہیں ہے جب آپ کو اب استعانت باسباب میں محل نزاع نہیں ہے تو ہم آپ کو پوچھتے ہیں کہ باوجود آپ کے پہلے قائل ہونے اس بات کے کہ استعانت بذات الٰہی محصور ہے اب آپ کو استعانت باسباب میں محل نزاع نہ ہونا دو حال سے خالی نہیں کیا آپ اسباب کو خدا سمجھتے ہو یا غیر خدا جانتے ہو اگر اسباب کو خدا جانتے ہو تو البتہ قول اول آپ کا جو حصر استعانت بذاتِ حق تعالیٰ تھا قائم رہا مگر آپ کا دعوائے توحید جس میں آپ اپنے کو عالمِ بالا سمجھ رہے تھے اور دعوائے توحید کی وجہ سے آپ کا قول حصر استعانت بذات باری تعالیٰ تھا اور اسی کے باعث دلائل آیت وحدیث حصر استعانت کے پیش کر رہے تھے وہ دعوائے توحید بر عالم بالا ہوا پس عالمِ بالا میں آپ کی توحید کی بہت کچھ قدر و منزلت ہوگی اگر آپ اسباب کو غیر خدا جانتے ہو تو ہم کہیں گے کہ اس وقت میں آپ بھی جواز استعانت از غیر خدا کے قائل ہوے جس کے ہم قائل ہیں اور اب آپ ہمارے ساتھ متفق ہوگئے اور قولِ اول سے آپ نے جو حصر استعانت باریتعالیٰ تھا رجوع کیا اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ باوجود قائل ہونے جواز استعانت از غیر حق تعالیٰ کے جو استعانت باسباب ہے کیا وجہ ہے کہ استعانت از ارواح طیبہ کے قائل نہیں بیان فرماویں کیا ارواح مقربانِ الٰہی کی دعا خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں اگر دعا اور شفاعت اُن کی

بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور مستجاب ہے تو یہ کہنا کیوں درست نہیں کہ دعا اور شفاعت ارواحِ طیبہ کی سبب انجاح مرام ہے پس باوجود آپ کے قائل ہونے اس بات کے کہ استعانت از سبب مسبب الاسباب جائز ہے استعانت اس سبب خاص میں کیوں آپ کو گفتگو ہے اور آپ یہ جو کہتے ہو کہ نزاع ہماری استعانت اموات سے اُن امور میں ہے جو اُن کے اختیار میں ہونا ثابت نہیں ہے ہم یہ کہیں گے کہ استعانت ہماری دعا اور شفاعت ارواح طیبہ سے ہے جو یہ بھی استعانت از سبب مسبب الاسباب ہی ہمارے انجاح مرام کے لیے پس یہ دعا اور شفاعت بے شک امر اختیاری ارواحِ طیبہ کا ہے نہ غیر اختیاری ماحصل جواب صاحب الوسیلۃ الجلیلہ کا بخدمت صاحب صیاعق الٰہیہ کے یہ ہے کہ حدیث اذا استعنت فاستعن باللہ عام ہے جس سے ہر طریق استعانت بغیر اللہ ممنوع سمجھی جاتی ہے خواہ استعانت باسباب ظاہری عادی ہو خواہ استعانت باسباب شرعی ہو یعنی استدعاء دعا وغیرہ ہو کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں ہے جس سے استعانت باسباب ظاہری عادی یا استعانت باسباب شرعی کا استثناء یا تخصیص سمجھی جا سکے جب کہ آپ کہتے ہو کہ اس حدیث سے استعانت باسباب ظاہری طبعی مستثنیٰ ہے اور استعانت باسباب ظاہری عادی طبعی کو یہ حدیث مانع نہیں ہے تو ہم اولاً اُس میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اُس صورت میں اُس قسم کے نصوص سے ہو گئی جس کو اصطلاح اصول میں عام مخصوص منہ البعض کہتے ہیں اور نصوص عام مخصوص منہ البعض اگرچہ قطعی مثل آیاتِ قرآنی کے بھی ہوں تو وہ ظنی ہیں اُن کا مرتبہ نصوص قطعیہ سے کم ہی جیسا کہ آیۂ فکلوا فوائد ورباهم عام مخصوص منہ البعض ہونے کی وجہ سے ظنی ہو گئی

جس کا علم اصولِ فقہ میں تشریحاً اور تفصیلاً بیان ہے ثانیاً ہم کہیں گے کہ جب آپ نے اس حدیث کے حکم سے استعانت باسباب ظاہری طبعی کو خاص کر لیا اور کہا کہ استعانت باسباب ظاہری طبعی جائز ہے پس دعا چاہنا صالحین سے جو یہ استعانت باسبابِ شرعی ہے اُس کو یہ حدیث کیوں مانع ہے۔ دعا چاہنا تو سنت صحابہ اور سلف صالح ہے وہ ہمارے انجاح مرام کے لیے سبب ہے ہم اولیاء اللہ کے اسماء سے جو اُن کو غائباً ندا کرتے ہیں تو اُن سے بہ دعاو شفاعت مدد چاہتے ہیں کشفِ غیب اولیاء اللہ کو ہونا یہ مسئلہ مسلمۂ اہل سنت وجماعت ہے اور صالحین کی دعا خدا کے پاس قبول ہونا یہ بھی احادیث میں وارد ہے جبکہ حدیث اذا استعنت الخ اختیار اسباب ظاہری کو مانع نہ ہوئی تو دعا صالحین سے چاہنا جو عمدہ ذریعہ ہمارے انجاح مرام کا ہے اُس کو حدیث اذا استعنت کیوں مانع ہوئی یہ تقریر تفسیر میں قول صاحب وسیلہ کے جو انہوں نے جواب میں صاحب صواعق الٰہیہ کو کہا ہے کی گئی بطور حجۃ الزامی کے تھی جو مانعین ندا پر قائم کی گئی لیکن تحقیق مقام اور تقریب مرام یہ ہے کہ جو لوگ ندا کو بلا قید اور تخصیص کسی صورت کے منع کرتے ہیں اور عدم جواز ندا کا حکم مطلقاً اور عموماً دیتے ہیں اُن کے وجوہ استدلال میں کئی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزین ندا ر اولیاء اللہ کو مثل خدا کے سب جگہ ہر وقت حاضر ناظر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے خدا کی ذات بے مثل و بے نظیر ہے لیس کمثلہ شیئ خود اُس کا ارشاد ہے سب مجوزین ندا کا یہ اعتقاد نہیں ہے نہ اولیاء اللہ ایسے عقیدہ سے خوش ہیں نہ جس کو تھوڑا بھی عقائدِ اسلامیہ میں تمیز ہوگا ایسا عقیدہ رکھے گا بلکہ مجوزین ندا کا یہ عقیدہ ہے کہ

بروقت ندا خدا کی جانب سے کشفاً یا الہاماً اولیاء اللہ کو اطلاع ہوتی ہے اولیاء اللہ ندا کرنے والوں کی جانب بہ دعا و شفاعت متوجہ ہوتے ہیں پس یہ عقیدہ اُن کا مجرد خیال نہیں ہے بلکہ تصریحات علماء کی جو مؤید تجربات کثیرۂ اہل مقاصد ہیں اُس کے دلائل ہیں اگر مانعین ندا کے خیال میں یہ بات بس گئی ہے کہ مجوزینِ ندا ایسا عقیدہ رکھتے ہیں جو اُن کے خیال میں آگیا ہے تو صورت جواز اور عدم جواز کو بہ تفصیل بتا دینا چاہیے تھا کہ اگر بخیال کشف غیب اور الہام کے جو خدا کی جانب سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے ندا کی جائے تو جائز ہے ورنہ ندا نا جائز ہے بلا تفصیل حکم عدم جواز طریقۂ علماء کے خلاف ہے مثالِ مانعینِ ندا کی جو حکم عدم جواز ندا کا عموماً بلا تفصیل دیتے ہیں ایسی ہے کہ جیسا کسی شخص کو کسی عالم نے دیکھا کہ وہ سر کھلا نماز پڑھ رہا ہے وہ عالم بمجرد اُس کے بلا غور و تامل اور بلا استفسار نیت اور حال مصلی کے جھٹ پٹ فتویٰ دی کہ یہ نماز تمہاری جو ترک سنت عمامہ ہے مکروہ ہوگئی وہ عالم فقہی نے نہ دریافت کیا کہ آیا مصلی عالم ہے یا جاہل عامی ہے نہ مصلی کی نیت معلوم کی کہ اس حالت سے نماز ادا کرنے میں مصلی کی نیت کیا ہے آیا وہ مصلی سستی سے سر برہنہ نماز ادا کر رہا ہے یا کوئی اور نیت سے اُس مفتی کو ضرور تھا کہ پہلے مصلی کا حال دریافت کرتا کہ وہ عالم ہے یا جاہل عامی ہے اگر وہ مصلی عالم ہے تو جھٹ پٹ کوئی بات ایسی جو اُس کی شان کے خلاف ہو کہدینا بالکل نامناسب ہے اگر وہ مصلی جاہل عامی ہے تو بلا غور کچھ کہدینا بھی مناسب نہیں بلکہ اُس مصلی سے اُس کی نیت دریافت کرنی ضرور ہے کیونکہ نماز میں عمامہ رکھنا ہر کوئی عالم و جاہل جانتا ہے پس بعد دریافت نیت اگر وہ مصلی کہدے کہ میں سستی سے عمامہ سر پر نہیں رکھا اُس وقت فتویٰ دینا چاہیے کہ یہ نماز مکروہ ہوئی اگر

وہ مصلی بیان کردے کہ میں براہ عجز وانکسار عمامہ سر پر نہیں رکھا تو وہ نماز بغیر کراہت
ادا ہوگئی اگرچہ وہ مصلی عامی کیوں نہ ہو اس پر بھی اگر اُس عالم کو خیر خواہی مصلی کی مرکوز
ہو تو احتیاطاً کہہ دینا چاہیے کہ اے برادر اگر تم سستی سے مکشوف الراس نماز ادا
کروگے تو تمہاری نماز مکروہ ہوگی ایسا ہی حال مانعین ندا کا ہے کہ جب وہ دیکھتے
ہیں کہ لوگ اولیاء اللہ کو غائبانہ بلفظ یا ندا کرتے ہیں نحو کا مسئلہ اُن کو تو بہت یاد ہے
کہ لفظ یا واسطے ندا حاضر کے ہے اور عقائد ضروریہ کا بھی یہ مسئلہ اُن کو بخوبی
حفظ ہے کہ سب جگہ حاضر وناظر سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے پس نظر بظاہر لفظ یا
جو واسطے ندا حاضر کے ہے بلا تفصیل حکم لگا دیا کہ یہ ناجائز ہے بلکہ شرک ہے اُن
کو یہ کچھ بھی خیال نہ ہوا کہ مجوزین ندا نہ فقط عامی اور جاہل ہیں بلکہ صحابہ کرام اور اکابر
سلف بھی ہیں پس مانعین ندا کو اس محل پر دو امر کا لحاظ ضرور تھا ایک تو یہ کہ حکم عدم جواز
میں ایک قید ایسی لگا دیتے کہ خاص لوگ جو ندا کے مجوز ہیں وہ بالکل اس سے
علیحدہ ہو جاتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ عالم لوگ جو بہ نیت صالحہ ندا کرتے ہیں
اُن کی نیت عدم جواز کی حد تک نہیں پہنچتی ہے یعنی وہ بدیں نیت ندا کرتے ہیں
کہ ہماری ندا کی اطلاع خدا کی جانب سے کشفاً والہاماً اولیاء اللہ کو ہوتی ہے
پس ایسی نیت سے ندا کرنے والے عامی کو بھی حکم عدم جواز سے علیحدہ کرنا ضرور
تھا۔ دوسری غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مجوزین ندا مقربان الٰہی
کے علم غیب کے قائل ہیں جو علم غیب خاص صفت الٰہی ہے یہ بھی غلط ہے
علم غیب جو خاص صفت الٰہی ہے وہ علم غیب بالاستقلال یعنی بلا ذریعہ اسباب
ہے اور علم بجمیع مغیبات ہے اگر باطلاع الٰہی انبیاء علیہم السلام کو وحیاً اور اولیاء اللہ

کو کشفاً و الہاماً جزئیات مغیبات پر اطلاع ہو تو وہ علم غیب نہیں ہے جو خاص صفت الٰہی ہے کیا
آپ نہیں دیکھتے کہ اشیاء غائب اور احوال غائب پر آدمی کو بذریعہ اخبار جو اطلاع ہوتی ہے وہ
کیا علم غیب ہے جو خاص صفت الٰہی ہے ایسا ہی خواص بندگان الٰہی کو باطلاع الٰہی بعض مغیبات
پر اطلاع ہو جاسنے تو وہ کیوں علم غیب ہوا جو خاص صفت الٰہی ہے - تیسری غلطی مانعین ندا کی
یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجوزین ندا خدا کے خاص قدرتی کام مثل عطار اولاد وغیرہ کو باستقلال
بندوں سے چاہتے ہیں یہ بھی غلط ہے مجوزین ندا جانتے ہیں کہ اولاد دینا اور اُس کے
مانند خدا کے ہی خاص قدرتی کام ہیں پس وہ لوگ خدا کے قدرتی کام خدا ہی سے چاہتے
ہیں اور بندوں کے کام جو دعا اور شفاعت ہے خاص بندوں سے چاہتے ہیں اگر مانعین
کے خیال میں کوئی ایسے لوگ ہوں تو وہ لوگ بوجہ فساد عقیدت کے خاص منع کے قابل
ہیں اس صورت میں حکم عدم جواز میں تفصیل اور تخصیص ضروری ہے جبکہ مجوزین ندا خاص لوگ
اکابر علماء سے ہیں تو مقتضائے احتیاط مانعین ندا کو یہ تھا کہ صورت مسئلہ کے جواب میں وہ طریقہ
اختیار کرتے جو فقہاء نے صوم یوم شک میں اختیار فرمایا ہے اور خواص کو عوام سے علیحدہ
کر دیا اور فرمادیا کہ خواص لوگ جن کو نیت میں سلیقہ و تمیز ہے اُن کو روزہ یوم شک
کا جائز ہے اور عوام کو ناجائز جیسا کہ صاحب الوسیلۃ الجلیلۃ نے رد المحتار شرح درمختار سے نقل
کیا ہے در باب یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنے کے کہ اگر اس جملہ کو صحیح معنی لئے جائیں یعنی
مراد اس جملہ سے طلب شفاعت اور دعا حضرت کی در باب انجاح مرام اپنے لیجائے تو
درست اور جائز ہے - چوتھی غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ
و اذا استعنت فاستعن باللہ سے جو حکم منع سوال اور استعانت بغیر اللہ سمجھا جاتا ہے
اُس کو مانعین ندا ہر خاص و عام پر فرض عین سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے تشریح اس کی یہ ہے کہ

بعض اوامر شرعیہ کا اتباع ہر خاص وعام پر فرض عین ہے اور تارک اُس کا مستحق عقاب
اور مرتکب مناہی شرعیہ کا سمجھا جاتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں بعض اعمال جوارح ہیں مثل
صلوٰۃ وزکوٰۃ جو امر اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ سے مستنبط ہے بعض اعمال قلوب سے ہیں
مثل توحید اور تصدیق رسالت کے جو قولوا لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ سے
مستنبط ہے پس اتباع ان اوامر شرعیہ کا ہر مومن پر فرض ہے خواہ خاص ہو یا عام بعض اوامر
شرعیہ ایسے ہیں جن کی تربیت بعد استقامت فرائض عین کے ہے پس اتباع اُنکا باعث ترقی
مدارج مومنین کا ہے اگر نہ کرو تو نہ کرنے والوں پر اطلاق مرتکب محارم اور منہیات شرعیہ کا نہیں
کیا جاسکتا وہ اوامر شرعیہ مبنی بر زہد و ترک و تجرید و تقویٰ ہیں اُس کی بھی دو قسمیں ہیں بعض اُن سے
متعلق بہ اعمال جوارح ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا
وسبحوہ بکرۃ واصیلا ترجمہ اے ایمان والو خدا کا بہت ذکر کرو اور اُس کی تسبیح صبح وشام
کرو۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم یعنی یاد کرو تم اللہ
کو کھڑے ہوے بیٹھے ہوے اور لیٹے ہوے حدیث میں آیا ہے کہ لا یزال لسانک
رطبا عن ذکر اللہ یعنی ہمیشہ تیری زبان خدا کے ذکر سے تر ہے اور بھی حدیث میں آیا ہی
اکثروا ذکر ھادم اللذات الموت بہت کرو تم ذکر ڈھانے والے لذتوں کے جو موت
ہے بعض اُن اوامر شرعیہ سے متعلق بقلب ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے
وفی انفسکم افلا تبصرون اور اپنی ذاتوں میں شان الٰہی کو کیوں نہیں دیکھتے حدیث میں
وارد ہے کن فی الدنیا کانک غریب او کعابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور
یعنی دنیا میں ایسا رہ گویا کہ تو مسافر ہے یا راہرو اور اپنے نفس اصحاب قبور سے شمار کر یعنی
دنیا سے اپنے دل کو بے تعلق کردے خدا نے قرآن میں فرمایا ہے وعلی اللہ فتوکلوا

ان کنتم مومنین تقدیم جار مجرور پر مفید حصر ہے یعنی خدا ہی پر بھروسہ کرو غیر خدا پر بھروسہ نہ کرو اگر تم مومن ہو پس یہ سب اوامر شرعیہ جن کا اوپر ذکر ہوا اگرچہ بصیغۂ امر مذکور ہیں مگر مامورین اُن کے وہ خاص لوگ ہیں کہ جنہوں نے مقام ترک و تجرید میں بعد استقامت فرائض عین کے قدم رکھا ہے نہ کہ ہر خاص و عام پر ترک و تجرید واجب ہے جو نہ کرے گا وہ مستحق عقاب اور مرتکب منہیات شرعیہ نہ ہوگا اور نہ یہ اوامر شرعیہ عام فتوے دینے کے قابل ہیں اور نہ ان اوامر کے ترک پر مواخذہ شرعیہ ہے۔ ایک صاحب کو خیال ہوا کہ خدا نے بصیغۂ امر اپنے ہی پر بھروسہ کرنے کے لیے کئی جاے قرآن میں حکم فرمایا ہے پس خلاف امر الٰہی کرنا گناہ ہے بسا اوقات ہم لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا سے غافل رہتے ہیں انہوں نے بمجرد اس خیال کے جھٹ پٹ کوئی کتاب میں اپنی نہیں لکھا کہ کوئی فتوی جلدی سی مرتب نہیں کیا کہ خدا کا حکم اپنے ہی بھروسہ کا ہے غیر خدا پر بھروسہ کرنا ناجائز ہے اور نہ اپنی چند ہم خیالوں کی مہریں و توقیع سکے واسطے جلدی سے فتوی پر ثبت کرالیں بلکہ ایک شیخ وقت جو جامع بین الحقیقت و الشرعیہ شیخ ابن حجر ہیثمی ہیں اُن سے اس باب میں بفحوائے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پوچھا کہ ترک توکل گناہ کبیرہ ہے یا نہیں شیخ ابن حجر نے پہلے معنی توکل کے بیان فرمائی جو علمائے عارفین نے فرمایا ہے بعد اُس کے ارشاد فرمایا کہ یہ بات بتمام وکمال اُس کو حاصل ہے جو دائم الشہود اور دوام الاستحضار ہو خدا جانتا ہے دیکھتا ہے اُس حالت کو کہ بندہ جس حالت میں ہے پس خصوصیات کمالات خاصان الٰہی کو ترک کرنا گناہ نہیں چہ جائے کہ حرام و کبیرہ ہو ایسا ہی طول امل کا بھی حال ہے کہ اگر خلاف شرع ہو تو ناجائز اور موافق شرع جائز ہے جس کی تفصیل فتاوی حدیثیہ میں مذکور ہے اختصارا حذف کیا گیا جب آپ نے جان لیا کہ قرآن و حدیث میں ترغیبات

مقام ترک وتجرید زہد وورع کے بصیغہ امر واقع ہے جو وہ فضیلت ہے نہ فرض عین تواب جان لیجئے کہ

حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ بھی ازین قبیل ہے یعنے

اس حدیث میں جو سوال اور استعانت بغیر اللہ منع ہے خاص اُن لوگوں کو ہے جو بعد

استقامت فرائض عین کے مقام ترک وتجرید وتفرید میں قدم رکھے ہیں مثل ابن عباس رضی اللہ

عنہ کے بعد غور خود سیاق یعنی ماقبل حدیث سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے مشکوٰۃ میں اس حدیث

کو ملاحظہ فرمالیجے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو

ارشاد فرمایا ہے یاغلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاہک واذا

سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ اے لڑکے تو خدا کے ذکر کو یا مشاہدہ

کو نگاہ رکھ خدا غفلت سے تجھپر نگاہ رکھے گا خدا کے مشاہدہ پر نگاہ رکھ تو خدا کو اپنے روبرو

پاوے گا۔ اور جس وقت سوال کرے خدا ہی سے سوال کر جس وقت مدد چاہے خدا

ہی سے مدد چاہ اب یہاں خیال کیا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہلے تو محافظت

مشاہدہ یا ذکر الٰہی کی تلقین ہوئی اور اُس کے دو درجے بیان ہوئے ایک ابتدائی دوسرا

انتہائی مرتبہ ابتدائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر یا مشاہدہ الٰہی کا کرے گا تو تجھکو بھی خدا غفلت

سے نگاہ رکھے گا۔ دوسرا مرتبہ انتہائی یہ کہ جب تو محافظت ذکر الٰہی کرے گا تو خدا کو اپنے

روبرو پائے گا۔ یعنی تجھکو ایسی محویت اور غیبوبیت شہود الٰہی میں حاصل ہوگی کہ گویا خدا تیرے

روبرو ہے پس تو سوائے خدا کے غیر سے سوال نہ کرے اور غیر حق سے مدد نہ چاہے

کیونکہ جب شہود حق میں مستغرق ہوا تو خدا کی غیر سے سوال اور غیر خدا سے مدد کیوں چاہی

جائے پس اب آپ کے ذہن میں بخوبی آگیا ہوگا کہ یہ حدیث مقام ترک وتجرید کی تربیت

میں خاص لوگوں کے لئے ہے بلکہ یہ کہ عام فتوے کے قابل ہے مجھے بہت حیرت ہے کہ

جو لوگ اس حدیث سے فتویٰ عام سوال اور استعانت غیر حق سے عدم جواز کا دیتے ہیں تو ماقبل حدیث جو محافظت ذکر الٰہی کا حکم بصیغۂ امر ہے اُس پر بھی کیوں نہیں عام فتویٰ دیتے اور کیوں نہیں کہتے کہ محافظت اور مشاہدہ ذکر الٰہی کا ایسا کرو کہ خدا کو اپنے روبرو دیکھو جو ایسا نہ کرے گا وہ ناجائز امر میں مبتلا ہو گا۔ اب میں ایک اور حدیث مانعین ندا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو وہ مثل حدیث اذا سئلت فسئل باللہ و اذا ستعنت فاستعن باللہ کے جملہ شرطیہ پر مشتمل ہے جس کی جزا میں امر واقع ہے مشکوٰۃ میں امام احمد ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا اذا قمت فی صلوٰتک فصل صلوٰۃ مودع یعنی جس وقت کہ تو اپنی نماز کی ادائی کے لئے کھڑی ہو تو ایسا سمجھ لے کہ میں اب دنیا کو چھوڑتا اور رخصت کرتا ہوں پس اس حدیث میں بھی مثل حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ کے بروقت ادائی نماز ترک دنیا کا خیال رکھنے کا حکم ہے پس جس سے اس خیال کے ساتھ نماز ادا نہ ہو سکے تو کیا وہ ناجائز امر کا مرتکب ہوا یا اُس کا فرض ادا نہیں ہوا یا اُس کی نماز باطل ہو گئی یا یہ امر جو ترک و تجرید کا حدیث میں بصیغۂ امر ارشاد ہوا کہ عام فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ انبیا علیہم السلام اطبا روحانی ہیں ہر شخص کو علاج امراض قلب و روح کا اُس کے حسب حال فرماتے ہیں جس کو دیکھتے ہیں کہ اُس کو فرائض میں ابھی استقامت حاصل نہیں ہے اُسکو فرائض عین کی تربیت فرماتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جو لوگ تازہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اُن کو فرائض خمسہ کی تربیت فرماتے جو ہر مومن پر فرض عین ہے جن کو فرائض عین میں استقامت ہوتی اُن کو تصفیہ اور تزکیہ قلب اور ترک و تجرید

پانچویں غلطی

کی تربیت فرماتے۔ پانچویں غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ لوگ حدیث اذا سئلت فاسئل اللّٰہ الخ کے معنی نہ سمجھ کر اُس کو بے محل ندا کے سبب محبت قائم کرتے ہیں بیان اُس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس حدیث میں مقام توکل کی تربیت کی جیسا کہ اوپر کو بیان میں ما قبل اس حدیث کے گذرا کہ جب محافظت ذکر الٰہی کی انتہائی یہ حالت حاصل ہوئی کہ شہود حق حاصل ہوا پھر سوال غیر حق سے اور استعانت غیر کی کیا ضرورت رہی سوال اور استعانت غیر حق سے اُن کے مرتبہ کا تنزل ہے اب ایسے لوگوں کو چاہیے کہ سب کام اپنے خدا پر رکھ دیں اور خدا پر توکل کریں اپنے سب کام اُسی کی تفویض کریں نہ کسی سے اپنی حاجت کا سوال کریں نہ کسی سے اپنے کاموں میں مدد چاہیں جیسا کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بروایت سہل بن عبد اللہ رض معنی توکل کے بیان فرمائے ہیں کہ علامت متوکل کی تین ہیں ایک یہ کہ نہ سوال کرے یعنی کسی مخلوق سے اور نہ رد کیا جائے یعنی کسی مخلوق کی طرف اُس کا تعلق نہ رہے اور نہ کسی مخلوق کے دروازہ سے رد کیا جائے یعنی سوال نہ کرے کسی مخلوق سے تاکہ وہ اپنے دروازہ سے رد نہ کرے پس مراد کسی مخلوق سے سوال نہ کرنے سے یہ ہے کہ لوگ جو آدمیوں سے اُن کاموں کا سوال کرتے ہیں جس کا انجاح اُن کی قدرت اور اختیار میں ہے ویسے کاموں کو بھی آدمیوں سے طلب نہ کرے بلکہ خدا سے ہی چاہے نہ یہ کہ خدا سے دعا کرنے میں بندگانِ خاص خدا کو اپنا وسیلہ نہ کرے جیسا کہ مانعین ندا کہتے ہیں کہ اپنے مطالب کا سوال آدمیوں سے جو خدا کی عام مخلوق ہیں کرنا جائز ہے اس محل پر محل حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ

علامات متوکل کی

کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں مگر خاصانِ الٰہی سے دعا چاہنے کو اسی حدیث سے منع کرتے ہین یہ توجیہ مالا یرضیٰ بہ القائل ہے خدا اور رسولؐ اس توجیہ سے کبھی راضی نہیں بلکہ منع سوال از مخلوق جو اس حدیث سے مستنبط ہے مراد شارع کی اس سے وہ سوال ہے جو لوگ فیمابین ایک دوسرے سے اُن کے اختیاری کاموں کا سوال کیا کرتے ہین کہ یہ امر منافی مقام توکل ہے سیجیے دوسرے احادیث اسباب مین روایت کرتا ہوں جس سے مقصود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح ہوتا ہے مشکوٰۃ میں بروایت امامِ احمد رضی اللہ عنہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابوذر فرماتے ہیں امرنی

خلیلی ان لا اسال احد اشیئًا حکم فرمایا مجکو میرے دوست نے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ چاہوں۔ پس اس حدیث سے متبادر یہی ہے کہ جو عادت سوال کی فیمابین آدمیوں کے جاری ہے اس کو ترک کریں اور کسی سے کچھ نہ چاہیں نہ یہ کہ آدمیوں سے سب کچھ چاہیں مگر دعا اور شفاعت نہ چاہیں چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تہا کہ انہوں نے گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کی تھی۔ آدمیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ دوسری حدیث عرض کرتا ہوں جس میں مقصود کی تصریح کسی قدر زیادہ ہے مشکوٰۃ میں ابوداؤد اور نسائی سے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من تکفل لی ان لا یسال الناس شیئًا فاتکفل

لہ بالجنۃ فقال ثوبان انا فکان ثوبان لا یسئل احدا شیئًا ترجمہ کہا ثوبانؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ذمہ دار ہو اس بات کا کہ آدمیوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے پس میں اُس کے لیے جنت کا ذمہ دار ہوں گا پس ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پھر ثوبان کسی چیز کا سوال کسی سے نہ کرتے سیجیے اس حدیث میں حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عمل صحابی کا کسی سے کوئی چیز سوال نہ کرنے پر مذکور ہے
کیا اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ ہر شخص سے خواہ کسی ملت اور قوم کا ہو ضروریات میں
اپنے سوال کرنا جائز ہے مگر صالحین سے دعا چاہنا منع ہے اس سے زیادہ اور تصریح
مقصود ہو تو اور ایک حدیث عرض کرتا ہوں مشکوٰۃ میں بروایت امام احمدؒ مروی ہے کہ
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال دعانی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وھو
یشترط علی ان لا تسال الناس شیئًا قلت نعم قال ولا سوطک ان یسقط
منک حتی تنزل الیہ فتاخذہٗ۔ ترجمہ۔ روایت ہے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے
کہا اُنھوں نے کہ بلایا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالانکہ حضرت مجھ سے
شرط فرماتے تھے کہ تم آدمیوں سے کسی قسم کا سوال مت کرو میں نے کہا ہاں فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور نہ کوڑا تیرا یعنی جو گھوڑے سے گرے یہانتک کہ
تو اُترے اور لیوے پس خیال کرنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوڑا
گراہوا لوگوں سے سوال کرنا جو منع فرمایا تو کیا یہ معمولی کاموں کا سوال ہے جو لوگ
ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہیں اور مدد چاہا کرتے ہیں یا آنکہ خدا کے خاص
قدرتی کاموں سے ہے کہ حضرت نے اس کو آدمیوں سے چاہنا منع فرمایا ہے
ایک حدیث سے دوسری حدیث کی تفسیر ہو جاتی ہے اب آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا
کہ حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ امر بترکِ تجرید ہے نہ یہ منع دعا از صالحین ہے
دیکھو جن صحابہ نے کہ قدم مقام ترک و تجرید میں رکھا ہے اُن میں سے اصحابِ صفہ ہیں باوجود
فاقہ کشی کے وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے تھے جن کی شان میں آیت قرآنی نازل
ہے اور اُن کے سوال نہ کرنے کا بیان قرآن میں مذکور ہے آیت مذکورہ کو مع تفسیر جلالین

نقل کرتا ہوں للفقراء خبر مبتداء محذوف ای الصدقات احصروا فی سبیل اللہ
ای حبسوا انفسہم علی جہاد نزلت فی اہل الصفۃ وہم اربعمائۃ من المہاجرین
ارصدوا لتعلیم القران والخروج مع السرایا لا یستطیعون ضربا سفرا فی الارض
للتجارۃ والمعاش لشغلہم عنہ بالجہاد یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف
ای لتعففہم عن السؤال وترکہ تعرفہم یا مخاطبا بسیماہم علامتہم من التواضع
واثر الجہد لا یسئلون الناس الحافا شیئا فیلحفون الحافا ای لا سوال لہم اصلا
فلا یقع عنہم الحاف وہو الالحاح خلاصہ ترجمۂ آیت مع تفسیر یہ ہے کہ صدقات
کے مستحق وہ فقرا ہیں کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں یہ آیت اصحاب صفہ
کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ چار سو ہیں مہاجرین سے کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو واسطے
جہاد اور تعلیم قرآن کے روکا تھا لیکن نہیں طاقت رکھتے ہیں وہ زمین پر سفر کرنے کی
واسطے تجارت اور فکر معاش کے بسبب مشغول ہونے اُن کے جہاد میں جو اُن کے
حال سے ناواقف ہے اُن لوگوں کو غنی سمجھتا ہے بباعث اُن کے سوال نہ کرنے
کے اے لوگو تم اُن کے علامات سے اُن کا حال معلوم کرسکتے ہو کہ اُن سے اثر
مشقت اور محنت کا کس قدر ظاہر ہے وہ لوگ کسی سے کوئی چیز مانگتے نہیں ہیں تو
الحاح کی نوبت کہاں آوے۔ انتہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حال کتب احادیث میں منقول
ہے کہ جب خدا نے اسلام کو شوکت دی اور غنایم آنے لگے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ایک روز وضو کر رہے تھے بعد وضو کے اپنا ہاتھ ریشمی رومال سے پونچھا اور بہت روئے
اور فرمایا کہ کیا حال ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہ ایک وقت اُس کے لیے وہ تھا کہ متواتر فاقوں سے
اُس کو غش آتا اور بے ہوش ہو کر گر جاتا لوگ جو اُس کے حال سے ناواقف ہوتے

کہتے کہ اس کو جنون ہوا ہے اب حالی یہ ہے کہ وہ ریشمی رومال سے منہ پاک کرتا ہے مجکو خوف ہے کہ میرے اعمال کا بدلہ خدا مجکو دنیا میں ہی نہ دیدے۔ پس سوال اپنے حوائج کا آدمیوں سے اگرچہ عام لوگوں کے لیے جائز ہے مگر اُن کو جائز نہیں جو کہ مقام توکل اور ترک و تجرید میں قدم رکھے ہیں جیسا کہ اور بعض امور عام لوگوں کے لیے جائز ہیں مگر مقام توکل اور ترک و تفرید کے لیے ناجائز بلکہ اُن کے حق میں اُن امور کے کرنے میں وعید وارد ہے جیسا اہل صفہ جو اہل مقام تجرید و توکل ہیں اُن کو ایک دینار یا دو دینار بھی ترکہ چھوڑنا ناجائز ہے جو عام لوگوں کو لاکھوں روپیہ بعد ادائی زکوٰۃ کے میراث چھوڑنا جائز ہے چنانچہ امام احمد بیہقی نے اس حدیث کو شعب ایمان میں روایت کی ہے جو مشکوٰۃ میں ہے عن ابی امامۃ ان رجلا من اھل الصفۃ توفی وترک دینارا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیۃ قال ثم توفی آخر وترک دینارین فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیتان ترجمہ۔ روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص اصحاب صفہ سے وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک داغ یعنی آن پر اُس کا ایک داغ دیا جائے گا پھر دوسرے مرد نے وفات پائی اور دو دینار چھوڑے حضرت نے فرمایا کہ وہ داغ لمعات میں شرح میں اس حدیث کے تحریر ہے قولہ من اھل الصفۃ فی النھایۃ اھل الصفۃ فقراء المھاجرین ومن لم یکن لھم منزل یسکنہ فکانوا یاوون الی موضع مظل فی مسجد المدینۃ ومن الکرمانی ھو بضم الصاد وتشدید الفاء وھم زھاد من الصحابۃ فقراء غرباء وکانوا سبعین ویقلون حینا ویکثرون

وقولہ کیۃ تغلیظ وتشدید وھو فی الحقیقۃ عقاب علی اللہ عوی الکاذبۃ
بالفقر اشار الیہ بقولہ رجل من اصحاب الصفہ ترجمہ قول راوی حدیث
کا جو من اہل الصفہ ہے بہایت میں اہل صفہ فقراء مہاجرین ہیں اور وہ لوگ جنکو رہنے کا
کوئی مقام نہیں تھا پس مسجد نبوی کی ایک سایہ دار جائے میں رہتے کرمانی سے روایت
ہے کہ صفہ بضم صاد اور تشدید فا کے زاہدین صحابہ فقراء غرباہیں اور وہ لوگ ستر تھے کبھی کم
ہوتے کبھی زیادہ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ایک داغ یا دو داغ ہے
سختی اور شدت ہے اور وہ درحقیقت عذاب ہے جھوٹے دعوئے فقر پر یعنے
جب مقام ترک وتجرید میں قدم رکھا جائے تو ایک دینار یا دو دینار میراث چھوڑنا خلاف
مقام ترک وتجرید ہے یہ حکم ہر شخص کے لیے عام نہیں اشارہ کیا اس مضمون کی طرف
روای نے اپنے قول کے ساتھ جو رجل من اصحاب الصفہ ہے یعنی اصحاب صفہ
کے لیے خاص یہ اشارہ ہے انتہیٰ انبیاء علیہم السلام جو طبیبان امراض قلوب و
ارواح ہیں موافق احوال مریضوں کے علاج فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اُن لوگوں کو جن کو ابھی استقامت فرائض عین میں حاصل نہ تھی اُن کو محض فرائض
عین کی تربیت وتعلیم فرمائی اور جن کو فرائض عین میں استقامت ہوگئی تھی اور اہمیت
ترقی مقام ترک وتجرید کے پائے گئے حضرت نے اُن کو مقام تجرید کی تربیت
فرماتے حضرت کے قائم مقام اور وارث علوم جو علماء باللہ ہیں اُن کا بھی ایسا ہی
حال ہے کہ حسب حال لوگوں کے تربیت فرمائی دیکھو امام قشیری نے اپنے
رسالہ میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ایک مسئلہ کا جو ایک سائلہ کو
دیا ہے اُس سے بخوبی واضح ہوگا وہ یہ ہے قیل لجاء ت اخت بشر الحافی

الی احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ وقالت انا نغزل علی وسط سطوحنا فتمر بنا
مشاعل الظاھریۃ ویقع الشعاع علینا افیجوز الغزل فی شعاعھا فقال احمد
من انت عافاک اللہ تعالیٰ فقالت اخت بشر الحافی فبکی احمد ابن حنبل
وقال من بیتکم تخرج الورع الصادق لا تغزلی فی شعاعھا ترجمہ روایت ہے
کہ ہمشیرہ بشر حافی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہی کہ ہم اپنے چھتوں
کی وسط پر دھاگا کاتتے ہیں اور ہم پر سلاطین ظاہریہ کے مشعلیں گزرتے ہیں اور ہم پر
اُن شعلوں کی روشنی پڑتی ہے کیا ہم کو اُن کی روشنی میں کاتنا جائز ہے پس امام احمد
نے کہا کہ تم کون ہو حق تعالیٰ تم کو عافیت دے سائلہ نے کہا کہ میں ہمشیرہ بشر حافی
کی ہوں پس امام احمد روے اور کہا کہ تمہارے گھر سے ورع صادق نکلتا ہے تم
اُن شعلوں کی روشنی میں مت کاتو دیکھئے امام احمد مجتہد وقت ہیں راستہ
کی روشنی میں کاتنا شرعاً بلاشک جائز ہے اگر کوئی عامی پوچھتا تو آپ بیشک جواز کا حکم فرماتے
اس لیے آپ نے جو آپ کے پہلے پوچھا کہ تم کون ہو جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سائلہ
خاندان اہل ورع سے ہے اُس وقت آپ نے عدم جواز کا حکم فرمایا ایسا ہی
شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ خاص شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مقام تفرید
اور توکل کی تربیت فرمائی اور مخلوق سے سوال کو منع فرمایا اور اس پر بہت کچھ وجوہات
قائم فرمائے چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح فتوح الغیب میں تشریح حدیث
اذا سئلت فاسئل اللہ الخ کی لکھی ہے پس مراد شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ کی یہ ہے
کہ کسی مخلوق سے معمولی چیزوں کا سوال نہ کریں جو عادتاً لوگ ایک دوسرے سے
سوال کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ صالحین سے بارگاہ الٰہی میں دعا نہ چاہو اگر ایسا ہوتا تو شیخ عبد الحق

علیہ الرحمۃ کا مذہب جو جواز ندا اور توسل کا ہے کیا اپنے شیخ اور مرشد کے خلاف میں ہے دیکھیے شیخ نے اپنی تصانیف میں مثل کتاب جذب القلوب وغیرہ کیسے فوائد ندا کے تحریر فرمائے ہیں ہاں اختیار اسباب منافی توکل نہیں توکل حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور کسب جو بمعنی اختیار اسباب ہے سنت آنحضرت صلعم ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فقط حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا مثل اصحاب صفہ ومن مثلہم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تابع حال اور سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں مثل خلفائے راشدین ومثلہم کے اولیائے امت مرحومہ کا بھی حال ایسا ہی ہے کہ بعض نے بہ تبعیت اصحاب صفہ کے محض مقام تجرید اور توکل کو اختیار کیا بعض اولیاء اللہ تابع حال خلفاء راشدین ہوئے۔ اور جامع درمیان حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت ہوئے جو اولیاء اللہ کہ محض مقام توکل اور تجرید کو اختیار فرمایا اور عامل حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ ہیں اُن کے ایک دو حال تبرکاً وتیمناً عرض کرتا ہوں امام قشیری علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں باب توکل میں فرماتے ہیں سمعت محمد بن الحسین یقول سمعت محمد بن الحسین المخز ومی یقول حدثنا احمد بن محمد بن صالح قال حدثنا محمد بن عبدون قال حدثنا الحسین الخیاط قال کنت عند بشر الحافی فجاء نفر فسلموا علیہ فقال من این انتم قال انحن من الشام جئنا نسلم علیک ونرید الحج فقال شکر اللہ تعالیٰ لکم فقالوا تخرج معنا قال بثلاث شرائط لا نحمل معنا شیئاً ولا نسال احداً شیئاً وان اعطانا احد شیئاً لا نقبل قالوا اما ان لا نحمل معنا شیئاً فنعم واما ان لا نسال فنعم واما ان لا نقبل ان اعطینا فھذا لا نستطیع فقال خرجتم متوکلین علی زاد الحجاج ترجمہ امام قشیری اپنی اسانید متصلہ سے حسین خیاط سے روایت کرتے

ہیں کہ ایک وقت میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا پس چند لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہوے اور ان پر سلام کہے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اُنہوں نے کہا شام سے آپ پر سلام عرض کرنے حاضر ہوے اور ہم ارادہ حج کا رکھتے ہیں بشر حافی نے فرمایا کہ خدا تمہارا حج قبول فرمائے انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ حج کو چلتے ہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تین شرط سے میں تمہارے ہمراہ چلتا ہوں وہ یہ کہ ہم اپنے ساتھ توشہ نہ رکھیں اور کسی سے سوال نہ کریں اگر کوئی کچھ دے تو نہ لیں لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے ہمراہ توشہ نہ رکھیں تو ہاں ممکن ہے اور کسی سے سوال نہ کریں تو بھی ممکن ہے اور اگر کوئی ہم کو دے تو قبول نہ کریں۔ یہ ہم سے ممکن نہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم توشۂ حجاج پر بھروسہ کرکے نکلے ہو۔ دوسری روایت سمعت محمد بن عبد اللہ الصوفی یقول سمعت نصر بن ابی النصر العطار یقول سمعت علی بن محمد المصری یقول سمعت ابا سعید الخراز یقول دخلت البادیۃ مرۃ بغیر زاد فاصابتنی فاقۃ فرایت المرحلۃ من بعید فسررت بانی قد وصلت ثم فکرت فی نفسی انی سکنت واتکلت علی غیرہ فآلیت ان لا ادخل المرحلۃ الا ان احمل الیہا فحفرت لنفسی فی الرمل حفرۃ وواریت جسدی فیہا الی صدری فسمعوا صوتا عالیا فی نصف اللیل یا اہل المرحلۃ ان للہ ولیا حبس نفسہ فی ہذا الرمل فالحقوہ فجاء نی جماعۃ فاخرجونی وحملونی الی القریۃ ترجمہ امام قشیری اپنے اسانید متصلہ سے ابو سعید حراز سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار صحرا میں بغیر توشہ کے داخل ہوا پس مجکو فاقہ پہنچا پس میں نے قریہ فرودگاہ کو دور سے دیکھا اور خوش ہوا کہ میں پہنچ گیا پھر اپنے میں فکر کیا کہ میں غیر خدا پر بھروسہ کیا پس

قسم کھائی میں نے کہ اس قبریہ میں نہ داخل ہوں گا باختیار خود مگر کوئی مجھے یہاں سے اٹھا کر لیجائے پس میں نے ریت میں گڑا کھود کر اپنے جسد کو اس میں سینہ تک چھپایا۔ پس اہل قبریہ نے نصف شب میں ایک بلند آواز سنی کہ اے اہل مقام خدا کا ولی اپنے نفس کو اس ریت میں قید کیا ہے اس سے جاکر ملو پس میرے پاس ایک جماعت آئی اور ریت سے نکال کر مجھکو قبریہ میں اٹھالے گئی۔ تیسری روایت سمعت الشیخ اباعبدالرحمٰن السلمی یقول سمعت محمد بن الحسین الخرومی یقول سمعت ابن المالکی یقول قال ابوحمزة الخراسانی حججت سنة من السنین فبینما انا امشی فی الطریق اذ وقعت فی البیر فنازعنی نفسی ان استغیث فقلت لا واللہ لا استغیث فما استتمت ھذہ الخاطر حتی مر براس البیر رجلان فقال احدھما للآخر حتی نسد راس البیر لئلا یقع فیھا احد فاتوا بقصب وباریة وطمسوا راس البیر فھممت ان اصیح ثم قلت فی نفسی اصیح الی من ھو اقرب منھما وسکنت فبینما انا بعد ساعة اذا انا بشئ جاء وکشف عن راس البیر وادلی رجله وکانه یقول لی تعلق بی فی ھمھمة له کنت اعرف ذلک منه فتعلقت به فاخرجنی فاذا ھو سبع فمر وھتف بی ھاتف یا حمزة الیس ھذا احسن من التلف بالتلف ترجمہ امام قشیری رحمة اللہ لیا اپنے اسانید متصلہ سے ابوحمزہ خراسانی رحمة اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کا ارادہ کیا راستہ میں چل رہا تھا کہ یکایک ایک کنوے میں گر گیا پس میرے نفس نے مجھ سے جھگڑا کیا کہ کسی سے فریاد چاہوں میں نے کہا کہ قسم خدا کی میں فریاد نہ چاہوں گا۔ پس یہ خطور میرا ابھی تمام نہیں ہوا تھا کہ دو مرد کنوے پر پہنچے اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہم اس کنوے کو بند کردیں تاکوئی شخص اس میں نہ گرے پس انہوں نے بوریا اور

بانس لائے اور کنوے کے سر کو اُس سے بند کر دیا۔ پس میں نے قصد کیا کہ چیخوں یعنی فریاد چاہوں پھر میں نے کہا کہ جو ذات کہ اُن دو مردوں سے زیادہ نزدیک ہے اُس سے کیوں نہ فریاد کروں یعنی ذاتِ خدا۔ اور مجھے تسکین حاصل ہو گئی پس ایک ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شئے آئی اور باولی کے سر کو کھولی اور اپنا پیر باولی میں ٹکایا اور زمزمہ آواز میں گویا کہ مجھ سے وہ کہتا ہے کہ مجھکو پکڑ لے پس یہ مطلب اُس کا میں سمجھ گیا اور اُس کے ساتھ لٹک گیا وہ مجھکو نکال لیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شیر درندہ ہے پس وہ چلا گیا اور ہاتف نے آواز دی کہ اے حمزہ کیا نہیں ہم نے تجھ کو اچھی طرح کی نجات دلائی ہلاکی سے اُس چیز کے ساتھ جو وہ خود ہلاک کرنے والی ہے انتہی ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے احوال کا ذکر ہوا یہ کیسے لوگ ہیں کہ باوجود وقوع شدائد مصائب کے معمولی امور میں کسی مخلوق سے سوال نہیں فرمایا کہ جس میں عادت ایک دوسرے سے مدد چاہنے کی ہے کسی سے مدد نہیں چاہی بلکہ ایسی بات کا خطرہ بھی اپنے دل میں آنے نہیں دیا خدا نے اُن کو مقام توکل اور تفرید میں کس قدر استقلال اور ثبات عنایت کیا پس حدیث اذا سئلت فاسئل اللہ الخ سے تربیت ایسے مقام حاصل کرنے کی ہوئی بایں لوگ حدیث مذکور کے معنی سمجھے اور خدا نے اُن کو توفیق عمل حدیث مذکور پر عنایت فرمائی اور وہ لوگ معنی بھی سمجھے اور عمل بھی کیے یا آنکہ جو لوگ ہر قسم کی مخلوق سے بلا قید قوم و ملت بضرورت خواہ بے ضرورت مدد چاہتے ہیں اور دستِ سوال اُنکے روبرو دراز کرتے ہیں اور ان امور کو منافی حدیث مذکور نہیں جانتے مگر صالحین سے دعا چاہنے کو منع کرتے ہیں اور اس حدیث کو اپنے مدعا پر پیش کرتے ہیں چھٹی غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ صالحین سے دعا بہ ندا اُن کے اسماء کے چاہنا منافی حدیث

مذکور سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے توضیح اُس کی یہ ہے کہ اِس میں شک نہیں کہ خدا سے
دعا کرنا عین عمل حدیث اذا سئلت الخ پر ہے اور صالحین سے دعا چاہنا اپنے انجاحِ
مرام کے لیے بارگاہِ الٰہی میں یہ بھی خدا سے دعا کرنا ہے اور عمل حدیث مذکور سے ہے
کیونکہ یہ دعا بہ بارگاہِ الٰہی بواسطہ و وسیلۂ صالحین ہے اور وہ دعا بلا واسطہ ہے اولیاء اللہ
کو کشفِ غیب، کے متکلمین قائل ہیں۔ اور اموات اور احیاء اولیاء اللہ ہر دو برابر بلکہ
اموات کو بہ نسبت احیا ترقیاتِ مقام ہے جس کی تفصیل عنوانِ باب میں بخوبی کی گئی۔
تتمیم فوائد کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول اِس جگہ نقل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے
رسالۂ فوائد مجربہ میں نقل کیا ہے جو مولوی عنایت علی صاحب کے پاس سے مجھ
پاس پہنچا ولقد فهم للطريقة القادرية والنقشبندية والچشتية خاصة
علىحده فالقادرية قريبة من الاويسية والروحانية وان كان التعليم
من الشيخ الظاهر ولها تقدم فى الارتباط بالشيوخ وتوجه المشائخ الى الطالب
ليست بغيرها وذلك لان الشيخ عبد القادر رضى الله عنه له شعبة من السريان
فى العالم وذلك انه لما مات صار بهيئة الملاء الاعلى والطبع فيه الوجود السارى
فى العالم كله فحصل من هذا الوجه روح فى طريقة ترجمہ بہ تحقیق کہ جانا گیا واسطے
طریقۂ قادریہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ کے خصوصیت علىحدہ ہے پس طریقۂ قادریہ قریب ہے
طریقہ اولیسیہ اور روحانیہ سے اگرچہ ہو تعلیم شیخ ظاہر سے اور طریقۂ قادریہ کے لیے تقدم
ہے ارتباط میں سات شیوخ کے اور توجہ طرف مشایخ کی طرف کے جو غیر طریقۂ قادریہ
میں نہیں اس لیے کہ شیخ عبد القادر رضی عنہ کے لیے شعبہ ہے سریان سے عالم میں اور
یہ امر اس واسطے ہے کہ جب آپ نے وفات پائی بہیئت ملاء اعلیٰ ہوئے اور آپ کی ذات

ہیں وہ وجود جم گیا جو تمام عالم میں ساری ہے پس اسی وجہ سے روح آپ کے طریقہ میں حاصل ہوئی ۔ ساتویں غلطی مانعین ندا کی یہ ہے کہ وہ لوگ اولاً آیت ایاک نستعین سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ نکالتے ہیں یہ غلط ہے اوامر و نواہی الٰہی سے حکم جواز یا عدم جواز وغیرہ نکلتا ہے ایاک نستعین نہ امر ہے نہ نہی ہے پس اس سے حکم عدم جواز استعانت بغیر اللہ سمجھنا غلط ہے بلکہ تمام سورۂ فاتحہ خالی ہے اوامر و نواہی اور احکام سے پس سورۂ فاتحہ سے کوئی حکم اور مسئلہ مستنبط نہیں صاحب وسیلہ تفسیر احمدی سے نقل کرتے ہیں سورۃ الفاتحۃ خالیۃ عن تعیین المسائل یعنی سورۂ فاتحہ میں کوئی مسئلہ جواز یا عدم جواز کا یا وجوب وغیرہ کا نہیں ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ حالت صلوٰۃ میں بندہ خدا کی حمد اور شکر میں بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تیری ہی مدد ہمارے ہر حال میں شامل ہے اگر اس کے معنی ایسے کیے جائیں جو مانعین ندا کرتے ہیں کہ ہم خاص تیرے ہی سے بلا وسیلہ و واسطہ مدد چاہتے ہیں تیرے سوا کسی مخلوق سے مدد نہیں چاہتے تو اپنے اس بیان میں خاص وہی مصلی لوگ صادق ہوں گے جو لوگ کہ مقام ترک و تجرید اور توکل میں استقامت رکھتے ہیں عام مصلی اپنی راست بیانی سے محروم رہینگے حالانکہ سورۂ فاتحہ کی قرارت کا حکم ہر خاص و عام کے لیے ہے پس حالتِ صلوٰۃ جو مقام عبادتِ الٰہی ہے اور قیام بین یدی اللہ تعالیٰ ہے خلاف بیانی کس قدر نازیبا ہے خصوصاً وہ بیان کہ جس بیان کا حکم حق تعالیٰ نے حالتِ صلوٰۃ میں ہم کو کیا ہے مگر اس وقت ہر خاص و عام اپنے بیان میں راست ہوں گے جب کہ استعانت کے بارہ میں ہمارا وتیرہ اختیار کیا جائے اور استعانت بالوسائل کو بھی خدا سے استعانت سمجھے اور ایاک نستعین کی معنی بدین وجہ کی جائے کہ بندہ بارگاہ الٰہی میں بہ مقام

ساتویں غلطی

عہ صاحب الوسیلۃ الجلیلۃ مولوی چودھری کمال احمد سکندر پوری ص ۱۲

حمد و شکر عرض کرتا ہے کہ اے باریتعالیٰ ہم تیرے ہی سے مدد چاہتے ہیں تیرے سوا ہمکو
مدد ملنا کہاں ممکن ہے کیونکہ اگر ہم کو اسباب ظاہری سے بھی مدد ملتی ہے تو وہ حقیقت میں
تیری ہی مدد ہے اسباب ظاہری سے مدد چاہنا تیرے ہی سے مدد چاہنا ہے اگرچہ
بوقت اختیار اسباب کے ہم کو اس بات سے غفلت اور ذہول رہتا ہے اسلیے
کہ اگر تو اسباب ظاہری کو پیدا نہ کرتا یا آنکہ پیدا کرتا مگر ہماری مدد کی اُس میں تاثیر نہ دیتا
اور اگر تاثیر بھی دیتا مگر ہم کو معلوم نہ کرتا اگر معلوم بھی کرتا مگر اسباب ظاہری کو ہم تک نہ پہنچاتا
اگر ہم تک پہنچتے مگر اُس سے مدد لینے پر ہم کو قادر نہ کرتا تو ہم اسباب ظاہری سے کیونکر
مدد لے سکتے پس اسباب ظاہری کی مدد تیری ہی مدد ہے اور اسباب ظاہری سے مدد
چاہنا بھی درحقیقت تجھ سے ہی مدد چاہنا ہے پس شہود مسبب اسباب میں ہمکو
نصیب فرما اور اس صراط مستقیم کی ہم کو ہدایت کر اور غیریت اور غفلت جو ہمارے
اذہان میں سمائی ہے اُس کو دور کر اپنا شہود ہم کو عنایت فرما جیسا کہ خدا نے دوسری
جا سے قرآن مجید میں ہم کو اس امر کی تعلیم فرمائی ہے وجعل لکم من الفلك والانعام
ما ترکبون لتستوا علیٰ ظهوره ثم تذکروا نعمة ربکم وتقولوا سبحان الذی
سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین ترجمہ اور گردانا تمہارے لیے کشتی اور چارپایوں
سے وہ جو تم سوار ہوتے تا کہ تم اُن کی پیٹھوں پر سوار ہو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جسنے
ہمارے لیے اس کو مطیع کیا اور نہیں تھے ہم اُس کے نزدیک ہونے والے جب
معلوم ہوا کہ استعانت باسباب بھی درحقیقت استعانت بخدا ہے پس اولیاء اللہ سے
مدد چاہنا اُن کی دعا اور شفاعت کے ساتھ کیوں کر استعانت بغیر خدا ہوئی دلیل آخر جواز استعانت
باولیاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفا میں لکھا

۔۔ ہے کہ روایت کی بیہقی نے اور ابونعیم دلائل النبوۃ میں اور لالکائی شرح السنۃ میں اور دیبر عاقولی نے اپنے فوائد میں اور ابن اعرابی نے کرامات الاولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک میں نافع سے وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ ایک بار سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لشکر کو جہاد کے لیے ایک جانب میں روانہ فرمایا اُس کا سردار ایک شخص کو بنایا جس کا نام ساریہ تھا جب لشکر روانہ ہوگیا اور اپنے مقام پر جاکر جہاد میں مصروف ہوا ایک روز خطبۂ جمعہ آپ ادا فرما رہے تھے کہ یکایک آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل تین بار بعد اُس کے ایلچی لشکر کی جانب سے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت عمرؓ نے اُس سے جنگ کا حال پوچھا اُس نے کہا اے امیر المومنین ہم کو جنگ میں ہزیمت ہوگئی تھی جس وقت ہم حالت ہزیمت میں تھے یکایک ہم نے آواز سنی یا ساریۃ الجبل تین بار اُسوقت ہم نے اپنی پشت پہاڑ سے لگادی حق تعالیٰ نے ہم کو مظفر و منصور کیا اور فریق مخالف کو ہزیمت دی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہاں سے اُن لوگوں کو پکارا جو ملک نہاوند میں تھے جو زمین عجم سے ہے ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے۔ اِس روایت سے تین امور مستنبط ہوئے اول یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حال ساریہ کا منکشف ہوا باوجودیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساریہ سے بمراحل بعید تھے۔ دوسرا یہ کہ آواز حضرت عمرؓ کی ساریہ کو بمنزلہائے بعیدہ پہنچ گئی۔ تیسرا یہ کہ حضرت عمرؓ کی تائید سے امر منقلب ہوگیا یعنی ہزیمت لشکر ساریہ کی ساتھ فتح و نصرت کے مبدل ہوگئی اب خیال کرنے کا مقام ہے کشف حال ساریہ اور تائید ساریہ اور اُن کے لشکر کی اُس وقت اور اُس حالت میں ہوئی

کہ ساریہ کی توجہ حضرت عمرؓ کی طرف نہیں تھی اگر ہوتی تو ساریہ ایلچی سے ضرور بیان کرتے اور ایلچی حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ حال ضرور عرض کرتے وہ بھی روایت حدیث میں درج ہوتی پس جب حالتِ بے توجہی میں ساریہ کا حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مکشوف ہوا اور حضرت کی امداد ساریہ کے حال پر مبذول ہوئی اگر حالت توجہ میں امداد اولیاء اللہ کی مستغیثین کے حال پر ہو اور اُن کا حال اولیاء اللہ پر مکشوف ہو تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے بلکہ حالت توجہ کو حالت بے توجہی پر خصوصیت اور مزیت حاصل ہے اب ایک حدیث عرض کرتا ہوں جس سے واضح ہوگا کہ مومن کا ذکر کرنے سے مومن پر کیا اثر ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حصن حصین میں ابن ابی شیبہ سے روایت موقوف ہے اذا طنت اذانہ فلیذکر النبی ولیصل علیہ ولیقل ذکر اللہ بخیر من ذکرنی یعنی کسی کے کان میں آواز مثل آواز مگس آنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے اور آپ پر درود عرض کرے۔ اور کہے کہ خدا یاد کرے اُس شخص کو جس نے مجھ کو نیکی سے یاد کیا۔ شرح فارسی میں اس مقام پر لکھا ہے کہ معجم کبیر میں اور کتاب عمل الیوم واللیلہ میں یہ حدیث بہ روایت ابورافع آئی ہے جو صحابی ہیں پس اس حدیث کا بروایت ابورافع آنا دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ ابورافع نے اس حدیث کی اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچائی ہے تو یہ حدیث مستند ہوگئی ورنہ یہ حدیث ابورافع پر موقوف رہی مسئلہ اصول فقہ کا ہے قول صحابی اُس مسئلہ میں کہ خلاف قیاس ہو مثل حدیث کے ہے کیونکہ اگر موافق قیاس کے ہو تو احتمال ہے کہ صحابی نے اپنی رائی اور اجتہاد سے یہ بات فرمائی ہو جب وہ مسئلہ خلاف قیاس ہے تو سوائے اسکے چارہ نہیں کہ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سنا ہو پس ایسے

اذا طنت اذنہ

قول صحابی کے مقابلہ میں مجتہد کو لازم ہے کہ اپنا قیاس چھوڑ دے اور اسی قول صحابی پر عمل کرے پس یہ قول ابورافع کا بھی خلاف قیاس ہے حکم میں حدیث کے ہے جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کتاب غنیۃ الطالبین میں اس حدیث کی نسبت صاف وصریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فرمائی ہے اُس کی یہ عبارت ہے واذا طنت اذنہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویقول ذکر اللہ من ذکرنی بخیر لانہ مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحاصل اس روایت سے چند امور مستنبط ہوئے اول تو یہ کہ مومنین کو یاد کرنے سے اُن کے کان میں ایک قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے جو مثل آواز مکھی کے محسوس ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ جب بندہ بادائے نوافل میرا قرب ڈھونڈھتا ہے تو میں اُسکی سماعت ہو جاتا ہوں الخ جس کا ذکر تفصیلاً آئے گا انشاء اللہ تعالی یاد کرنے والوں کی آواز پوری طور سے نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ یہ حالت مومنین کی جو حدیث میں وارد ہے ابتدائی ہے ابھی اُن کا تصفیہ قلب بطور کمال کے نہیں ہوا نہ اُن کا قلب علائق کونیہ سے پورا صاف اور پاک ہوا ہر مومن گو کہ وہ کیسا ہی علائق میں مبتلا کیوں نہ ہو مگر بہ برکت ایمان کے قلب اُس کا مرتبہ ایمان کے موافق کبھی نہ کبھی نورانی ہو جاتا ہے اس حالت میں اگر اُن کو کوئی یاد کرے تو یہ اثر اُس کے کان میں بفیضان سمع الہی پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا امر اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ امت مرحومہ کو تربیت اس امر کی ہوئی کہ اگر ایسا اثر مومنین کے کان میں محسوس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے اور درود پڑھے اگر مراد اس سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کرنا ہی یاد کرنا ہے تو جملہ ثانیہ عطف تفسیر جملۂ اولی کا واقع ہوا

پس یہ اثر کے پائے جانے کے بعد حضرت کو یاد کرنا اور آپ پر درود عرض کرنا اُس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبارک امت مرحومہ کے حال زار پر شامل ہے۔ جب مسلمان کے کان میں یہ اثر پیدا ہو تو خیال کرے کہ یہ اثر شاید حضرت کی یاد کا ہو لہذا واجب ہوا کہ براہ ادب اور بادائی شکریہ یاد فرمانے حضرت پر درود عرض کرے۔ دوسری وجہ کہ یہ حالت جو مومن کو حاصل ہوئی بسبب ایمان کے حاصل ہوئی اور ایمان بطفیل حضرت کے ملا پس اس حالت کا حصول بطفیل حضرت کے ہوا علاوہ مراتب اُخروی کے دنیا میں ہی یہ کیسا مرتبہ سرفراز ہوا۔ دور دور کی آواز کا اثر مسلمان کے کان میں پڑنے لگا جس کا کچھ شکریہ ادا نہیں ہوسکتا مگر اس قدر تو ہو کہ مسلمان حضرت پر درود عرض کرے تاکہ بوجہ ادائی شکریہ نبویہ کے بتوجہ مبارک آنحضرت یہ حالت مومن کی جو حالت ابتدائی کشف غیب ہے کمال کو پہنچے خدا فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم تیسرا امر جو یہ روایت میں ہے کہ بعد درود عرض کرنے کے دعا خیر یاد کرنے والے کے حق میں کرے اُس کی وجہ یہ ہے کہ سوائے حضرت کے اگر اور کوئی مسلمان یاد کیا ہے تو اُس کے یاد کرنے کے شکریہ میں اس کے لیے دعائے خیر کرے اب یہاں خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن کو ابھی تصفیہ قلب پوری طور سے حاصل نہیں اور اُن کا قلب علائق دنیہ سے بے تعلق نہیں ہوا تو محض اُن کے ایمان کی برکت سے اُن میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ اُن کے یاد کرنے والوں کا اثر اُن کے کان میں پہنچنے لگا اور فقط اُسی قدر حالت اور مرتبہ میں اُن کو تربیت ہونے لگی کہ تم اپنے یاد کرنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں اور اُن کی دعائے خیر سے غافل نہ ہوں پس جن کو تصفیہ قلب بطور کمال حاصل ہوگیا ہو

اور وہ مظہر اسماء و صفات ربانیہ بطور کمال ہو گئے ہوں تو کیوں اُن کو پورے طور سے اطلاع اُن کے پکارنے والوں کے حال کی خدا کے طرف سے نہ ہو اور خدا کی جانب سے اُن کو کیوں نہ تربیت ہو کہ وہ اپنے مستغیثین کے حق میں دعائے خیر کریں اور اُن کی حاجت روائی اور حل مشکل خدا سے چاہیں پس خدا نے جن کو کشف غیب عنایت فرمایا اور حاجت روائی خلائق کا وسیلہ اپنی بارگاہ کا کیا ہم کیوں اُن کو بوقت شدت اور مصیبت کے نہ پکاریں بعضے علماء جو ندا کو منع کرتے ہیں اُن کی تقریر ایسی سنی گئی کہ اولیاء اللہ کو اگرچہ کشف غیب ہوتا ہے مگر ہر وقت نہیں ہوتا بلکہ بعض وقت اور جس وقت اُن کو کشف ہوتا ہے وہ ہم کو معلوم نہیں پس ہم اولیاء اللہ کو کیسا پکاریں یہ کیونکر معلوم ہو کہ مثلاً ہم اس وقت اُن کو پکاریں تو اُن کو کشف غیب ہے خاکسار اُس کا جواب بطور معارضہ بالقلب کے دیتا ہے یعنی جو وہ دلیل عدم جواز کی پیش کیے وہی دلیل بعینہ جواز ندا پر قائم ہو گئی یعنی عدم جواز ندا پر اُنہوں نے یہ دلیل قائم کی تھی کہ اولیاء اللہ کو کشف غیب ہر وقت نہیں ہوتا اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں پس یہ دلیل بعینہ جواز ندا پر قائم ہو سکتی ہے ہم نے مان لیا کہ اولیاء اللہ کو ہر وقت کشف نہیں ہوتا۔ اور اُن کے کشف کا وقت ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری مدعا اور پکارنے کا کشف اُن کو کب ہوتا ہے بلکہ اُن کے کشف کا حال مبہم ہے تو ہم کو چاہیے کہ ہر وقت اُن کو اپنی قضاء حاجت کے لیے پکارا کریں جس وقت اُن کو ہمارے پکارنے کا کشف ہو جائے اور وہ ہماری حاجت روائی کے لیے خدا سے دعا کریں اُن کی دعا ہماری حاجت روائی میں حکم اکسیر ہے جیسا کہ جمعہ کی ساعت اجابت مبہم ہے بدیں وجہ اہل حاجت کو چاہیے کہ تمام دن جمعہ کے حق تعالیٰ

بعض علماء

سے اپنی حاجت روائی کے لیے دعا کریں کہ اگر دعا ساعت اجابت کے موافق ہو تو حاجت روائی ہو جائے ایسا ہی شب قدر عشرہ اخیر رمضان شریف میں مبہم ہے۔ پس چاہیے کہ تمام عشرۂ اخیر شہر رمضان شب بیداری کرے تاکہ شب قدر کو پائے اور اُسکے فوائد حاصل کرے یہ جواب علی التقدیر تسلیم قول سائل ہے۔ ورنہ جن کو خدا نے خلائق کی حاجت روائی کے لیے مقرر فرمایا ہے مثل غوث قطب اوتاد اور ابدال کے بلکہ جملہ اولیا کہ انکا وجود رفاہ خلائق کے لیے ہے اُن کو ہر وقت خدا کی جانب سے اُن کے مستغیثین کے حال سے اطلاع ہوتی ہے جیسا کہ حدیث اذا طنّت اذنہ الخ سے معلوم ہو گیا حق سبحانہ ہم کو اولیاء اللہ کی جناب میں رسوخ عقیدہ عنایت فرمائے ابتداء خصیصہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بروات ثقات باسانید متصلہ نقل کیا گیا کہ حضرت نے فرمایا جو شخص میرے نام سے سختی کیوقت مجھکو پکارے وہ دفع ہو جائیگی اگرچہ حضرت کی امداد اور اعانت فریادیوں کے حال پر جو ہوئی ہے اور ہوتی جاتی ہے اُس سے حضرت کے احوال شریف کی کتابوں کے دفتر کے دفتر مملو ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ وہ لکھے بھی نہیں گئے بلکہ لکھا جانا حضرت کی امداد اور اعانت کا بہت مشکل ہے مگر حق سبحانہ حضرت کی جناب میں اعتقاد راسخ نصیب کرے آدمی حضرت کی امداد اور اعانت کو فی البدیہہ دیکھ سکتا ہے اس جائے تبرکاً و تیمناً دو روایات نقل کیے جاتے ہیں جو باسانید متصلہ مروی ہیں۔ بشر القرظی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک صحرا خوفناک میں اترے وہ صحرا ایسا خوف والا تھا کہ بھائی اپنے بھائی کی خبر گیری نہیں کر سکتا بسبب خوف کے جبکہ اوائل شب میں اپنے اونٹوں پر روانگی کے لیے بوجھ لادے

میرے چار اونٹ بوجھ لدے ہوئے گم ہوئے بہت کچھ جستجو کی مگر نہیں ملے اور
قافلہ چلا گیا میں اونٹوں کے ڈھونڈھنے میں قافلہ سے علیحدہ ہوگیا مجھ کو شتر بان
نے بہت سخت سست کہا اور میرے ساتھ ٹھہر گیا پھر میں اونٹوں کی طلب میں تھا
کہ صبح ہونے لگی اور مجھے قول شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یاد آیا کہ آپ
فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی سختی میں پڑ جائے تو مجھ کو پکار وہ سختی تجھ سے دور ہوگی پس
میں نے کہا یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ چلے گئے یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ
چلے گئے پھر میں نے مشرق کی جانب سے صبح کی روشنی میں دیکھا کہ ایک مرد
اُن کے کپڑے بہت ہی سفید اور اپنی آستین سے میری جانب اشارہ کرتے
ہیں یعنی وہ اشارہ سے آؤ آؤ کہتے ہیں پھر جب میں نے ٹیکری پر چڑھا کسی کو
نہیں دیکھا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں اونٹ ٹیکری کے نیچے بیٹھے ہوئے
ہیں پھر ہم نے اُن اونٹوں کو لے لیے اور قافلہ سے بھی مل گئے۔ ابوالمعالی
جو اس روایت کے اوپر کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالحسن
خباز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور یہ حال اُن سے بیان کیا اُنھوں نے کہا کہ
میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے سنا ہوں وہ کہتے تھے کہ میرے سردار شیخ
عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ کسی مصیبت میں استغاثہ
کرے وہ دور ہو جائے گی الخ ایضاً بہجۃ الاسرار میں باسانید متصلہ شیخ ابوعمر
وعثمان صریفینی اور شیخ ابومحمد عبدالحق حریمی رحمۃ اللہ علیہما سے بغداد ۵۶۹ھ میں
روایت ہے ہر دو شیخ کہتے ہیں کہ ہم حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مدرسہ میں روز یکشنبہ تیسری صفر ۵۵۵ھ میں حاضر تھے پس حضرت کھڑے ہوئے

اور کھڑاواں پہنے اور وضو فرمائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آواز بہت زور سے دی اور ایک فرد کھڑاواں لے کر ہوا میں پھینکدیا پس وہ کھڑاواں ہماری نظر سے گم ہوا پھر حضرت نے دوسرے بار ایک آواز بہت زور سے دی اور دوسرا کھڑاواں بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی ہوا میں اڑتا ہوا ہماری آنکھوں سے گم ہوگیا پھر حضرت بیٹھ گئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ حضرت سے پوچھیں۔ پھر بعد تیئس ۲۳ دن کے بلاد عجم سے قافلہ آیا اور کہا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے ہم نے اُس نذر کی بابت حضرت سے اذن چاہا ارشاد ہوا کہ لے لو اُنہوں نے کچھ ریشمی کپڑے اور خز کے حضرت کی نذر کئے۔ اور دونوں فرد کھڑاویں بھی دیئے جو حضرت نے پھینکے تھے ہم نے اُن سے پوچھا کہ یہ کھڑاویں تمہارے پاس کہاں سے آئے اُنہوں نے کہا کہ ہم لوگ تیسری صفر یکشنبہ کے روز چل رہے تھے کہ ہم پر عرب ظاہر ہوئے اُن کے ساتھ دو سردار وہ لوٹنے لگے اور ہمارے بعض شخصوں کو قتل کئے اور ایک نشیب کی جگہ اُترے اور ہمارا مال تقسیم کرنے لگے اور ہم لوگ اُس نشیب گاہ کے کنارے پر تھے پس ہم نے کہا کہ اگر ہم شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کو اس وقت یاد کریں تو اچھا ہے پس ہم آپکی نذر اپنے مالوں سے مان لئے کہ اگر ہم سلامت رہیں پس جس وقت کہ ہم آپ کا ذکر کر رہے تھے کہ دو بلند آوازیں ایسی سنیں کہ جس سے وہ نشیب گاہ پھر گئی اور اُن راہزنوں کو دیکھا کہ وہ بہت پریشان ہیں ہم نے گمان کیا کہ اُن کے پاس اور دوسرے عرب آگئے ہیں پھر بعض اُن کا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ آؤ تمہارا مال لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا مصیبت گزری ہے پھر اُنہوں نے ہم کو اپنے سرداروں

کی طرف سے گئے۔ پس ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مردہ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک فرد کھڑا دال یہ پانی میں ترپچھا ہے پس اُنھوں نے ہمارا مال ہم کو واپس دیا اور کہا کہ یہ واقعہ ہم کو امر عظیم سے خبر دیتا ہے انتھی پس یہ ہر دو کرامات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہے کہ احوال غائبین سے جو آپ کو ندا کی تھی اپنی مدد کے لیے اطلاع ہوئی۔ اور یہ کرامات آپ کے قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واقع ہوئے کہ جو شواہد النبوت سے روایت کئے گئے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو استغاثہ غائبین سے اطلاع ہوئی اور آپ نے غائبین کی مدد فرمائی اور ان کرامات کو مناسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے ہوئی جس کا ذکر اوپر ہوا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو احوال ساریہ سے اطلاع ہوئی جو آپ سے بمراحل بعید اور غائب تھے اور آپ نے اُن کی تائید مراحل بعید سے فرمائی خصوصاً روایت ثانیہ کو زیادہ مناسبت اور مشابہت ہے کہ علاوہ ان دو وجہ سابق کے جو مناسبت فیما بین ذکر ہوئی دو وجہ مناسبت اُس میں زائد ہیں جیسا کہ ساریہ کا حال کہ آواز حضرت عمرؓ کی اُن کی سماعت میں دور سے آئی ویسا ہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز قافلہ والوں نے دور سے سنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید سے ہزیمت لشکر ساریہ کی بفتح و نصرت مبدل ہوئی ویسا ہی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید سے قافلہ کو بعد نقصان پہنچنے کے فتح و نصرت ملی۔ اور اُن کا مال و اسباب واپس ملگیا۔ اب میں تصریحات علما نقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ اولیاء اللہ کے ذوات سے کیونکر حاجت روائی مخلوق کی ہوتی ہے شیخ ابن حجر ہیتمی کا قول فتاوی حدیثیہ میں منقول ہے کہ طبرانی کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال میری

امت میں تیس[۳۰] ہیں اُنہیں کے سبب سے زمین قائم ہے اور انہیں کے باعث لوگ پانی برسائے جاتے ہیں۔ اور اُنہیں کی وجہ سے لوگ فتح مند ہوتے ہیں اور ابن عساکر کی یہ حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس[۴۰] ہیں اُنہیں کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اُنہیں سے تم کو دشمنوں پر فتحمندی ہوتی ہے اُنہیں کی وجہ سے بلا اور غرق اہل ارض سے پھیرے جاتے ہیں ایضاً طبرانی کی حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہیں اُنہیں کی وجہ سے تم کو نصرت ہوتی ہے اُنہیں کے باعث سے تم کو رزق ملتا ہے امام احمد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ابدال شام میں ہیں وہ چالیس[۴۰] مرد ہیں جو کوئی ایک مرد اُن میں کا مر جائے حق تعالیٰ اُن کی جائے پر دوسرے کو بدل دیتا ہے اُنہیں کی وجہ سے تم پانی برسائے جاتے ہو اُنہیں کے باعث تم مدد دیئے جاتے ہو دشمنوں پر اور اہل شام سے عذاب اُنہیں کی وجہ سے دور ہوتا ہے شیخ جلال الدین سیوطی کرامات الاولیاء میں روایت کرتے ہیں اور دیلمی نے بھی روایت کی ہے کہ ابدال چالیس[۴۰] مرد اور چالیس عورتیں ہیں جب کوئی مرد یا عورت اُن میں کی مر جائے اُن کی جگہ دوسرے کو خدا قائم فرماتا ہے ابن حبان کی حدیث ہے کہ نہیں خالی رہتی زمین تیس مرد اور اسّی[۸۰] مرد سے جو مثل ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ہوتے ہیں اُنہیں کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اُنہیں کی وجہ سے تمہاری فریادرسی ہوتی ہے اُنہیں کے باعث تم رزق دیئے جاتے ہو ف دیکھیے اس حدیث میں صاف وصریح لفظ فریادرسی کا موجود ہے کہ مخلوق انہیں کی وجہ سے اپنی فریاد کو پہنچتی ہے خطیب نے تاریخ بغداد میں کتانی سے روایت کرتے ہیں کہ نقباء تین سو[۳۰۰] اور نجباء ستر[۷۰] اور بدلا یعنی ابدال چالیس[۴۰] اور اخیار ستر اور عمد چار[۴] اور غوث ایک ہی

مسکن نقبار کا مغرب اور نجبار کا مصر اور ابدال کا شام ہے اور اخیار زمین میں سیر کرتے
ہیں عمد گوشہ ہائے زمین میں رہتے ہیں مسکن غوث کا مکہ ہے اگر کوئی حاجت مخلوق
کی پیش ہو حاجت روائی کے لیے نقبار بتضرع خدا کی جناب میں دعا کرتے ہیں پھر
نجبار پھر ابدال پھر اخیار پھر عمد پس اگر اُن کی دعا قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ بتضرع غوث
دعا کرتے ہیں پس اُن کی دعا ختم نہیں ہوتی کہ مستجاب ہوتی ہے انتہی یہ سب روایات
جو مذکور ہوئے اُن مقربوں کی حاجت روائی کا بیان ہوا جو اس عالم میں تشریف فرماہیں
اب قول علمار کا در باب مقربان الٰہی جو اس عالم سے پردہ کیے ہیں اور عالمِ اخروی
میں ہیں اور اُن سے حاجت روائی خلائق ہوتی ذکر کرتا ہوں حجۃ الاسلام امام محمد
غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مسمی المضنون علی غیر اہلہ ہے فرماتے ہیں۔
ف اگرچہ محرر اوراق فتاوی حدیثیہ وغیرہ کی عبارت کے ترجمہ پر اکتفا کیا بلحاظ اختصار
لیکن اس جائے بعینہٖ عبارت رسالہ مذکورہ اہتماماً نقل کی جاتی ہی اس لیے کہ یہ مضمون
مسئلہ مانحن فیہ سے جو استمداد از ارواح طیبہ ہے تعلق زیادہ رکھتا ہے وہ عبارت
یہ ہے اما التقرب بالمشاهد الانبیاء والائمۃ علیهم السلام فان المقصود منه
الزیارت والاستمداد من سوال المغفرة وقضاء الحوائج من ارواح الانبیاء
والائمۃ علیهم السلام والعبارة من هذا الامداد الشفاعة۔ ترجمہ لیکن
نزدیک ہونا واسطے مقابر انبیا علیہم السلام کے پس مقصود اُس سے زیارتِ قبور اور
مدد چاہنا ہے طلب مغفرت اور قضاء حوائج انبیا اور ائمہ علیہم السلام کی ارواح سے
اور عبارت اُس سے مدد دینا اور شفاعت کرنا ہے۔ وهذا یحصل من جهتین الاستمداد
من هذا الجانب والامداد من جانب الآخر۔ ترجمہ اور یہ حاصل ہوتا ہے دو طرح سے

طلب مدد کرنا اس جانب سے اور مدد کرنا جانب آخر سے ہے یعنی جس کی زیارت کی جاتی ہے

وللزیارت المشاهد اثر عظیم فی هذین الرکنین - ترجمہ اور واسطے زیارت مقابر کے اثر عظیم ہے ان دو رکنوں میں یعنی مدد چاہنے اور مدد کرنے میں اما الاستمداد

فهو انصراف همة صاحب الحاجت باستیلاء ذکر الشفیع والمزور علی الخاطر

حتی تصیر بکلیة همته مستغرقة فی ذالك ویقبل بکلیة علی ذکره وخطوره ببالہ

له وهذه الحالة سبب فیه لروح ذالك الشفیع والمزور حتی تمده تلك

الروح الطیبة بما یستمد منها۔ ترجمہ لیکن مدد طلب کرنا یعنی ارواح طیبہ سے جس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں پس وہ ساتھ متوجہ کرنے ہمت صاحب حاجت کے ساتھ غلبہ ذکر شفیع کے (یعنی جسکی زیارت کرتے ہیں) دل پر یہاں تک کہ ہوجائے تمام ہمت اُس کی مستغرق اُسی میں اور متوجہ ہو بالکل روح طیبہ کی یاد پر اور اُس کا خیال دل میں لانے پر اور یہ حالت سبب ہے اُس استمداد میں واسطے روح اس شفیع کے جس کی زیارت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح طیبہ اُس حاجتمند کی مدد کرتی ہے جس امر میں کہ مدد طلب کی جاتی ہے ومن اقبل فی الدنیا بهمته وکلیته علی

انسان فی دار الدنیا فان ذالك الانسان یحس باقبال ذالك المقبل علیه

ویخبره بذالك فمن لم یکن فی هذا العالم فهو اولی بالتنبه وهو مهیاء

لذالك فان اطلاع من هو خارج عن احوال العالم الی بعض احوال العالم

مثل کما یطلع فی المنام علی احوال من هو فی الاخرة انهم مثاب او معاقب فان

النوم صنو الموت فسبب النوم صار مستعدین لمعرفة احوال لم یکن مستعدین

فی حالة الیقظة لها فکذالك من وصل الی الدار الاخرة وموتا حقیقیا کان

بالاطلاع علی ھذا العالم اولی واحرٰی فاما کلیۃ احوال ھذا العالم فی جمیع الاوقات

لم تکن مندرجۃ فی سلک معرفتھم کما لم تکن احوال الماضین حاضرۃ فی معرفتنا

عند الرویا۔ ترجمہ جو شخص کہ دنیا میں اپنی ہمت کے ساتھ کسی طرف وار دنیا میں
ہمہ تن متوجہ ہو پس تحقیق کہ یہ انسان جان لیتا ہے متوجہ ہونے کو اُس انسان کے
کہ وہ جس پر متوجہ ہوا جو کہتے ہیں دل را بدل رہے است اگر کوئی شخص کسی کی طرف
دل سے متوجہ ہو تو جس پر وہ انسان متوجہ ہوا اُس کی بھی توجہ اُس متوجہ ہونیوالے
کی طرف ہوتی ہے اور وہ جسکی طرف متوجہ ہوا ہے اس کی توجہ جب ہوئی ہے تو
اُس کی توجہ کی اطلاع متوجہ ہونے والے کے دل کو ہوتی ہے یعنی یہ اطلاع کہ تو
جب ہماری طرف متوجہ ہوا تو ہم بھی تمہاری طرف متوجہ ہیں پھر امام فرماتے ہیں کہ جب
دنیا جو جائے غفلت اور حجاب ہے تو ایسا معاملہ وقوع میں آتا ہے جب کہ جو شخص کہ اس
عالم حجاب میں نہ ہو بلکہ وہ اس عالم حجاب و تکدر سے عالم باصفا میں منتقل ہو گیا ہو تو وہ
اس امر کی اطلاع اور آگاہی کرنے میں اولی ہے کہ تیری توجہ کے سبب سے ہماری
توجہ بھی تیری طرف ہوئی بلکہ وہ شخص کہ عالم اخروی میں ہے مستعد ہے اس اطلاع کے
لیے پس تحقیق مطلع کرنا اُس شخص کا جو خارج ہے احوال عالم دنیا سے طرف بعض
احوال عالم کے ممکن ہے جیسا کہ اطلاع کی جاتی ہے خواب میں اوپر احوال اس کے
کہ وہ عالم اخروی میں ہے کہ وہ اچھی حالت میں ہے یا بری حالت میں پس تحقیق کہ
خواب مثل موت کے ہے اور موت کا بھائی ہے اور بسبب موت کے ہم میں اُس
چیز کے جاننے کی استعداد حاصل ہوئی جو حالت بیداری میں نہ تھی پس ایسا ہی جو
شخص کہ دار آخرت میں پہنچے اور موت حقیقی اُس کو لاحق ہو جائے تو وہ اطلاع پر اُس

عالم سے کسی اولی اور لائق تر ہے لیکن جمیع احوال اُس عالم کے جمیع اوقات میں اُس کے سلکِ معرفت میں مندرج نہیں ہیں جیساکہ گزرے ہوئے لوگوں کے احوال ہمارے علم میں خواب کے وقت حاضر نہیں رہتے انتہی- اس تقریر میں امام نے عوام کی حالت کو اخص الخواص اور خواص کے ساتھ تشبیہ دی - میرا یہ خیال ہے کہ تشبیہ بطریقِ اَولویت کے ہے یعنی جب کہ عوام مخلوق کا حال دنیا میں ایسا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی کی طرف بہمہ تن متوجہ ہو تو اُس دوسرے انسان کی بھی توجہ اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُس کی اطلاع دل سے اُس متوجہ ہونے والے کے ہو جاتی ہے اور جیساکہ ہم لوگوں کو بہ نسبت بیداری کے خواب میں علم اُن کے احوال سے ہوتا ہے جو عالمِ آخرت میں بھی ویسا ہی وہ لوگ کہ اُس عالم سے چلے گئے ہیں اُن کی طرف سے بھی ہمارے دل پر اُن کی توجہ کا اثر پڑتا ہے پس انبیا علیہم السلام اور اولیا اللہ کا مرتبہ اس سے اعلیٰ ہے کہ ہم جب اُن کی طرف متوجہ ہوں اور ہماری توجہ سے اُن کی توجہ ہماری طرف ہو اور اثر اُس کا اُن کی طرف سے ہمارے دل پر پڑے اور اُن کی توجہ سے ہمارا کیا حال ہو- ولاحاد المعارف معینات ومخصصات اوپر تو بیان ہوا کہ کل احوال اس عالم کے جمیع اوقات میں اُن کی سلکِ معرفت میں نہیں ہیں - البتہ بعض حال اس عالم کے افراد کا اُن کو معلوم ہوتا ہے مگر اس معلومیت کے لیے کئی وسائل اور علاقے ہیں جو اُن سے خاص اُن افراد عالم کے خاص احوال کا علم ارواحِ طیبہ خاصانِ الٰہی کو ہوتا ہے منہا ہمۃ صاحب

الحاجۃ وھی استیلاء صاحب تلک الروح العزیزۃ علی صاحب الحاجۃ اُن وسائل سے ایک یہ بات ہے کہ ہمت صاحب حاجت کی یعنی صاحب حاجت کا اپنی ہمت ارواحِ طیبہ کی طرف متوجہ کرتا ہے چنانچہ خود امامِ ہمت کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ

غلبہ کرنا اِس روحِ طبعی صاحب حاجت کا اوپر صاحبِ حاجت کے ہے یعنی جب آدمی کسی
چیز کی طرف ہمہ تن مصروف ہوتا ہے تو اسکی روح اس چیز پر غلبہ کر جاتی ہے یعنی وہی
چیز اُس کو دکھنے لگ جاتی ہے وہی سنی جاتی ہے وہی دل میں تصور میں خیال میں
بسنے لگجاتی ہے اور سب طرف سے اُس کے حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں یہی
معنی غلبہ روح کے ہیں سو پس ہمت اپنی متوجہ کرنے سے صاحبِ حاجت کے ارواح
طیبہ کا ایک اثر صاحبِ حاجت میں پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ اُس کی مثال امام نے
دی ہے وکما توثر مشاهدة صورة الحی فی حضور ذکرہ وخطور نفسہ
بالبال کذالک توثر مشاهدة ذالک المیت ومشاهدة تربتہ التی هی
حجاب قالبہ۔ جیسا کہ اثر پیدا کرتا ہے مشاہدہ صورت زندہ شخص کا وقت ذکر اُسکے
اور وقت اُس کے دل میں تصور کرنے کے ایسا ہی اثر ہوتا ہے مشاہدہ میں اُس
میت کے اور مشاہدہ قبر میں اُسکے جو اُس کے قالب کا حجاب ہے۔ فان اثر
ذالک المیت فی النفس عند غیبۃ قالبہ لیس کاثرہ فی حال حضورہ
ومشاهدة قالبہ ومشهدہ پس تحقیق کہ اثر اُس میت کا فی نفسہ وقت غائب
ہونے اُس کے قالب کے نہیں ہے مثل اثر اُس کے وقت حاضر ہونے اُس میت
کے اور مشاہدہ اُس کے قالب اور قبر کے۔ یہ بھی تشبیہ احوال عوام کے ساتھ
احوال خواص اور اخص الخواص کی سے ہے یہ طریق امام نے شاید اس وجہ
سے اختیار فرمایا کہ اگر خاص لوگوں کا حال بیان کیا جائے تو عوام کی فہم میں نہ آئے گا
کیونکہ عوام کو خاص لوگوں کے احوال سے بالکل نامناسبت ہے پس عام لوگوں کے
احوال کے بیان سے اُن کو ادراک ہو سکتا ہے کہ ہمارا ایسا حال ہے تو خاص لوگونکا

حال بطریق اولیٰ ہو گا۔ ومن ظن انہ قادر علی ان یحضر فی نفسہ ذالک المیت عند غیبۃ مشہدہ کما یحضر عند مشاہدۃ مشہدہ فذالک ظن خطاء فان للمشاہدۃ اثرا بینا لیس للغیبۃ مثلہ اور جو گمان کرے کہ وہ قادر ہے اِس بات پر کہ میت کو اپنے دل میں غیبت کے وقت اُس کے قالب اور مشہد کے ایسا حاضر کرتا ہے جیسا مشاہدہ کے وقت اُس کے مشہد کے پس وہ گمان اُس کا خطا ہے اس لیے کہ مشاہدہ کے لیے اثر ظاہر ہے جو غیبت کے لیے نہیں۔ زائر کیلیے مزیت غائب پر ہونا حال اُس زائر کا ہے جو زیارت کے بعد ترقی نہ کیا ہو خواہ وہ زائر محجوب ہو یا واصل اس لیے کہ بروقتِ زیارت مشہد مبارک کے روح طیب اُسکے روبرو رہتی ہے پس اس مشہد کے برکات اُس پر فائض ہوتے ہیں اور مشاہدہ مشہد کا اُس کی توجہ اور تصور کو معین ہوتا ہے اور بسبب زیارت کے اہل مشہد پر حق پیدا ہوتا ہے جیسا کہتے ہیں کہ ہر زائر کو حق ہے یعنی دنیا میں کوئی شخص اگر کسی کی ملاقات کے لیے اُس کے مکان پر آئے تو ملاقات کرنے والوں کا خیال اور لحاظ پیدا ہوتا ہے پس جن کو خدا نے مصداق وانک لعلی خلق عظیم کا بنایا ہے بلکہ بغیر حضوری اُن کے پاس وہ لوگ رفاہ خلائق کی طرف متوجہ ہیں بعد اُن کی زیارت کے اُن کی توجہ کا کیا حال ہو لیکن جو زائر کہ بوقت زیارت محجوب ہو اور بعد زیارت حالتِ غیبت میں اُس کو وصالِ الہٰی سر فراز ہو گیا ہو اور یہ مرتبہ سر فراز نہیں ہوتا جب تک محویت ذاتِ محمدی میں سر فراز نہ ہو اور حالتِ محویت میں قربِ حقیقی نبوی سر فراز ہوتا ہے جو قربِ ظاہری سے بوقتِ زیارت محجوب کو ہوتا ہے بدرجہا افضل ہے جیسا کہ سعدی صاحب ؒ نے فرمایا ہے۔ دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور۔ ومن

استعان فی الغیبۃ بذالک المیت لم یکن ھذہ الاستعانۃ خرافا ولا تخلوا

من اثرٍ ما ۔ جو شخص کہ مدد طلب کرے اُس میت سے تو نہ ہوگا یہ مدد طلب کرنا بیکار

اور نہ خالی ہوگا یہ ایک اثر سے انتہی ۔ محرر اوراق عرض کرتا ہے کہ مقصود نقل قول امام

حجۃ الاسلام سے خاص یہی قول ہے کہ امام حجۃ الاسلام علماء شریعت سے ہیں جو کچھ

اُن کا تجربہ علوم شریعت میں ہے شہرۂ آفاق ہے پس وہ فرماتے ہیں کہ خاصانِ حق

سے مدد طلب کرنا بعد اُن کے دنیا سے پردہ کرنیکے اثرِ عظیم رکھتا ہے پس انہوں

نے بھی استمداد غائب کو منع نہیں فرمایا اور نہ ندا کو ناجائز کہا بلکہ استمدادِ غائب

میں ایک اثر کے قائل ہوئے پھر استمداد غائب میں جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کی

دلیل میں دو حدیث بیان کئے حدیث اول ۔ قال علیہ السلام من صلی علیّ

مرۃ صلیت علیہ عشرا ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے میں اُس کے لیے دس دفعہ نزولِ رحمت

کے لیے خدا سے دعا کرتا ہوں پس آپ پر درود بھیجنا خواہ حالتِ غیبوبت

میں ہو یا حضوری میں اُس سے آپ کی ذاتِ پاک پر ایک اثر پیدا ہوتا ہے

جس کی وجہ سے آپ اُس کے لیے دس بار نزولِ رحمت کے لیے دعا

فرماتے ہیں ۔ ومن اجاب المؤذن حلت لہ شفاعتی اور جو شخص کہ موذن

کو جواب دے اُس کے لیے میری شفاعت حلال ہے ایسا ہی موذن کو

جواب دینا خواہ کیسی ہی جائے ہو حاضر آیا غائبا اُس کے لیے خاص شفاعت کا

وعدہ حضرت نے فرمایا کیونکہ شفاعتِ عامہ کا حضرت کی ہر مومن امیدوار ہے ۔ دوسری

حدیث امام نے اس امر کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی قبرِ مطہر کی زیارت سے زائر کے حال پر حضرت کی کیا سرفرازی ہوتی ہے۔

ومن زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ جو میری قبر کی زیارت کرے اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔ جب کہ آپ کی قبرِ مطہر کی زیارت فیضانِ وجوب شفاعت زائر کے حال پر ہوتا ہے اس لیے امام نے مضمون حدیث پر اپنے قول کے ساتھ تفریع کی ہے فالتقرب بقالبہ الذی ھو اخص الخواص بہ وسیلۃ تامۃ نتقاضیہ للشفاعۃ پس نزدیکی حاصل کرنا آپ کے قالبِ شریف کے ساتھ جو وہ سب سے زیادہ آپ سے خاص ہے پورا وسیلہ ہی جو آپ کی شفاعت کو چاہنے والا ہے والتقرب بولدہ الذی ھو بضعۃ منہ ولو بعد توالد وتناسل والتقرب بمشھدہ ومسجدہ وبلدتہ وعصاہ وسوطہ وعضارتہ والتقرب بعادتہ وسیرتہ والتقرب بکل مالہ منہا مناسبۃ الیہ تقرب موجب للتقرب الیہ مقتض لشفاعتہ۔ اور نزدیکی چاہنا آپ کے فرزند کے ساتھ جو وہ آپ کے جز ہیں اگرچہ کئی پشت کے بعد ہوں اور نزدیکی چاہنا آپ کی قبر شریف کے ساتھ اور آپ کی مسجد شریف اور شہر مبارک اور عصار مبارک اور کوڑہ اور ظروف گلی اور عادت اور خصلت مبارک کے ساتھ اور نزدیکی چاہنا ہر ایک اُس چیز کے ساتھ کہ اُس سے آپ کی ذات مبارک کو مناسبت ہے یہ باعث آپ کی نزدیکی کا ہے جو آپ کی شفاعت کو مقتضی ہے۔

فانہ لا فرق عند الانبیاء فی کونھم فی دار الدنیا وفی کونھم فی دار الآخرۃ الا فی طریق المعرفۃ فان آلۃ المعرفۃ فی الدنیا الحواس الظاھرۃ وفی العقبی آلتہ یعرف بھا الغیب اما فی کسوۃ مثال واما علی سبیل التصریح

پس تحقیق کہ انبیا کے پاس فرق نہیں ہے بیچ ہونے اُن کے دار دنیا میں اور بیچ ہونے اُنکے دار آخرت میں مگر طریق معرفت میں پس سبب معرفت کا دنیا میں حواس ظاہرہ ہیں اور آخرت میں سبب معرفت کا وہ ہے جس سے حالِ غیب معلوم ہوتا ہے یا بلباس مثال یا صراحتاً

یا قول امام کا رجوع کرتا ہے طرف ابتدا قول اُن کے۔ جو فالتقرب بقالبہ الذی هواخص الخواص الخ سے اور ایک جملہ محذوف ہے یعنی نزدیکی کرنا آپ کے قالب شریف کے ساتھ وسیلہ تامہ ہے موجب ہے شفاعت کا پس یہ تقرب آپ کے قالب شریف کے ساتھ ہر دو صورت میں برابر ہے خواہ آپ دنیا میں تشریف فرما ہوں یا عالمِ آخرت میں دنیا میں آپ کی صحبت میں حاضر رہ کر اور اگر آپ عالمِ آخرت میں ہیں تو آپ کی قبر شریف کی زیارت حاصل کر کے اور آپ کا خیال اور تصور دل میں جما کر اور اپنی روح اور جان کو ہمہ تن حضرت کی جانب مصروف کر کے حضرت کے قالب شریف سے نزدیکی حاصل کر سکتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا قالب شریف جیسا کہ دنیا میں تھا ویسا ہی عالمِ آخرت میں ہے کیونکہ حق تعالیٰ حرام کیا ہے زمین پر اجساد طیبہ انبیا علیہم السلام کو کہ کھاوے اگر فرق ہے تو فقط ہمارے آلۂ معرفت میں کہ ہم حضرت کو ہمارے حواس ظاہری سے دنیا میں پہچانتے ہیں اور عالمِ آخرت میں حضرت کو اُس آلہ سے پہچانتے ہیں کہ جس سے ہم کو انسان غائب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ آلہ ہماری روح اور دل کا خیال جمانا ہے کہ ہم کو بہ سبب روح کے عالمِ رویا میں غائب کا حال معلوم ہوتا ہے خواہ مثال کے لباس میں خواہ صراحتاً یعنی ذات بعینہ اگر ہم دل میں کسی شخص کا خیال جمائیں تو اُس شخص کی صورت ہمارے دل میں اور خیال اور تصور میں موجود ہو جاتی ہے

واما الاحوال الآخر فی التقرب والشفاعۃ فلا تتغیر۔ لیکن

دوسرے احوال جو حضرت سے نزدیکی اور قربت حاصل کرنے کے ہین وہ متغیر نہین ہوتے خواہ
آپ عالم دنیا مین برآمد ہون یا عالم آخرت مین یہ قول راجع ہے طرف قول امام کے والتقرب
بو لدہ ہے یعنی تقرب آپ کے قالب شریف کے ساتھہ حاصل کرنیکی صورت مین البتہ
ہمارے آلۂ معرفت مین فرق ہے کہ آپ دنیا مین تشریف فرما ہون تو آپ کو شناخت کا سبب
اور ہے اور آخرت مین تشریف فرما ہون تو آلۂ معرفت ہمارا دوسرا ہے اگر دوسرے اسباب
جو آپ کی تقرب حاصل کرنے کے ہین جسکی تفصیل امام نے فرمائے کہ تقرب آپ کی اولاد
امجاد سے یا آپ کے افعال مبارک یا مسجد وغیرہ اوس کا حال مختلف نہین اسبات مین کہ خواہ
آپ دنیا مین تشریف فرما ہون یا آخرت مین ۔ والرکن الاعظم فی ھذا الباب الامداد
والاھتمام من جھة المدد وان لم یشعر صاحب الوسیلة بذلک المدد
اور رکن اعظم اسباب مین مدد کرنا اور اہتمام کرنا ہے طرف سے مدد کرنے والون کے اگرچہ
نجانتے وہ شخص کہ جس نے خاصان الٰہی کو وسیلہ کیا ہے اس مدد کو پہلے امام نے بیان
کر چکے ہین کہ خاصان حق سے حاجت روائی ہونے مین دو رکن ہین ۔ ایک طلب مدد کرنا
حاجت مند کا دوسرا مدد کرنا خاصان حق کا اب امام یہ فرماتے ہین کہ ان دو رکنون مین بڑا رکن
حاجت روائی مین خاصان حق کا مدد کرنا ہے کیونکہ رکن اول جو مدد چاہتا ہے اوس سے یہی
مقصود ہے کہ خاصان حق مدد فرماوین وہ مستقلاً حاجت روائی کو کافی نہین ہے ۔ فانہ
لو وضع شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او عصاہ او سوطہ
علی قبر عاصٍ او مذنبٍ لنجا ذلک المذنب ببرکات تلک الذخیرة من
العذاب وان کان فی دار انسان او بلدة لا یصیب تلک الدار واھلھا
وتلک البلدة وسکانھا برکاتھا بلاء وان لم یشعر بھا صاحب الدار وساکن البلدة

پس تحقیق کہ شان یہ ہے کہ اگر کہا جاوے موے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تکیۂ
مبارک یا کوڑا آپ کا گنہگار کی قبر پر نجات پاویگا یہ گنہگار برکات سے اوس کے عذاب
سے اگر وہ تبرکات کسی کے مکان مین ہون یا کسی شہر مین ہون تو اوس مکان اور اہل مکان
اوس شہر اور اہل شہر پر بلا نہ آوے گی اون تبرکات کی برکت سے فان اہتمام النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو فی العقبیٰ مصروف الی ماھو بہ منسوب ودفع المکارہ
والامراض والعقوبات مفوضۃ من جہۃ اللہ تعالیٰ الی الملائکۃ
وکل ملک حریص علی اسعاف ماحرص النبی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ
بہمتہ الیہ عن غیرہ کما کان فی حال حیوتہ فان تقرب الملائکۃ
بروحہ المقدسۃ بعد موتہ ازید من تقربہم بہ فی حال حیوتہ پس تحقیق کہ توجہ
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوس حالت مین کہ حضرت آخرت مین تشریف فرما ہین مصروف
ہے اس طرف جو حضرت کی جانب منسوب ہے یعنی آپ رحمۃ للعالمین ہین آپ کی ذات
تمام جہان کے لئے رحمت ہے آپ کی ہمت مبارک ہمیشہ رفاہ خلق اور اون کی حاجت
روائی کی طرف متوجہ ہے اور مکروہات اور امراض اور عقوبات کا دفع کرنے کے لئے
خدا کی جانب سے فرشتے مقرر ہین اور فرشتہ حریص ہے اوپر جاری کرنے اوس چیز کے
جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حریص ہین اپنی ہمت مبارک کے ساتھ نسبت
اور چیزون کے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حال حیوۃ مین اوس طرف متوجہ
تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ حالت حیات مین امت کی بہبودی کے جانب
متوجہ تھے ویسا ہی جب عالم آخرت مین تشریف فرما ہین اب بھی بہبودیِ امت کی طرف
متوجہ ہین پس تحقیق کہ ملائکہ کی نزدیکی آپ کی روح مقدس کے ساتھ بعد آپ کے وفات

شریف کے بہت زائد ہے اوس حالت سے جو آپ کی حیات مین تھی۔

ونقل انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غرس غصنا رطبا فی قبر انسان وقال رفع اللہ تعالی عن صاحبہ العذاب مادام ھذا الغصن رطبا وذلک من برکات یدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم شاخ سبز ایک آدمی کی قبر مین نصب فرمائے اور کہے کہ صاحب قبر سے خدا نے عذاب اوٹھالیا جب تک کہ یہہ شاخ تر ہے اور یہہ برکات حضرت کے دست شریف کے ہین۔ وکل من اطاع سلطانا وعظمہ فاذا دخل بلدہ ورای فیھا سہما من جعبۃ ذلک السلطان او سوطہ فانہ یعظم تلک البلدۃ فالملائکۃ یعظمون النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذا رأوا ذخائرہ فی دار او بلدۃ او قبر عظموا صاحبہ وخففوا علیہ العذاب ولذلک السبب تنفع الموتی ان توضع علی قبورھم المصاحف ویتلی القرآن علی رؤس قبورھم ویکتب القرآن علی القراطیس وتوضع القراطیس فی ایدی الموتی اور جو وہ شخص کہ پادشاہ کی اطاعت کرے اور اوسکی تعظیم کرے جبکہ اوس کے شہر مین داخل ہو اور اوس مین ایک تیر دیکھے کہ سلطان کی ترکش سے ہے پس وہ شخص اوس شہر کی تعظیم کرتا ہے پس ملائکہ علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہین پس جس وقت ملائکہ آپ کے آثار شریف کو کسی گہر مین یا کسی شہر مین یا قبر پر دیکھتے ہین اوس گہر اور شہر یا قبر والون کی تعظیم کرتے اور صاحب قبر سے تخفیف عذاب کرتے ہین اور اسی باعث سے موتی کو نفع دیتا ہے کہ قبر پر مصاحف رکھے جائین۔ اور اون کے پاس قرآن پڑہا جائے اور کاغذون پر قرآن لکھکر اموات کے ہاتھہ مین دی جائے

ف۔ اس تقریر مبسوط امام حجۃ الاسلام کے لکھنے سے عبارت وسطانی مقصود ہے جو امام کا قول ہے کہ خاصان خدا سے غائب مین استعانت کرنا اثر عظیم رکھتا ہے اول و آخر کی عبارت

بسبب مشتمل ہونیکے فوائد متعددہ پر نقل کیگئی تاکہ ناظرین کو استفادہ ہو دلیل منکرین ندا کی جو یہ ہے کہ لفظ یا ندا حاضر کیلیئے اور سوا خدا کے سب جا حاضر و ناظر کوئی فرد مخلوق نہین اگر کسی کو سوائے خدا تعالی کے سب جا حاضر و ناظر جانے تو شرک ہے جواب اوس کا یہہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ سب جا حاضر و ناظر سوائے خدا تعالی عزاسمہ کے کوئی نہین ہے مگر جب حکم ندا حدیث اور عمل صحابہ اور اجماع سے ثابت ہوا اور اقوال اولیاء اللہ اوس کے مطابق ہین اور احوال اولیاء اللہ سے ندا کے فوائد تواتر کے حد سے بھی بڑھ گئے ہین تو اس صورت مین مسئلہ ندا کی کیون ایسی توجیہ کی جائے جو شرک کی حد کو پہونچے اور حدیث اور اجماع اور عمل صحابہ اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ کا انکار کیا جاوے خلاصہ اوس کا یہہ ہے کہ جب ہم نے اس امر کا اقرار کر لئے کہ سب جائے حاضر و ناظر سوائے خدا کے کوئی نہین ہے تو ہمارا خیال جو شرک کا معتقد نہ رہا اب یہہ بات باقی رہی کہ ندا سے سب جائے حاضر و ناظر جاننا خاصان خدا کا لازم آتا ہے جو یہہ شرک ہے یہہ ملازمت بھی بالکل غلط ہے اگر تمہاری یہہ ملازمت صحیح ہوتی تو کیون حدیث اوسکے جواز کا حکم دیتی اوس پر عمل صحابہ کیون ہوتا اور اجماع اوسکی جواز پر کیون منعقد ہوتا اور کیون اولیاء اللہ حکم ندا کا دیتے اور عام خلائق کو کیون نفع پہونچتا۔ پس یہہ شرک کیسا ہوا کیا حدیث سے جواز شرک ثابت ہے یا علماء جواز شرک پر اجماع کئے یا اولیاء اللہ اجازت شرک کی دیتے ہین معاذ اللہ بلکہ جو احادیث اسباب مین وارد ہین اور اجماع امت جو جواز ندا پر ہوئی اور احوال و اقوال اولیاء اللہ اوس کے شاہد ہین اوس کی توجیہ صحیح ہو سکتی ہے کہ جس سے نہ تو شرک لازم آتا نہ انکار حدیث اور اجماع ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ خدا نے وجود انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو سراسر نفع رسانی خلائق کے واسطے پیدا کیا ہے اون کو اپنی بارگاہ مین واسطہ فیض رسانی کا کیا پس بوقت ندا اون کے اسماء کے خدا کیجانب سے جو وہ سب جا حاضر و ناظر ہے اون کو اطلاع ہو جاتی ہے پس وہ ندا کرنے والونکے

حال سے مطلع ہو جاتے ہین اور اون کی مدد کی طرف بدعا اور شفاعت متوجہ ہوتے ہین۔ پس اسی توجہ کے مصدق احادیث ہین جو جواز ندا پر دال ہین اور اسی کے ممد اجماع اور اسیکی ممد اقوال اولیاء اللہ اور اون کے احوال ہین اوس مین کوئی شرک کی بات نہین اور ایسی توجیہ سے آدمی شرک سے بچتا ہے اور انکار احادیث اور اجماع اور اقوال اولیاء اللہ اور اونکے احوال کے انکار سے جو ایک وبال عظیم ہے محفوظ رہتا ہے اور فیضان خاصان الہی سے مستفید ہوتا ہے جو سعادت عظمیٰ ہے بخلاف اوسکے جو اہل خلاف توجیہ کرتے ہین۔ اوس سے انکار احادیث اور نیز انکار اجماع اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ کا ناشی ہوتا ہے جو ایک بار گران ہے اس سے خود بھی فیضان خاصان خدا سے محروم رہتا ہے اور دوسرون کو بھی محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس توجیہ مین دو مقدمہ مذکور ہین۔ اول یہہ کہ خدا نے انبیا اور اولیاء اللہ کو نفع رسانی خلائق کے لئے پیدا کیا ہے اور اون کو اپنی بارگاہ مین واسطہ فیض رسانی خلائق کیا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ بوقت ندا اونکے اسماء کے اونکو خدا کے جانب سے اطلاع ہوتی ہے پس وہ حاجت روائی خلائق کے لئے بدعا اور شفاعت متوجہ ہو جاتی ہین۔ بیان مقدمہ اولیٰ وہ یہہ کہ انبیا اور اولیاء کی ذوات مطہرہ کو خدا نے نفع رسانی خلائق کے لئے پیدا کیا ہے اوس کی تقریر آگے گذری کہ انبیاء علیہم السلام کی ذوات مطہرہ اور اولیاء اللہ کی ذوات طیبہ سے کیا کیا منافع دینوی و آخری خلائق کے مربوط ہین۔ مقدمہ ثانیہ وہ یہہ کہ بوقت ندا اون کے اسماء کے اون کو خدا کے جانب سے اطلاع اس ندا کی ہو جاتی ہے پس وہ حاجت روائی خلائق کے طرف بدعا اور شفاعت متوجہ ہو جاتی ہین پس یہہ مقدمہ بھی مشتمل دو جزو پر ہے۔ جزو اول یہہ کہ بوقت ندا اون کے اسماء کے اونکو اوسکی اطلاع خدا کی جانب سے ہو جاتی ہے۔ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ حدیث اوپر مذکور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرماتے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو مین

اوس کے لئے دس بار نزول رحمت کی دعا کرتا ہون اور دوسری حدیث مین وارد ہے کہ جو جمعہ کے روز مجھ پر درود عرض کرے اوس کو بذاتہ مین سنتا ہون اور دورون کا درود فرشتے مجھ تک پھونچاتے ہین پس جبکہ درود کی اطلاع بذاتہ یا بواسطہ فرشتہ حضرت کو ہو جاتی ہے تو جو لوگ مصیبت زدہ حضرت کو بوقت مصیبت پکارین اوس کی اطلاع حضرت کو کیون نہو۔ کیونکہ حضرت ہمیشہ اپنی امت مرحومہ کے رفاہ کے طرف متوجہ ہین دنیا مین بھی ہمیشہ حضرت کو اپنی امت کا خیال رہا آخرت مین بھی ایسا ہی ہے حضرت کی ذات مبارک تو کافرین کے لئے بھی رحمت ہے امم سابقہ مین جیساکہ کافرین پر عذاب دنیا مین ہوتا تھا باعث آپ کے حق تعالی کافرین پر عذاب نازل کرنے مین اغماض فرماتا ہے پس حضرت کی رحمت کاملہ بوقت مصیبت آپ کے نام مبارک کے ساتھہ ندا کرنے والون کے لئے کیون نہ جوش مین آوے اور خدا کی وسعت رحمت کیون نہ متقاضی ہو کہ جب کوئی امتی آپ کا مصیبت زدہ اوس کے حبیب کو پکارے حق تعالی اوس کی اطلاع کیون اپنے حبیب کو ندیوے یہہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ندا کرنے کا ہوا اب حال اولیاء اللہ کے اسماء کے سات ندا کرنے کا سن لیجئے کہ اولیاء اللہ فیض یافتگان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین اور حضرت کے تابعین ہین پس جو حال کہ متبوع کا ہے وہی حال تابع کا ہے علاوہ اوسکے جب جنگل مین اعینونی یا عباد اللہ کا حکم ہوا کہ بوقت مصیبت کے بندگان خدا کو پکارو جبکہ اطلاع خدا کی طرف سے بندگان خدا کو پکارنے کی نہو بندگان خدا کی طرف سے کیا اعانت ہوگی پس بندگان خدا کو پکارنے کا حکم جو حدیث سے ثابت ہوا بیکار ہوگا۔تیسری بات یہہ ہے کہ حدیث طنین گوش جو مذکور ہوی۔ اوس سے یہہ بات ثابت ہے کہ بوقت یاد کرنے ہون کے کان تک اوس کا اثر پہونچتا ہے پس مومنین کاملین جو اولیاء اللہ ہین اون کو پکارنے کے وقت اون کو پکار نیکی کیون نہ اطلاع ہو۔چوتھی یہ بات ہے کہ اولیاء کبار فرماتے ہین کہ

بوقت مصیبت ہم کو پکارا کرو ہم تمہاری مدد کرینگے اور تواتر اخبار اور تجربات کثیرہ سے بھی
یہ امر ثابت ہے کہ بوقت ندا اولیاء اللہ کے تائید ہوتی ہے اور حاجت مند اپنی مقصود کو
پہونچتے ہین پھر جبکہ خدا کی طرف سے بوقت ندا اولیاء کو اطلاع ہو تو پھر ارشادِ اولیاء اللہ
کس امر پر محمول کئے جائے اور حاجت روائی خلائق بوقت ندا اون کے اسماء کے کیسی ہو
پانچوان یہ ہے علماء اہل سنت اس پر متفق ہین کہ اولیاء اللہ کو کرامۃً کشف غیب ہوتا ہے
چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال اوپر مذکور ہو گیا کہ بغیر توجہ ساریہؓ کے اور ندا اسم
شریف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساریہؓ کا حال حضرت عمرؓ کو مکشوف ہو گیا پس اگر بوقت ندا کے
اولیاء اللہ کو کشف غیب ہوا ور ندا کا حال اون کو معلوم ہو تو کیا عجب ہے مین اب فتوی
شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا واسطے زیادہ توضیح کے نقل کرتا ہون جو جواب مین ایک سوال
کے کشف غیب اولیاء اللہ کے حال مین تحریر فرمائے ہین وہ فتاوی حدیثیہ مین درج ہے
وہ یہ کہ کسی نے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کوئی کہے کہ مؤمن غیب جانتا ہے
تو کیا اوس قائل کو کافر کہا جاوے بسبب قول اللہ تعالیٰ کے قل لا یعلم من فی السمٰوات
والارض الغیب الا اللہ۔ کہو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین جانتا ہے جو
شخص آسمان وزمین مین ہی غیب کو سوائے خدا کے اور قول اللہ کا عالم الغیب
فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا۔ یعنی حق تعالیٰ جاننے والا غیب کا ہے پس نہین خبر دار کرتا
ہے اپنے غیب پر کسی کو۔ یا قائل سے تفصیل پوچھا جائے کہ مؤمن کی غیب جاننے سے
کیا مراد ہے کیونکہ جزئیات غیب کا جاننا باطلاع الٰہی مؤمن کو جائز ہے کل غیب کا جاننا
البتہ خدا کا خاصہ ہے جواب دے شیخ نے کہ ایسے قائل پر اطلاق کفر نہ کیا جائے۔ بلکہ
اوس سے تفصیل پوچھی جائے۔ من بعد وہ اگر کہے کہ میری مراد مؤمن کی غیب جاننے کی

یہہ ہے۔ کہ بعض اولیار کو خدا بعض غائب چیزون کی اطلاع کرتا ہے تو اس قائل کا یہہ قول قبول کیا جائے کیونکہ یہہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً واقع ہے کیونکہ ازجملہ کرامات اولیاء اللہ ہے جو اس قسم کی کرامات اولیاء اللہ سے بکثرت ظہور مین آئے ہر زمانہ مین بعض اولیاء اللہ بعض مغیبات کو بہ الہام الہی جانتے ہین اور بعض اولیاء اللہ مغیبات کو بکشف حجاب جانتے ہین بعض اولیاء اللہ کو لوح محفوظ سے مغیبات مکشوف ہوتے ہین اور کفایت کرتی ہے اس امر مین وہ جو قرآن شریف مین خبر ہے خضر علیہ السلام کے حال سے بنا کرتے اس امر کے کہ آپ ولی ہین اور یہی مذہب اکثر علماء اور تمام عارفین کا ہے لیکن اصح یہہ ہے کہ آپ نبی ہین اور وہ حال جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روایت کیا گیا کہ آپنے ایک عورت کے حمل سے خبر دئے کہ لڑکا ہے ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حال سے روایت ہے کہ آپ کو ساریہ اور اون کے لشکر کا حال مکشوف ہوا پس آپنے فرمائے اس وقت کہ آپ منبر پر جمعہ کا خطبہ پڑرہے تھے کہ اے ساریہ پہاڑ کو اختیار کرو حضرت بچاتے تھے اوس قابوگاہ سے جو دشمن استیصال مسلمین کا ارادہ کئے تھے اور وہ روایت کہ بصحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوی کہ حضرت عمر اون لوگون سے ہین جن پر حق تعالی الہام فرماتا ہے اور رسالہ قشیری و عوارف سہروردی مین وغیرہا مین جو احوال اولیاء اللہ کے کتب ہین روایات بیشمار ہین کہ جن مین ذکر ہے کہ اولیاء اللہ نے غائب باتون کی خبر دئے ہین جیسا کہ قول بعض اولیاء اللہ کا کہ مین کل کے روز وقت ظہر مرون گا ایسا ہی ہوا جب اون کا دفن ہوا تو وہ اپنی آنکھ کہولدئے پس جو لوگ اون کو دفن کئے تھے کہے کیا موت کے بعد زندگی ہے اوہنون نے فرمائے کہ مین زندہ ہون اور جو خدا کے دوست ہین وہ زندہ ہین۔ اور قول بعض اولیاء اوس شخص کو کہ واسطے امتحان کے

اون کی خدمت مین حاضر ہوا تھا۔ اعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ
یہ آیت قرآنی ہے اوسکی معنی یہہ ہین تم جان لو اس بات کو کہ خدا تمہاری دلون کی بات
جانتا ہے پس خدا سے خوف کرو پس جو شخص بطریق انکار حاضر ہوا تھا یہہ آپ کے
کشف باطن سے متنبہ ہوا اور اپنے دل مین توبہ کیا تو انہون نے یہہ آیت پڑہی۔ ھو
الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ یعنی اللہ کی وہ ذات پاک ہے کہ اپنے بندون سے
توبہ قبول فرماتا ہے اور سہروردی حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہین
کہ حضرت نے ایک شخص کو فرمائے کہ تیرے پاس فلانے شخص کی امانت ہے۔
(وہ مجھ کو دے) پس وہ شخص توقف کیا کیونکہ شرع مانع تھی پھر جبکہ اوسکو سوائے اُس
امانت کے حضرت کی خدمت مین گذران دینے کے چارہ نہیں ہوا اوس امانت کو آپکی
خدمت مین گذران دیا پھر جس نے امانت رکھوایا تھا اوس کے پاس سے خط آیا کہ اسقدر
زرِ نقد حضرت کی خدمت مین پہونچادے پس وہ اسی قدر تھا جو وہ حضرت کو گذرانا تھا
ایسا ہی امام یافعی نے کہے ہین اور امام یافعی نے حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ سے
باسناد صحیح روایت کئے کہ ایک شیخ نے ایک جماعت کو حضرت کی خدمت مین روانہ
کئے کہ وہ حضرت سے کہین کہ چالیس سال سے مین درکات باب قدرت مین ہوں
اور آپ کو وہاں دیکھا نہین پس اس وقت حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کی
ایک جماعت کو فرمائے کہ تم فلان ولی کے پاس جاؤ تم راستہ مین ایک جماعت کو
پاؤگے جو وہ شیخ نے اون کو اس پیام سے میرے پاس بھیجے ہین تم اون کو اپنے
ساتھ اون شیخ کے پاس پھر لیجاؤ اور اون کو کہو کہ تم کو شیخ عبدالقادر سلام کہتے ہین اور
فرماتے ہین کہ تم درکات مین ہو اور جو لوگ کہ درکات مین ہین اون کو نہین دیکھتے جو

مقام حضرت میں ہیں اور جو مقام حضرت میں ہیں اونکو نہیں دیکھتے جو مقام مخدع میں ہیں میں مقام مخدع میں ہوں داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں باب سر سے جو تم مجکو نہیں دیکھتے ہو ساتھہ نشانی اوس خلعت کے جو مین نے اپنے ہاتھہ پر تمہارے واسطے نکالا تھا وہ خلعت رضا تھی اور ساتھہ نشانی اوس خلعت کے جو فلان شب کو میرے ہاتھہ سے تم کو پہنائی گئی وہ خلعت فتح ہے اور ساتھہ نشانی اوس کے کہ درکات مین بارہ ہزار ولی کے روبرو تم کو خلعت ولایت دی گئی کہ وہ فرجیۂ سبز تھی جس کا نقش سورۂ اخلاص تھا مین نے تمہارے سلئے نکالا تھا بالآخر وہ شیخ نے جب یہہ کیفیت سنی تو کہے کہ شیخ عبد القادر سچ فرمائے اور آپ صاحب وقت اور صاحب تصرف ہین ف۱ یہ روایت بہجۃ الاسرار مین بھی ہے جو خصیصۂ مخدع مین نقل کی گئی اور شیخ اسجائے مبہم ہین وہان اون کے نام کی تصریح ہے کہ وہ شیخ عبد الرحمن طفسونجی ہین فرق درمیان اوس روایت کے اور بہجۃ الاسرار کے روایت کے یہہ ہے کہ اوس مین بارہ اولیاء اللہ کے روبرو خلعتِ ولایت شیخ عبد الرحمن طفسونجی کو دیا جاتا ہے اور یہان بارہ ہزار مین انتہی پھر شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ شیخ ابی الغیث ابن جمیل علیہ الرحمہ کا حال بھی ایسا ہی واقع ہوا کہ ایک راہزن نے آپکے پاس غلہ لایا اور دوسرے نے ایک بیل لایا پس شیخ نے حکم دئے کہ اوس کو پکایا جاوے اور کھایا جائے فقہا اوس کے کھانے سے باز رہین پس بعد کھانے فقرا کے ایک شخص شیخ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ مین نے آپ کے فقرا کے لئے غلہ نذر کیا تھا اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ مین نے آپ کے فقرا کے لئے ایک بیل نذر کیا تھا پس رہزنون نے وہ غلہ اور بیل لے لئے اور شیخ نے حکم فرمائے تھے کہ اوس بیل کا سر باقی رکھا جائے پس جس نے بیل نذر کیا تھا اوس کو بیل کا سر دکھائے اور اوس

یل کو پہچان لیا پھر فقہا نے مخالفتِ شیخ پر نادم ہوئے - مثال ان کرامات کے اولیاء اللہ سے اسقدر صادر ہوئے ہین کہ جسکی گنتی نہین ہے اور کفایت کرتا ہے قول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو حدیث صحیح ہے کہ میری امت مین وہ لوگ ہین جسکو الہام الہٰی ہوتا ہے اون مین سے عمر رضی اللہ عنہ ہین اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ تم مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے ایک وقت حضرت جنید علیہ الرحمہ جامع مسجد مین وعظ فرمارہے تھے ایک نصرانی آپ کی مجلس مین آکر ٹھیرا یعنی حضرت جنید رح اوسکو نہین جانتے تھے کہ وہ نصرانی ہے اور ظاہر لباس اوس کا کچھہ مسلمانون کے لباس سے ذرا بھی فرق نہین رکھتا تھا پس نصرانی نے کہا کہ معنی اس حدیث کے کیا ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے کہ تم مومن کے فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے پس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا مراقبہ فرماکر ارشاد فرمائے کہ تو مسلمان ہو جا تیرے اسلام کا وقت آگیا ہے پس وہ نصرانی اسلام لایا کسی نے بعض اولیاء اللہ سے پوچھا معنی فراست کے جو فراست کہ اس حدیث مین مذکور ہے اونہون نے فرمائے کہ جو نہین کی ارواح ملکوت مین سیر کرتے ہین پس معانی غیوب پر مطلع ہوتے ہین پس بیان کرتے ہین وہ باتین کہ خلق پر مخفی ہین بیان مشاہدہ اور عیان ہے نہ بیان ظن اور تخمین - معتزلہ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہین بربنا استثنا جو کہ آیت ثانیہ مین مذکور ہے وہ کہتے ہین کہ استثنا منقطع ہے ف ا اگرچہ سوال مین آیۃ ثانیہ کا استثنا مذکور نہین ہے مگر آیۃ ثانیہ کا استثنا یہ ہے - عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول - یعنی خدا جاننے والا ہے غیب کا پس خبردار نہین کرتا ہے کسی کو اپنے غیب پر مگر رسول کو جو وہ پسند کرتا ہے معتزلہ اس استثناء کو منقطع خیال کرتے ہین - اور کہتے ہین کہ سوائے رسول کے خدا کسی کو غیب کی اطلاع نہین کرتا پس وہ اپنے اس

تقریر سے کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہین انتہیٰ اب تتمہ فتویٰ ابن حجر کی عبارت تحریر کرتا ہون
اولیاء اللہ کو جزئیات علم غیب کے معلوم ہوتے ہین اور ان روایتون مین علم غیب کا
جاننا جو خاص خدا کے لئے مذکور ہے وہ علم غیب کلی اور استقلالی ہے انبیا علیہم السلام
اور اولیاء اللہ کو جزئیات مغیبات سے جو اطلاع ہوتی ہے وہ خدا کے جانب سے
ہوتی ہے پس یہہ آیات علم جزئیات انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے منافی نہین
ہین کیونکہ انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو جو جزئیات مغیبات کی اطلاع ہوتی ہے۔
خود بخود استقلالا نہین ہوتی۔ بلکہ باطلاع الٰہی ہوتی ہے پس اس صورت مین علم غیب
کا استقلال خاص خدا کے لئے ہوا ابن حجر فرماتے ہین کہ جو معنی اون روایتون کی مین نے
ذکر کیا نووی نے بھی یہی معنی ذکر کئے کہ وہ کہتے ہین کہ معنی اس آیت کے یہہ ہین کہ غیب کو
نہین جانتا کوئی بالاستقلال یا غیب کے لئے کسی کو احاطہ علمی نہین ہے کہ غیب
کلی کو کوئی جان سکے سوائے خدا کے لیکن معجزات اور کرامات پس بباعث اطلاع
الٰہی کے ہے جو انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو خدا کی جانب سے ہوتی ہے۔ پس وہ
بباعثِ اطلاع الٰہی کے غیب کو جانتے ہین اون کا علم غیب جو ہوتا ہے وہ معمولی اور
عادی نہین ہوتا تمام ہوا کلام نووی کا شیخ ابن حجر فرماتے ہین کہ انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ
کو علم مغیبات باطلاع الٰہی قائل ہونے سے کوئی محال پیدا نہین ہوتا پس اس سے
انکار عناد ہے کیونکہ یہہ امر بدیہی ہے ایسے اعتقاد سے مشارکت انبیا علیہم السلام کی یا
اولیاء اللہ کی اوس صفت مین لازم نہین آتی کہ جو صفت خاص خدا کی ہے یہان تک
عبارت فتویٰ ابن حجر علیہ الرحمہ کی تمام ہوئی۔ مقدمہ ثانیہ کا جزء دوم وہ یہہ ہے کہ
جب خاصان الٰہی کو حال ندا کرنے والون کا معلوم ہوتا ہے تو اون کی حاجت روائی
کے لئے خاصان الٰہی بدعا اور شفاعت متوجہ ہوتے ہین وہ ظاہر ہے کہ جب

مصیبت زدگون کا حال جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو جائے تو
آپ کی دریائے رحمت کیون نہ جوش مین آئے کہ آپ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے
اولیاء اللہ کا حال آپ کے ہی حال مبارک کے تابع اور آپ کے ہی حال مبارک
سے مستفیض ہے اوپر احادیث جو احوال مین اقطاب اور ابدال کے مذکور ہوئین اون
سے ظاہر ہوا کہ بوقت شدت اور مصیبت کے وہ لوگ کیسے دعامین بہ تضرع وابتہال
مصروف ہوتے ہین حدیث طنین اذن سے بھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا یہہ امر ظاہر ہوا
کہ جب کوئی مومن کو یاد کرتا ہے تو یاد کرنے والے کے حق مین دعاء خیر کی کیسی
تربیت ہوی۔ پس بوقت مصیبت کے یاد کرنا کہ اس وقت مین دعاء خیر کی خاص صلاحیت
ہے اون مومنین کاملین کو جن کا کشف غیب رتبہ امکانیت کو پہونچ گیا ہے مصیبت
زدگون کے حال کے طرف بدعا و شفاعت متوجہ ہونے کے لئے کیون نہ تربیت
ہو پس یہہ ہر دو مقدمات مذکورہ مضمون احادیث اور اقوال اولیاء اللہ اور تصریحات
علماء متقنین سے جو قائل بہ کشف اولیاء اللہ ہین ثابت ہو گئے جسکو تجربات کثیرہ بھی
مدد دیتے ہین وہ دو مقدمات یہی کہ بوقت ندا اسماء الٰہی کے اون کو احوال سے ندا
کرنے والون کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ بدعا اور شفاعت ندا کرنے والون کے
حال کے طرف متوجہ ہوتے ہین پس یہہ شرک ہے اور نہ اوس مین کوئی امر خلاف شرع
پیدا ہوتا ہے جو کچھہ اس عقیدہ مین فوائد ہین اوسکا ذکر اوپر کیا گیا بخلاف اوس توجیہ کے جو ندا کے بارہ مین
اہل خلاف کرتے ہین اوسمین جو کچھہ مضرتین ہین اوسکا بھی بیان بہ تفصیل ہو گیا۔ ہان اگر اب کوئی شخص شبہہ
پیدا کرے کہ جو دلائل شرعی تم نے بیان کیا اوس سے یہ امر کہان ثابت ہے اور واضح ہے کہ مقربین الٰہی کو
بعد وفات کے بھی ندا کرنے والون کے حال سے اطلاع ہوتی ہے اور وہ مستفیض
کے حال کے طرف بدعا و شفاعت متوجہ ہوتے ہین جواب اوس کا یہہ ہے کہ

خاصان حق کے لئے اون کے افعال اختیاری ہین حیات اس عالم کی۔ اور وفات مساوی ہے بلکہ بعد وفات اون کے لئے ترقیات مدارج ہین پس بعد وفات اون کو اطلاع از جانب حق تعالیٰ احوال مستغیثین سے ہونا اور درپے دعا شفاعت بجانب مستغیثین کے متوجہ ہونا بطریق اولیٰ جو نصوص شرعی کہ مساوات پر اون کی حیات اور وفات اور نیز اون کی ترقیات بعد وفات دلالت کرتے ہین ذکر کرتا ہون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک ھو الفوز العظیم۔ ترجمہ تحقیق کہ اولیاء اللہ یعنی مقربان الٰہی نہین ہے خوف اون پر اور نہ وہ غمگین ہون گے وہ لوگ وہ ہین جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے اونکے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین نہین تبدیل ہے خدا کے کلمات مین یہہ وہی کامیابی بڑی ہے اس آیت سے اولیاء اللہ کی خوشحالی اور خوش خبری خدا کے جانب سے دنیا مین اور بعد وفات اون کے آخرت مین ثابت ہے دوسری آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ترجمہ تحقیق کہ وہ لوگ جو کہے کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر استقامت اختیار کئے نازل ہوتے ہین اون پر فرشتے کہ خوف مت کرو اور خوش ہو تم ساتھ اوس جنت کے جس کے ساتھ تم وعدے کئے جاتے تھے شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کتاب بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب مین لکھتے ہین اخرج ابن ابی حاتم عن مجاھد فی الایۃ قال ان لا تخافوا۔

ولا تحزنوا وابشروا ای لا تخافوا ولا تحزنوا علیٰ ما خلفتم من امر الدنیا من ولد واہل او دین فانا نستخلفکم فی ذلک کلہ روایت کئے ابن ابی حاتم نے مجاہد سے تفسیر مین آیت مذکور کے کہے مجاہد نے کہ مت خوف کرو تم اور مت غمگین ہو اور خوش ہو یعنی مت خوف کرو تم اوپر اوس چیز کے جو چھوڑی تم نے امر دنیا سے فرزند اور اہل اور قرض سے پس تحقیق کہ ہم تمہارے نائب ہوتے ہین ان سب مین - واخرج البیہقی عن مجاهد فی قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الیٰ اخرہ قال ذلک عند الموت روایت کئے بیہقی نے مجاہد سے بیچ تفسیر قول حق تعالیٰ کے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کہے مجاہد نے کے یہہ خوشخبری مومن کو وقت موت کے ہوگی - انتہیٰ جب مومنین کاملین جن سے حق تعالیٰ نے قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے ساتھ تعبیر کیا یعنی مومنین ایسے ہین کہ خدا کی توحید کا اقرار کئے پھر اوسکی کمالیت کو پہونچے جو وہ مرتبۂ استقامت کا ہے اون لوگون کو دنیا مین خوش حالی قرب الہی کی تھی بعد وفات اور بوقت وفات بھی اون کے لئے بشارت رضا الہی کی ہوگی - پس خدا جیسا کہ دنیا مین اون سے راضی اور قریب تھا بعد وفات کے بھی اون سے راضی اور قریب ہے پس اسی مضمون کو حق تعالیٰ دوسری آیت مین جو ملحق اور متصل آیۂ (قالوا ربنا اللہ) سے ہے ارشاد فرماتا ہے وہ یہہ آیت ہے ۔ نحن اولیٰؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنی ہم تمہارے دوست اور قریب ہین دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین یعنی وہ لوگ جو کمالیت ایمان حاصل کئے اور مرتبہ استقامت کو پہونچے حق تعالیٰ اون کو خطاب فرماتا ہے کہ جیسے ہم تمہارے دوست اور قریب

دنیامین ہین ویساہی آخرت مین بھی ہین موت ہماری عنایت کے مانع نہین ہے بس
پس یہہ آیت جیسا کہ صاف وصریح مقصود پر دلالت کرتی ہے وہ ظاہر ہے انتہی دوسری
روایت کتاب بشری الکئیب کی نقل کرتا ہون اخرج ابن ابی حاتم عن زید ابن
اسلم قال یؤتی بالمومن عند الموت فیقال لاتخف مما انت قادم علیہ
فیذھب خوفہ ولاتحزن علی الدنیا واھلھا وابشر بالجنۃ فیذھب
خوفہ ولاتحزن علی الدنیا فیموت وقد اللہ عینیہ ترجمہ۔ روایت کئے
ابن ابی حاتم نے زید ابن اسلم سے کہا اونہون نے کہ لایا جاے گا مومن وقت موت
کے پس کہا جائے گا کہ مت خوف تو اوس حالت سے کہ جس حالت پر تو آنے والا
ہے یعنی موت سے پس اوس کا خوف جاتا رہے گا اور غمگین مت ہو دنیا اور اہل دنیا
پر اور خوش ہو ساتھ جنت کے پس جائیگا اوسکا خوف اور غمگین نہوگا دنیا پر پس مریگا
وہ اوس حالت پر کہ خدا اوس کی آنکھین ٹھنڈی کیا ہوگا۔ واخرج ابن منبہ
عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اول ما
یبشر بہ المومن فی قبرہ ان یقال لہ ابشر برضا اللہ والجنۃ قدمت خیر
مقدم قد غفر اللہ لمن یشیعک الی قبرک وصدق من شھد لک واستجاب
یستغفر لک۔ ترجمہ روایت کئے ابن منبہ نے سلمان سے کہا اونہون نے کہ فرمائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کہ پہلے وہ چیز کہ قبر مین جس چیز کے ساتھ
مومن خوشخبری دیا جاے گا وہ یہہ ہے کہ مومن کو کہا جاے گا کہ تو ساتھ خوشنودی حق تعالی
کے خوش ہو یعنی تو اس بات سے خوش ہو کہ اللہ تیرے سے خوش ہے اور جنت
سے خوش ہو تو اچھا آنا آیا حق تعالی اوسکو بخشدیا جو تجھکو قبر تک تیرے پہونچا دیا اور خدا

نے سچا کیا اوس کو جو تیرے اچھا ہونے کی گواہی دیا اور دعا قبول کیا اوس کی جو تیرے لئے مغفرت چاہا۔ اخرج ابن ابی شیبة والحاکم وصححه البیهقی فی شعب الایمان وابن مندة عن محمد القرظی قال اذا استبلغت نفس المومن عاد ملك الموت فقال السلام علیك یا ولی اللہ اللہ یقرئك السلام ثم قرء هذه الایة الذین تتوفٰهم الملآئکة طیبین یقولون سلام علیکم

ترجمہ۔ روایت کئے ابن ابی شیبہ نے اور حاکم اور صحیح کہے ہین اس حدیث کو بیہقی نے شعب ایمان ہین اور روایت کئے ابن مندہ نے محمد قرظی سے کہا اونہوں نے کہ جس وقت مومن کو جانکنی ہوتی ہے تو ملک الموت اوس کی عیادت کرتے ہین۔ پس کہتے ہین کہ سلام ہے تجھ پر اے خدا کے دوست خدا نے تم کو سلام فرمایا ہے پھر اس آیت کو تلاوت کئے جس کا یہ ترجمہ ہے وہ لوگ اوس کو ملائکہ خوش حالی سے وفات دیتے ہین اور ملائکہ کہتے ہین کہ تم پر سلام ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن انه سئل عن قوله تعالیٰ یآایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة قال ان اللہ اذا آراد قبض روح عبده المومن اطمانت النفس الی اللہ تعالیٰ واطمان اللہ الیها۔ روایت کئے ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے تحقیق کہ وہ پوچھے گئے قول سے حق تعالیٰ کے۔ یا ایتها النفس المطمئنة الی آخرہ اونہون نے فرمایا کہ جس وقت خدا ارادہ کرتا ہے کہ اپنے بندہ مومن کی روح کو قبض کرے تو نفس اوس کا تسلی پاتا ہے خدا کے طرف اور خدا اپنی رحمت کے ساتھہ اوس کے جانب متوجہ ہوتا ہے۔ وقال البیهقی فی المشیخة البغدادیة سمعت اباسعید والحسن ابن علی الواعظ یقول سمعت

ابی یقول رأیت فی بعض الکتب ان اللہ یظہر علی کف ملک الموت
بسم اللہ الرحمن الرحیم بخط من النور ثم یامرہ ان یبسط کفیہ فی
وقت وفاتہ نیریہ تلک الکتابۃ فاذا راٰتہا روح العارف طارت الیہ
فی اسرع من طرفۃ العین - ترجمہ کہا بیہقی نے شیخۃ البغدادیہ مین سنا مین نے
ابوسعید اور حسن ابن علی واعظ سے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے باپ سے سنا ہون کہ
وہ کہتے تھے کہ مین نے بعض کتابون مین دیکھا ہے کہ خدا اوپر کف دست ملک الموت
کے خط نور سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ظاہر کرے گا پھر ملک الموت کو خدا حکم کرے گا
کہ وہ اپنے کف دست کھولدین عارف کے لئے بوقت وفات اوس کے پس دکہا ہین
ملک الموت اوس کو عارف کی تئین بوقت وفات اون کے پس جبکہ روح عارف
کی اوس کو دیکھ لے گی تو اوس خط نور کی طرف پلک مارنے سے بھی جلد پرواز کرگی -
یہان تک روایات بشری الکئیب کے تمام ہو گئے - آیۃ - اخری ولا تحسبن الذین
قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتہم اللہ
من فضلہ - ترجمہ اور مت گمان کرو تم اون لوگون کو جو راہ خدا مین قتل ہوے مردہ بلکہ وہ
زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس رزق دیے جاتے ہین اور خوش ہین وہ اس چیز کے
ساتھ کہ خدا نے اپنے فضل سے اون کو دیا ہے حدیث مین جہاد کفار جہاد اصغر - اور
جہاد نفس جہاد اکبر آیا ہے پس جب مجاہدین جہاد اصغر بعد مرنے کے زندہ ہون تو
مجاہدین جہاد اکبر بعد موت کے کیون نہ زندہ ہون اسی مضمون کو شعر مین کہا گیا ؎
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق - یہہ نصوص جو ذکر ہوے ان سے فقط یہی امر ثابت ہوا
کہ حق تعالی کی عنایت خاصان الہی پر جیسے کہ دنیا مین ہے ایسا ہی آخرت مین ہے اونکی

خوش حالی قرب الٰہی کے ساتھ دنیا اور بھی آخرت مین بعد وفات اون کے برابر ہے۔ موت سے کچھ اون کا مرتبہ کم نہین ہوا اب مین اون نصوص شرعی کو بیان کرتا ہون کہ جو خاصان الٰہی کی ترقی درجات پر بعد اون کی وفات کے دلالت کرتے ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قولہ تعالیٰ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی پاک لوگون کے لئے جو اعزاز اور درجات خدا کے پاس بعد اون کی وفات کے ہین وہ بہتر ہے اون درجات اور اعزاز سے جو اون کے لئے دنیا مین حاصل ہوے تھے شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنے کتاب مسمی بشری الکئیب بلقاء الحبیب مین اس مضمون مین ایک فصل جداگانہ مرتب کئے جس کا یہ عنوان ہے ذکر فضل الموت وانہ خیر من الحیاۃ اب مین یہان بعض اون روایات کو ذکر کرتا ہون جو شیخ نے اس فصل مین لکھا ہے۔ اخرج المروزی فی الجنائز عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال تخرج روح المؤمن فی ریحانۃ ثم قرء فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم روایت کیا ہے مروزی نے جنائز مین حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا اونہون نے کہ روح مومن کی نکلیگی سبزہ جنت مین پھر تلاوت فرمایا آیت کو جس کا ترجمہ یہ ہے پس اگر ہو وہ مقربان الٰہی سے پس خوشی اور سبزہ اور باغ نعمت والا۔ واخرج ابن جریج وابن ابی حاتم عن قتادۃ رضی اللہ عنہما فی قولہ فروح وریحان الروح والریحان یلتقی بہما عند موت المومن۔ ترجمہ روایت کئے ابن جریج اور ابن ابی حاتم قتادہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیچ تفسیر قول حق تعالیٰ کے کہ روح اور ریحان وہ ہر دو مومن کو موت کے وقت حاصل ہون گے۔ واخرج ابن ابی الدنیا عن بکر بن عبید اللہ قال اذا امر ملک الموت قبض روح المومن اتی بریحان من الجنۃ فقیل لہ اقبض روحہ فیہ۔ روایت کئے ابن ابی الدنیا نے بکر ابن عبید اللہ

سے اونہون نے کہا کہ جسوقت ملک الموت کو حکم قبض روح مومن کے لیے ہوگا لادیجلے
ملک الموت جنت کے سبزہ کو پھر اون کو کہا جائے گا کہ اوس مین روح مومن کو قبض
کرین اخرج ابن المبارک فی الزھد وابن ابی الدرداء فی ذکر الموت
والطبرانی فی معجمہ الکبیر والحاکم فی المستدرک عن عبد اللہ ابن عمر
رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تحفۃ
المومن الموت ترجمہ روایت کئے ابن مبارک زہد مین اور ابن ابی الدرداء ذکر موت
مین اور طبرانی نے اپنے معجم کبیر مین اور حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے اونہون نے کہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ مومن
کا موت ہے اخرج ابن المبارک عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما
قال الدنیا جنۃ الکافر وسجن المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی
سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب ویتفسح فیہا ترجمہ روایت کئے ابن مبارک
نے عبد اللہ ابن عمر سے کہا اونہون نے کہ دنیا جنت کافر کی ہے اور قید خانہ مومن
کا ہے سوائے اس کے نہین ہے کہ مثال مومن کی جب کہ اوس کی روح پرواز
کرے ایسی ہے کہ جیسا کوئی شخص قید خانہ مین تھا پھر اوس سے نکالی جاوے۔
پس وہ ادہر اودہر جانا اور سیر کرنا شروع کرتا ہے۔ اخرج ابن المبارک عن مالک
ابن معول قال بلغنی ان اول سرور ید خل علی المومن الموت لما
یری من کرامۃ اللہ تعالی وثوابہ ترجمہ روایت کئے ابن مبارک مالک ابن
معول سے کہا اونہون نے کہ مجکو یہہ بات پہونچی ہے کہ پہلے خوشی جو مومن پر داخل
ہوتی ہے موت ہے بسبب اس وجہہ کے کہ مومن خدا کا اعزاز اور ثواب دیکھتا ہے
اخرج احمد فی الزھد عن ابن مسعود قال لیس للمؤمن راحۃ دون

لقاءاللہ۔ روایت کئے احمد نے زہد مین ابن مسعود سے وہ کہے کہ نہین ہے واسطے
مومن کے راحت سوائے خدا سے ملاقات کے۔ اخرج عن حبان بن الاسود
قال الموت خیر یوصل الحبیب الی الحبیب ترجمہ روایت کئے ابونعیم نے
(کیونکہ اوس کے پہلے اون سے روایت ہے) حبان ابن الاسود سے کہا اونہون
نے کہ موت بہتر ہے پہونچاتی ہے دوست کو دوست کے طرف مشہور تو یون ہے
الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی موت پل ہے کہ دوست کو طرف
دوست کے پہونچاتی ہے پس اس روایت مین لفظ خیر کا یا بہ تصحیف ناسخ ہے یا آنکہ
یہہ روایت دوسری ہے یہان تک روایات کتاب بشری الکئیب کی ختم ہو گئی اب
مین اس بیان کو ایک آیت کے ذکر پر ختم کرتا ہون وہ یہہ ہے۔ الذین آمنو
وعملو الصالحات فی روضات الجنات لھم مایشاؤن عند ربھم ذٰلک
ھو الفضل الکبیر ترجمہ تحقیق کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے باغہا ہے
جنت مین ہون گے واسطے اون کے وہ چیز ہوگی جو وہ چاہین یہہ وہی بڑی فضیلت
ہے خدا نے جو اس آیت مین ارشاد فرمایا کہ جو مومنین کہ نیک کام کئے باغہاے بہشت
مین ہون گے پس اس ارشاد سے پاکون کا مقام اور مستقر معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بعد
وفات کے کہان ہون گے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اعزاز الہی اور اوسکا فضل
پاکون کے لئے بعد اون کے وفات کے کیا ہے پھر خدا دوسرا اعزاز اور اون کا
مرتبہ جو خدا کے پاس ہے آئندہ بیان فرماتا ہے لھم مایشاؤن عند ربھم
یعنی اون کے لئے اون کے پروردگار کے پاس وہ چیز ہے جو وہ چاہین پس یہ
ارشاد الہی مطلق ہے اس مین کوئی قید نہین ہے کہ جنت مین ہے جو وہ چاہین گے
اون کے لئے عطا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو یون ارشاد ہوتا۔ لھم مایشاؤن فیھا عند

ربھم یعنی اون کے لئے وہ چیزیں ہیں جو وہ چاہین خدا کے پاس جنت مین جیساکہ دوسری آیت میں ہے۔ لھم مایشاؤن فیہا ولدنا مزید یعنی اون کے لئے وہ چیزین ہیں جو وہ جنت میں چاہیں اور ہمارے نزدیک اون کے چاہنے سے زیادہ ہیں اور ایک آیت میں ہے۔ ولکم فیہا ماتشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون یعنی تمہارے لئے اے مومنین جنت میں وہ چیزیں ہیں جو تمہارا نفس خواہش کرے اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیزیں ہیں جو تم چاہو پس ان آیات مین حسب دلخواہ چیزیں خاص جنت میں عنایت ہونے کا ذکر اور قید ہے بخلاف آیت لھم مایشاؤن عند ربھم کے کہ نہ یہاں خواہشات نفسانی کے عطا ہونیکی تصریح ہے نہ خاص جنت میں عنایت ہونے کی قید ہے جس سے سیاق کلام الٰہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خدا نے ابتدا آیت میں پہلے ایک مرتبہ اون کا بیان فرمادیا کہ وہ بعد وفات باغہائے بہشت میں رہیں گے پھر بعد اوس کے اون کا دوسرا مرتبہ ارشاد کیا کہ وہ لوگ جو کچھ چاہیں گے پروردگار کے پاس اون کو ملیگا۔ خواہ وہ لوگ دنیا میں اس عالم مین رہنے کے وقت چاہیں یا بعد وفات کے اوس عالم میں جو عالم برزخ ہے چاہیں یا قیامت میں یا جنت میں چاہیں اور خواہ وہ اپنے لئے چاہیں یا دوسرون کے لئے خدا سے دعا اور شفاعت کریں کیونکہ یہہ آیت میں اطلاق ہے کوئی قید نہین ہے اس عالم میں جو اون کی دعا حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے اوس کا ذکر بہت سے احادیث میں ہے چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ بعضے خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کہا دین تو حق تعالےٰ اون کی قسم کو پوری کردیتا ہے عالم برزخ میں بھی جو اون سے حاجت روائی خلائق ہوتی ہے وہ بھی ظاہر ہے ایک بار حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے لوگون نے قلت بارش کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ فیما بین قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آسمان کے جو حائل ہے اوس کو اٹھادو جب ایسا کیے تو بشدت بارش ہوئی پس آپ کے تابعین جو اولیاء اللہ ہیں اون کا بھی ایسا ہی حال ہے شیخ محمد ابن یحیی التادفی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ قلائد الجواہر مین لکھتے ہیں کہ جماہیر اشیاخ فقراء اور فقہاء اجماع کئے اور کتب مدونہ شامل ہوے اس امر پر کہ اصحاب تصریف تام سادات قادات اولیاء اللہ سے اون کی حیات اور اون کی قبور میں بعد اونکی وفات سے مثل تصرف احیاء کے ہے قیامت تک بسبب ایک خصوصیت کے جو خدا کی طرف سے اون کے لئے عنایت ہوئی وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور شیخ معروف کرخی اور شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم ہیں بعضے علماء نے اپنے بعضے مصنفات میں مقربان الہی کے انواع تائید کو بیان فرماے ہین جو اون کے تائیدات اون کے متوسلین اور مستغیثین کے حال پر اون کی قبور مطہرہ سے ہوتی ہے کہے شیخ الاسلام سید شہاب الدین حسینی حموی حنفی نے کتاب نفحات القرب والاتصال مین. ذکر العارف باللہ تعالی الشیخ عبد الوہاب الشعرانی فی کتابہ الجواہر والدرر ان بعض مشایخہ ذکر لہ ان اللہ تعالی یوکل لقبر الولی ملکا یقضی حوائج الناس کما وقع للامام الشافعی والسیدۃ النفیسہ وسیدی احمد البدوی رضی اللہ عنہم یعنی فی انقاذ الاسیر من ید من اسرہ من بلاد الفرنج وتارۃ یخرج الولی من قبرہ بنفسہ ویقضی حوائج الناس لان للاولیاء الانطلاق فی البرزخ والروح لارواحہم انتہی تحقیق قولہ

عہ قولہ الانطلاق سرعۃ دوری [illegible] انتہی الاب

وقارة يخرج الولى من قبره الى أخره ان الذى عليه المحققون من الصوفية ان
الامر فى عالم البرزخ والأخرة على خلاف عالم الدنيا فيحضر الانسان
فى صورة واحدة يعنى فى عالم الدنيا المسمى بعالم الشهادة الا الاولياء
كما نقل عن قضيب البان الموصلى انه رؤى فى صور مختلفة وسر ذلك
ان روحانيتهم غلبت جسمانيتهم فجاز ان يرى فى صور كثيرة وحمل عليه قوله
صلى الله عليه واله وسلم لابى بكر لما قال وهل يدخل احد من تلك
الابواب كلها قال نعم وارجوان تكون منهم وقالوان الروح اذا كانت
كلية كروح نبينا صلى الله عليه واله وسلم ربما تظهر فى صورة سبعين
الف صورة ذكر ذلك المحقق ابن ابى حمزة فاذا جاز للارواح الاولياء
عدم الانحصار فى صورة واحدة فى عالم الدنيا فترى فى صور مختلفة
لغلبة روحانيتهم جسمانيتهم فاحرى ان لا تنحصر ارواحهم فى صورة واحدة
فى عالم البرزخ الذى الروح فيه اغلب على الجسمانية وقالوا ايضا
الولى اذا تحقق فى الولاية يكن من التصور فى صورة عديدة وتظهر
روحانية فى وقت واحد فى جهات متعددة فالصورة التى ظهرت لمن
رأها حق والصورة التى راها أخرفى مكان أخر فى ذلك الوقت حق
ولا يلزم من ذلك وجود شخص واحد فى مكانين فى وقت واحد لان
فيماهنا تعدد الصور الروحانية لا الجسمانية فاذا جاز للروح ان
ترى فى صور عديدة فى دار الدنيا لمن تحقق فى الولاية فاحرى ان
ترى فى صورة عديدة فى عالم البرزخ الذى الغلبة فيه للارواح

علی الاجسام ویقوی ذلک ماثبت فی السنة وصح ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ لیلة الاسراء ورأٰہ فی السماء السادسة تلک اللیلة وقد اثبت السادة الصوفیة عالما متوسطا بین الاجساد والارواح سموہ عالم المثال وقالوا ھو الطف من عالم الاجساد واکثف من عالم الارواح وبنوعلی ذٰلک تجسد الارواح فظھورھا فی صور مختلفة من عالم المثال وقد یستانس لذٰلک من قولہ تعالٰی فتمثل لھا بشرا سویا فتکون الروح کروح جبریل علیہ السلام متٰ مدبرة لشبحہ ولھذا الشبح المثالی فاذا جاز تجسد الارواح فظھورھا فی صورة مختلفة من العالم المثالی فی عالم الدنیا ففی البرزخ اولی وعلٰی ھذا فالذی یخرج من القبر الشیخ المثالی ھذا تحقیق المقام۔ ترجمہ کہے عارف باللہ تعالٰی شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں جواہر والدرر ہے کہ بعض مشائخ نے اون کو کہے تحقیق حق تعالٰی مقرر کرتا ہے ولی کی قبر کے لئے ایک فرشتہ کہ وہ آدمیوں کی حاجت روائی کرتا ہے جیساکہ واقع ہوا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمد بدوی کے لئے رضی اللہ عنہم یعنی رہائی میں قیدی کے ہاتھ سے اوس شخص کے جواسکو قید کیا تھا فرنگی کے ملکوں سے اور کبھی نکلتے ہیں ولی اپنی قبر سے اپنی ذات سے اور لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اس لئے کہ اولیاء اللہ کے لئے عالم برزخ میں قدرت ہر جا حاضر ہونے کی ہے اور اون کی ارواح کے لئے سیر ہے یہاں تک شیخ عبدالوہاب شعرانی کی عبارت تمام ہوئی تحقیق قول شیخ کی کہ ایک بار ولی اپنے

قبر سے نکلتے ہیں الیٰ آخرہٖ یہہ ہے کہ محققین حضرات صوفیہ کا یہہ مذہب ہے کہ امر عالم برزخ اور آخرت خلاف عالم دنیا کے ہے انسان دنیا مین جسکو عالم شہادت کہتے ہین ایک ہی صورت مین حاضر ہوتا ہے مگر اولیا جیسا کہ قضیب البان کا حال منقول ہے کہ آپ چند صور تون مختلف مین کئے گئے اوس کا ہر یہہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانیت اون کی جسمانیت پر غالب ہے پس جائز ہے یہہ بات کہ وہ چند صور تون مختلف مین دیکھے جائیں اور محمول ہے اس امر پر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کئے کہ ایا کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ جنت کے سب دروازون سے داخل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے کہ ہان مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو اور کہے حضرات صوفیہ رح نے کہ روح جب کہ کلی ہوشل روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بساوقت ظاہر ہوتی ہے بیچ ستر ہزار صورتوں کے ذکر کئے اس کو محقق ابن ابی حمزہ نے پس جسوقت کہ جائز ہوا واسطے ارواح اولیاء اللہ کے عدم انحصار صورۃ واحدہ میں عالم دنیا میں پس دیکھے جاتے ہیں صور ہائے مختلفہ میں بسبب اون کے غلبۂ روحانیت کے اون کی جسمانیت پر پس لائق تر ہے یہہ کہ نہ منحصر ہون اون کی ارواح صورۃ واحدہ مین عالم برزخ میں کہ اوس عالم مین روح کا غلبہ زیادہ تر ہے جسمانیت پر اور حضرات صوفیہ نے یہہ بھی فرمائے ہین کہ ولی جب وقت مقام ولایت میں متحقق ہون قادر ہوتے ہیں بصور مختلفہ متصور ہونے پر اور اون کی روحانیت ظاہر ہوتی ہے ایک وقت میں چند جہات مین پس وہ صورت جو ظاہر ہوئی اوس شخص کو جو اوس کو دیکھا

حق ہے اور وہ صورت جس کو دوسرے نے دوسری جائے دیکھا اوس وقت
میں وہ بھی حق ہے اور نہیں لازم آتا ہے اس امر سے پایا جانا ایک شخص کا دو
جائے مین وقت واحد میں اس لئے کہ اس جائے متعدد ہونا صور روحانیہ
کا ہے نہ صور جسمانیہ کا پس جس وقت کہ جائز ہو روح کے لئے کہ وہ دار دنیا
میں صور تہائے عدیدہ میں دیکھا جائے اوس شخص کے لئے کہ متحقق مقام ولایت
میں ہوں پس لائق تر ہے یہہ بات کہ صورت روحانیہ اون کے عالم برزخ مین صور تہائے
عدیدہ مین دیکھی جاوے کہ اوس عالم برزخ میں غلبہ ارواح کا اجسام پر ہے۔ اور
تقویت دیتی ہے اس کو وہ روایت جو حدیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے کہ نبی
علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھے شب معراج میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا
کرتے اور اوسی شب میں موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھے اور بہ تحقیق کہ
ثابت کئے ہیں حضرات صوفیہ نے عالم کو جو بین بین ہے درمیان عالم اجساد اور عالم
ارواح کے جس کا نام اونہوں نے عالم مثال رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ
عالم مثال بہت لطیف ہے عالم اجساد سے اور بہت کثیف ہے عالم ارواح سے
اور بنا کئے اس امر پر صاحب جسد ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اوس کا صور تہائے مختلف
میں عالم مثال میں اور بہ تحقیق کہ انست ملتی ہے یہہ بات کے لئے قول سے خدا تعالیٰ
کے پس مثال بنی جبرئیل علیہ السلام کی مریم علیہا السلام کے لئے آدمی مستوی
الخلق کی پس ہوگی روح مثل روح جبرئیل علیہ السلام کے مثلاً ایک وقت مین مدبر واسطے
جسد جبرئیلیہ کے اور واسطے اس شبہ مثالی کے جو مریم علیہا السلام کو مشاہدہ ہوئی۔
پس جس وقت کہ جائز ہوا جسد دار ہونا ارواح کا اور ظاہر ہونا اوس کا مختلف صورتوں
میں عالم مثالی سے عالم دنیا میں پس عالم برزخ میں اولی ہے اور اوپر ایسے امر کے

پس وہ جو قبر سے نکلتی ہے شبح مثالی ولی کی ہے یہہ تحقیق مقام ہے انتہی۔ موٗلف عرض کرتا ہے کہ جب خدا کے طرف سے ولی کی قبر پر قضاء حوائج کے لئے فرشتہ مقرر ہو اور خدا نے ولی کو ایسی قدرت دیا کہ اپنی قبر سے بصورت مثالی نکل کے حاجت روائی اونہوں کی کرتے ہوں پس بوقت ندا اون کے اسمار کے خدا کے جانب سے اطلاع ہو تو کیا کوئی عجب کی بات ہے اور اوس مین کیا کلمہ کفر لازم آتا ہے اور تعجب تر اس سے یہہ امر ہے کہ بعضے اہل فتویٰ بصریح بھی کئے ہیں کہ ندا باسم اولیاء اللہ جائز ہے جس کا ذکر آگے ہوگا پس باوجود مسئلہ فقہیہ جواز ندا پر ہوتے ہوے ندا کیون کفر اور شرک ہوی معلوم نہیں پس نداجس کا جواز احادیث اور اعمال صحابہ اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ سے ثابت ہے اوس کا انکار دو فریق کے ساتھہ مشابہت پیدا کرتا ہے اول فریق معتزلہ جو متمسک باذیال فلاسفہ ہیں اونکا اصول مذہب یہہ ہے کہ جو امر کو باحادیث صحیحہ ثابت کیوں نہ ہو مگر اون کی عقل جزوی فلسفی مین نہ آوے اوس سے انکار کر جاتے ہین اور ان احادیث کی توجیہ مالا یرضی بہ القائل کر جاتے ہین اسی وجہہ سے وہ لوگ روٗیت الٰہی بروز قیامت بچشم سر اور عذاب قبر اور حشر اجساد اور کرامات اولیاء اللہ اور کئی امور جو باحادیث صحیحہ بعضے بنص قرانی بھی ثابت ہین اون سے انکار کرتے ہین اور نصوص شرعیہ کے مقابلہ مین دلیل اپنی عقل جزئی کی پیش کرتے ہیں جس کو فقہا کے اصطلاح میں معارضہ بالنص کہتے ہیں جو یہہ باجماع علماء دین باطل ہے مثلاً روٗیت الٰہی بروز حشر بچشم سر جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے اوس کے مقابلہ مین اپنی عقل جزئی سے یہہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ انسان جس چیز کو دیکھتا ہے تو انسان کے دیکھنے کے لئے چند شروط ہیں اول تو یہہ کہ وہ جسم دار اور رنگ دار ہونا چاہئے کیونکہ جس چیز کو جسم نہو جیسا کہ

روح یا جسم ہو اور رنگ نہ ہو جیسا کہ ہوا انسان دیکھہ نہیں سکتا دوسری شرط یہہ ہے کہ وہ چیز جس کو انسان دیکھتا ہے جہات ستہ میں سے کسی جہت مین ہونا چاہیئے۔ جو چیز کہ کسی جہت مین نہو انسان اوس کو دیکھہ نہیں سکتا جب خدا جسم اور رنگ اور جہت سے پاک ہے تو انسان خدا کو چشم سر سے کیونکر دیکھ سکتا ہے مگر وہ لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ خدا نے بصیرت یعنی بینائی قلب دنیا میں آدمی کو ایک ایسی چیز عطا فرمایا ہے جس سے آدمی خدا کو دنیا ہی مین دیکھتا ہے اس کے ہم اور معتزلہ سب قائل ہین پس ممکن ہے کہ خدا ابصارت یعنی بینائی چشم سر کو صفت بصیرت کی بروز حشر عنایت فرمائے پس اس صورت مین بصیرت یعنی بینائی چشم سر سے خدا کو بروز قیامت دیکھنا محال نہو گا اور نہ یہہ امر خدا کی قدرت سے خارج ہے اور نہ اس مین کوئی محال پیدا ہوتا ہے ویسا ہی منکرین ندا مقابلہ اور معارضہ میں اون احادیث کے جس سے جواز ندا ثابت ہے عقل جزئی سے اپنی دلیل پیش کرتے ہین کہ لفظ یا سے ندا کرنا خاصان الہی کو جو غائب ہین مثل خدا کے اون کو حاضر ناظر جاننا ہے اس لئے ندا کو شرک اور کفر کہتے ہین یہہ نہین خیال کرتے کہ ندا احادیث اور اعمال صحابہ اور اجماع سے جائز ہے اور تجربات کثیرہ سے مفید ثابت ہے تو کیا خدا میں یہہ قدرت نہین ہے کہ بوقت ندا کے اپنے مقربین بارگاہ کو ندا کرنے والوں کے حال سے اطلاع کردے تاکہ وہ بدعا اور شفاعت اونکے جانب سے اپنی بارگاہ مین مصروف ہوں۔ کیا اس مین کوئی محال پیدا ہوتا ہے۔ یا کوئی امر خلاف شرع لازم آتا ہے۔ دوسرا فریق وہابیہ نجدیہ سے مانعین ندا کا جائے مشابہ ہے فریق نجدیہ کا یہہ اصول ہے کہ اگر کوئی بات اون کے روبرو بیان کیجائے کہ جس سے فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ظاہر ہوں تو اونکو بہت

ناگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ بے سوچے سمجھے بے دھڑک کہدیتے ہیں کہ یہہ تو شرک ہے یہہ تو کفر ہے اور کچھہ بھی خیال نہیں کرتے کہ یہہ کیوں شرک ہوا یہہ کیوں کفر ہوا اور بلا وجہہ کیوں کسی کو کافر کہدینا کسی کو کیوں مشرک بنانا اوس مین کیا ضرر ہے اوس کا کیا وبال ہے اگر کوئی شخص اون سے گفتگو کرے اور کہے کہ اس مین کیا بات کفر اور شرک کی ہے اس کا قائل کیوں کافر ہوا بیوجہہ بلا سبب کسی کو کافر کہنے مین اوس کا وبال خود قائل پر عود کرتا ہے تو وہ یہہ کہدیتے ہیں کہ اجی صاحب لوگ نرمی سے نہیں مانتے اس واسطے ہم اون سے سختی سے پیش آتے ہیں یعنی اگرچہ یہہ کفر نہیں ہے مگر ہم اطلاق شرک اور کفر کا اس لئے کرتے ہین کہ لوگ مان لیں۔

ہر کش گیر تا بہ تپ راضی شود۔ اور کچھہ بھی نہیں سمجھتے کہ لوگوں کو نرمی اور گرمی کے سمجھانے کی کیا ضرورت ہے یہہ فعل یا قول کوئی منع نہیں ہے اور اوس کی اصل احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس مین فضائل انبیاء علیہم السلام یا اولیاء اللہ ہیں حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص مستحق لعنت نہیں اگر اوس کو لعنت کیجاوے تو وہ لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے پس جب یہہ لوگ بغیر وجہہ کے دوسروں کو لعنت کئے تو وہ خود مبتلائے لعنت ہوے اور مرگئے پس دوسرون کو وہ کیا مارینگے پس اون کو ہمیشہ فضائل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے چڑھ ہے اگر کوئی اون کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باسم رؤف اور رحیم کے یاد کرے تو وہ جھٹ کہدینگے کہ رؤف اور رحیم تو اسماء الٰہی سے ہے دوسرے پر اس کا اطلاق کفر ہے یا شرک اس کا خیال نہیں کہ جس کے یہہ اسماء ہین اوسی نے اپنے ان اسماء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمایا

ایسا ہی اگر مسئلہ ندا کا اون کے روبرو پیش ہو جائے تو یہی کہہ بیٹھینگے کہ
اس میں غیر حق کو حاضر ناظر جاننا ہے جو یہہ شرک اور کفر ہے اور اس سے اغماض
کہ جنکی برکت سے ہم کو کفر و اسلام میں تمیز حاصل ہوا خود اونہیں کا یہہ حکم ہے اور
اوس کی توجیہ صحیح بھی موجود ہے کہ جس سے نہ شرک لازم آتا اور نہ کفر پس یہہ شرک
اور کفر کیون ہوا اور اگر یہہ شرک اور کفر ہوتا تو جو لوگ اپنی عمر کو سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کئے ہیں وہ اس شرک اور کفر کے کام کیون کرتے
اور اجماع اس کے جواز پر کیون منعقد ہوا اور اولیاء اللہ کے اقوال اوسکے جواز
پر کیون ناطق ہوتے اور اس کام سے خلائق کو فائدہ کیون حاصل ہوتا اولیاء اللہ
کے اقوال اور احوال سے انکار کرنے میں جو وبال ہوا ہے اوس سے بیخبر ہیں پس نفلین (؟) تو انبیا
علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی خدمت میں گستاخ رہیں تو قوم وہابیہ نہیں ہیں۔ بلکہ
اولیاء اللہ کی خدمت میں اپنے عقیدت ظاہر کرتے ہیں تو وہ لوگ خاص اس
مسئلہ میں سالک مسالک فرقہ معتزلہ اور نجدیہ ہین۔ اب میں اس مقام پر فتوے
شیخ ابن حجر مکی کا نقل کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اولیاء اللہ کے اقوال
اور احوال کے انکار سے کیا ضرر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس سے انکار حدیث کا
بھی قیاس کیا جاے کہ کیا ضرر ہوگا۔ کسی نے شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے
پوچھا کہ کیا جواب دیا جائے ان الفاظ سے کہ جو شطحیات اولیاء اللہ سے
واقع ہوئے مثل قول بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سبحانی ما فی الجبۃ غیر اللہ
اور قول منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق اور مثل اوس کے جو اون سے
کلمات اور اشارات پوشیدہ نہیں ہیں جن کا ظاہر نکتہ چینی ہے اور باطن اونکا حق ہے

نگر نزدیک اہل سقت اور عناد کے۔ جواب دے شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ
نے اپنے اس قول سے کہ جو الفاظ کہ اون سے واقع ہوے ہین بطور شطحیات کے
وہ علمار عارفین اور حکما ہین خدا اون کو محفوظ اور سلامت رکھے ہمارے محرومی
انکار سے اور خدا اون پر احسان کرے اور ہم کو اپنے اولیار کی جناب مین اعتقاد
نصیب فرمائے جو الفاظ کے اون کی زبان سے سرزد ہوے اون کو احسن مجال
اور اقوم محامل پر حمل کیا جاے اور اون الفاظ کا ایسا جواب دیا جاے کہ سامعین
کو سکوت ہو جائے اور اون کی ایسی تحقیقات کی جاے کہ سامعین اوس سے
متحیر ہو جائین ایسے جوابات اور تحقیقات کی ہدایت نہین ہوئی مگر اون لوگون کو
جسکو خدا نے توفیق دیا اور ایسے جوابات اور تحقیقات سے روگردانی نہین کرتے
ہین مگر وہ لوگ جسکو خدا نے مخذول کیا پس بچے رہو کہ تم اون لوگون
مین سے نہون جنہون نے انکار کے زہر کا پیالہ پیا ہے پس اوسی وقت ہلاک ہوا
اور جلدی کر طرف سلامت رہنے کہ خدا کے غضب سے اور خدا کے جنگ
سے پس خدا نے اپنے رسول صادق اور مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
زبان پر فرمایا ہے کہ جو شخص کہ میرے ولی سے دشمنی رکھے تو مین اسکو اطلاع دیتا
ہون کہ مین اوس سے برسر جنگ ہون۔ ائمہ فرماتے ہین کہ خدا نے کسی گنہگار کیلئے
نہین فرمایا کہ مین اوس سے برسر جنگ ہون مگر جو منکر ہین اوس کے اولیار پر دوسرا
سود خوارون کو (یعنے سود خوارون کو بھی خدا فرماتا ہے کہ مین اوس سے برسر جنگ
ہون جیسا کہ قرآن کی آیت ہے فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ) پھر شیخ فرماتے
ہین کہ جس سے خدا جنگ کرے وہ کبھی فلاح نہ پائیگا۔ انتہی پھر شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ

نے قول بایزید بسطامی اور قول منصور علیہ الرحمہ کے توضیح اور توجیہ نہایت عمدگی اور شائستگی
سے فرمائے ہین کہ جس سے فرق شرع شریف بالکل نہین ہوتا۔ پس اب خیال کیا جائے
کہ جب اقوال اولیاء اللہ وہ بھی جو بطریق شطحیات کے ہون کہ بظاہر خلاف شرع شریف
معلوم ہوتے ہین اوس کا انکار بھی کرنا باعث ہلاکت ہونا بمصداق حدیث کے شیخ
ابن حجر فرماتے ہین تو سلطان الاولیا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو بسند
صحیح برواۃ ثقاۃ ہم تک پہونچا ہے کہ آپ نے فرمائے ہین جو میرے نام سے مجھکو
پکارے اوس کی مصیبت دور ہو جاوے گی اور بہ تجربات متواترہ کثیرہ یہہ امر مفید بھی
ثابت ہوا۔ اور یہہ آپکا ارشاد خلاف شرع شریف نہین ہے۔ پس آپ کے ارشاد کا انکار
کیون نہ باعث ہلاکت ہوگا لیکن یہہ ارشاد آپ کا بسند صحیح برواۃ ثقاۃ کے ہم تک
پہونچنا وہ ظاہر ہے کہ یہہ روایت بہجۃ الاسرار کی ہے اور صاحب بہجۃ اسرار نے
اس روایت کو برواۃ ثقاۃ حسب شرائط علماء حدیث حضرت غوث الاعظم رضی اللہ
عنہ تک پہونچائے ہین لیکن یہہ آپ کا ارشاد بہ تجربات متواترہ کثیرہ مفید ثابت
ہونا وہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کے احوال شریف مین بہت سی کتابین تصنیف ہین سب
مین آپ کے کرامات درج ہین اور آپ کے کرامات مین آپ کی مدد بوقت آپکے
اسم سے پکارنے والے پر ہونا بیان ہے علاوہ اوس کے انھون کا تجربہ ہے اگر
کوئی چاہے بشرط رسوخ عقیدت ہر شخص اس کا تجربہ فی الحال بھی کر سکتا ہے۔ اور دو
روایات بہجۃ الاسرار کے جو باسانید متصلہ برواۃ ثقاۃ کہ جس کی روایت کے اسناد مین
اولیاء اللہ بھی ہین۔ بیان بھی ہو گئے کہ بوقت ندا باسم مبارک آپ کے کیسی مصیبتین حاجتمندون
کی دور ہو گئے لیکن یہہ ارشاد آپ کا خلاف شرع نہونا بلکہ موافق شرع شریف
ہونا اس لئے ہے کہ حضرت کا جو ارشاد ہے کہ جو شخص میرے اسم پاک کے ساتھ

ندا کرے اوس کی مصیبت دور ہوجاے گی دو امر پر مبنی ہے۔ ایک یہہ کہ بوقت ندا
اپ کو ندا کرنے والے کے حال سے اطلاع ہوتا پس یہہ مبنی بہ کشف غیب ہے
جس کے جواز پر علماء متقنین متفق ہین کہ کشف غیب اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اور اس
باب مین فتویٰ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا بھی نقل کیا گیا جب بروایت صحیح ثابت ہے کہ
بغیر ندا اور بغیر توجہہ کے بھی حال حاجت مند کا اولیاء اللہ کو منکشف ہوتا ہے اور وہ
اوس کی تائید فرماتے ہین پس بوقت توجہہ اور ندا کے اگر اولیاء اللہ کو معلوم ہوجاوے
کیا عجب ہے اور کیا بات تعجب کی ہے۔ دوسرا امر یہہ کہ آپ کے اس ارشاد سے
مستفاد ہے کہ جب آپ کو حال حاجت مند کا بوقت ندا کے معلوم ہوتا ہے تو آپ
اوس کی تائید بدعا یا تصرف جو کرامۃً آپ کو عطا ہوا ہے۔ فرماتے ہین یہہ بھی کوئی امر
خلاف شرع شریف نہین ہے۔ کیونکہ آپ قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ہین جیسا ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم کے لئے رحمت
ہے۔ آپ کی ذات بھی عالم کے لئے رحمت ہے۔ پس جب کوئی کسی مصیبت مین گرفتار
ہوا اور آپ طرف متوجہہ ہو کیون آپ اوسکی تائید بدعا یا بہ تصرف جو کرامۃً آپ کو عطا ہوا
ہے۔ نہ فرمائین۔ اوس پر بشرح و بسط اس امر کو بیان کیا گیا کہ
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذات نفع خلائق کے لئے ہے۔ پھر وہ کیون نہ
بوقت مصیبت کے حاجت روائی حاجت مندون کے طرف متوجہہ ہون گے۔
خصوصاً ہمارے خداوند غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کو اولیاء اللہ مین حاجت
روائی خلائق مین خدا نے زیادہ تر خصوصیت عنایت فرمایا ہے۔ حضرت کا ارشاد
بہجۃ الاسرار مین باسانید متصلہ برواۃ ثقاۃ مروی ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہین کہ
مین ہمیشہ خلق سے کنارہ کشی کرتا اور میرا یہہ خیال رہا کہ تم مجھکو نہ دیکھین اور مین تم کو نہ دیکھون

مگر خدا کی مرضی ایسی نہین ہوئی۔ بلکہ خدا نے تمہارے منافع کو میرے ساتھہ متعلق اور مربوط کر دیا۔ لہذا مجھ کو تم مین بہ مجبوری رہنا پڑا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وجعلنا عندہ تعالیٰ فی الدارین آمین۔ اب ثابت ہو گیا کہ آپ کا یہہ ارشاد کہ جو کوئی میرے نام سے پکارے مین اوسکی مدد کرونگا۔ سراسر موافق شریعت ہے۔ پس جبکہ انکار شطحیات اولیاء اللہ جو بظاہر خلاف شرع شریف معلوم ہوتے ہین۔ بقول شیخ ابن حجر بمصداق حدیث باعث ہلاکی ہے تو انکار ارشاد سلطان الاولیاء کا جو بروات ثقات باسانید صحیحہ ہم تک پہونچا ہے۔ اور سراسر موافق شریعت ہے کیون نہ باعث ہلاکت اور سم قاتل ہوا ہی وجہ سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو باسانید متصلہ اور بروات ثقات بہجۃ الاسرار مین مذکور ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائے کہ میرے کلام کا جھٹلانا تمہارے حق مین زہر ایک ساعت مین ہلاک کرنے والا ہے۔ تمہارے دین کے لئے اور سبب ہے واسطے لیجانے تمہارے دنیا اور آخرت کے اوس روایت کو شیخ محمد بن عبد اللطیف ابن ابی طاہر احمد ابن ہبتہ اللہ ترسی بغدادی حنبلی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد مین ۵۷۱ھ پانسو اکہتر مین حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیے ہین کذا فی بہجۃ الاسرار اب مین ایک حال شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا بیان کرتا ہون جو شیخ نے اپنا حال آپ لکھے ہین وہ فتاوائے حدیثہ مین موجود ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اولیاء اللہ کے اقوال اور احوال کے انکار کرنے مین کیا ضرر ہے۔ اور اون سے عقیدت رکھنے مین اور اون کے احوال اور اقوال کو قبول کرنے مین کیا فائدہ ہے۔ وہ یہہ ہے کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ مین اس طائفہ یعنے بعض عارفین کے گود مین پرورش پایا۔ مگر ایسے کہ ظاہر شرع شریف

سے کوئی شخص اون پر اعتراض نہین کر سکتا تھا۔ اون کا کلام میرے دل مین جم گیا کیونکہ
وہ کلام میرے قلب مین اوس وقت آیا جو میرا دل شکوک اور وسواس صحبت بد سے
خالی تھا پس اون کا کلام دل مین بیٹھ گیا پھر جب مین علوم ظاہر پڑھنا شروع کیا۔ اور
میرا سن اوس وقت قریب چودہ سال کے تھا۔ پس مین نے کتاب مختصر ابی شجاع
کو میرے استاد ابی عبد اللہ کے پاس پڑھا اون کا نام شیخ محمد جوینی ہے جامع ازہر مصر
مین وہ امام وقت تھے علوم ظاہر مین اور صاحب برکت اور عابد تھے۔ مین نے
ایک مدت اون کی خدمت مین رہا اون کے مزاج مین تیزی تھی۔ پس ایک روز
اون کی مجلس مین کلام ذکر قطب اور نجبا وغیرہ تک پھونچا جس کا بیان اوپر گذرا۔ پس شیخ
محمد جوینی نے اوس کا انکار جلدی سے اور بہت شدۃ کے ساتھ کئے اور کہے کہ
یہہ تمام باتین ہین جسکی کوئی حقیقت نہین ہے اور نہ کوئی اسباب مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ اگرچہ مین سب
حاضرین مجلس سے چھوٹا تھا اُنکو کہا کہ معاذ اللہ یہہ سچ ہے اور حق ہے کہ جس مین کوئی شبہ
نہین ہے کیونکہ اولیاء اللہ نے اس بات کی خبر دئے ہین جو کذب اون کے اطراف
نہین پھٹکتا اور اون لوگون مین جو اس بات کی خبر دے امام یافعی ہین اور وہ شخص
جامع علوم ظاہر اور باطن ہین۔ پس شیخ محمد جوینی کا انکار اور بھی زیادہ ہوا اور مجکو بہت
کچھ سخت اور سست کہہ گئے۔ پس مجکو سوائے سکوت کے گزیر نہین ہوا پس مین
چپ رہ گیا اور مین نے اپنے دل مین ٹھان لیا کہ مجکو کوئی مدد اس امر مین نہ دے گا
سوائے ہمارے شیخ کے جو شیخ اسلام اور مسلمین کے اور امام فقہا اور عارفین
ابو یحیےٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہین۔ اور میری یہہ عادت تھی کہ مین شیخ محمد جوینی

کو ہر جاے لیجایا کرتا تھا اس لئے کہ وہ نابینا تھے اور مین اور شیخ جوینی شیخ زکریا انصاری کے پاس جایا کرتے پس ایک وقت مین اور شیخ محمد جوینی شیخ الاسلام شیخ زکریا انصاری کے طرف جارہے تھے پھر جبکہ ہم نے اون کے مکان کے قریب پھونچے اوس وقت مین نے شیخ محمد جوینی سے کہا کہ اگر مسئلہ قطب وغیرہ کا شیخ الاسلام کے روبرو ذکر کیا جاے تو کچھ مضائقہ نہین ہے تاکہ ہم دیکھلین کہ اون کا علم اس بارہ مین کیا ہے پھر جبکہ ہم نے شیخ الاسلام کے پاس پھونچے. پس شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمہ نے شیخ محمد جوینی کے طرف متوجہ ہوے اور اون کی بہت کچھ تعظیم تکریم کئے اور بہت بار دعا اون سے چاہے پھر مجکو بھی شیخ الاسلام نے بہت سی دعائین دی. اون کی دعاؤن سے یہہ بھی تھی کہ اللھم فقھنی الدین اور اکثر بار شیخ الاسلام مجھکو یہی دعا دیا کرتے تھے یعنے اللھم فقھنی الدین. پھر جبکہ کلام شیخ کا تمام ہوا اور شیخ محمد جوینی سے پلٹنے کا ارادہ کئے مین نے شیخ الاسلام کو کہا کہ یا سیدی قطب اور اوتاد اور نجبا اور ابدال وغیرہ جن کو صوفیہ نے ذکر کئے ہین کیا وہ حقیقت مین موجود ہین شیخ الاسلام نے فرمائے ہان موجود ہین قسم ہے خدا کی اے میرے فرزند پھر مین نے شیخ الاسلام کو کہا کہ یہہ شیخ محمد جوینی اس سے انکار کرتے ہین اور جو شخص ایسا کہے اوس پر سخت رد کرتے ہین پس شیخ الاسلام نے فرماے کیا ایسا ہی ہے یا شیخ محمد اور اس قول کی تکرار کئے یہان تک کہ شیخ محمد جوینی نے شیخ الاسلام کو کہے کہ یا مولانا شیخ الاسلام مین نے اوس کے ساتھہ ایمان لایا اور حضرات صوفیہ کے قول کی تصدیق کیا. اور انکار سے توبہ کیا. پس شیخ الاسلام نے فرمائے کہ میرا یہی گمان ہے تمہارے ساتھ اے شیخ محمد پھر ہم اوٹھ کھڑے ہوے اور مجھ پر شیخ محمد جوینی خفا نہین ہوے

بوجہ اوس کے جو مجھ سے صادر ہوا پھر شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ مثل اوس واقعہ کے ایک دوسرا حال مجھ پر گذرا میرے بعض اساتذہ کے ساتھ اوس وقت میری عمر قریب اٹھارہ سال کے تھی وہ میرے اوستاد شیخ الاسلام شمس الدین دلجی ہین اونکے تصنیفات علوم شرعیہ اور عقلیہ مین بر متانت اور زور قلم اس قدر خدا نے اون کو عنایت فرمایا کہ کوئی اہل زمانہ اون کا مقابل نہین تھا۔ ایک روز ہم اون کے پاس شرح تلخیص سعد الدین تفتازانی کی پڑھ رہے تھے۔ پس اوس مجلس مین ذکر عارف باللہ شیخ عمر بن فارض کا آیا پس شیخ شمس الدین دلجی نے جھٹ پٹ کہدئے کہ قاتلہ اللہ کیا کفریات کہے ہین اون کا حال کیسا اون کا کلام حلول اور اتحاد کا ہے جو باطل ہے لیکن اون کا شعر وہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ پس مین نے شمس الدین دلجی کو سب حاضرین مجلس مین سے کہا کہ حاشا اللہ شیخ عمر ابن فارض سے کبھی کلمات کفر اور حلول اتحاد سرزد نہین ہوے پس شیخ شمس الدین دلجی مجھکو اور اونکو سخت وسست کہے مین نے بھی جواب مین سخت کہا اور شیخ شمس الدین دلجی کو عارضہ ضیق النفس کا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہ بسبب اس عارضہ کے اون کو شب و روز زمین کو اپنا پہلو لگانے کی قدرت نہین تھی پس مین نے اون کو کہا کہ اے شیخ مین ذمہ دار ہون اس امر کا کہ اگر آپ انکار شیخ عمر بن الفارض اور ابن عربی اور اون کے تابعین سے رجوع کر جائین تو اس مرض سخت سے آپ کو شفا حاصل ہوگی۔ اونہون نے کہے کہ یہ قول تمہارا صحیح نہین ہے مین نے اون کو کہا کہ میرا قول تھوڑی مدت مان لو اگر اس مدت مین تمہارا مرض جاتا رہے تو فبہا اگر نہین تو تم جانو اور تمہارا مذہب۔ پس شیخ شمس الدین دلجی نے کہے کہ ممکن ہے کہ ہم تجربہ کرلین پھر اونہون نے ظاہر کئے کہ مین اپنے مذہب سے رجوع اور توبہ

کیا پس اون کا حال درست ہو گیا اور مرض مین اون کی تخفیف ہو گئی ایک مدت
مدید تک اونکا ایسا ہی حال رہا اور مین اون کو اس مدت مین کہتا تھا کہ یا سیدی
میری ذمہ داری صحیح ہو گئی یعنی جو مین اس امر کا ذمہ دار ہوا تھا کہ اگر تم اپنے مذہب سے
توبہ کرو گے تو تم صحیح ہو جاؤ گے۔ پس یہہ میری بات صحیح ہو گئی۔ پس یہہ میری بات کو سنکر
ہنستے اور یہہ امر اون کو تعجب معلوم ہوتا اور اس مدت مین مین نے اولیاء اللہ
کے حق مین سواے خیر کے اور کوئی بات اون سے نہین سنا بعد مدت مدیدہ کے پھر
اونہون نے اپنی مذہب سابقہ کے طرف عود کئیے پھر اون کا مرض پہلے سے بھی زیادہ
شدت کیا جس سے اون پر تکلیف گذرنے لگی پس وہ اس مرض کی معیت کا مزہ
چکائے گئے اور شدت مرض اون کو قریب بیس سال کے رہی یہان تک کہ وہ
اپنے اسی حال پر انتقال کئے انتہی پس یہہ روایت جو ہم کو فقط ایک واسطہ سے
پہونچی وہ واسطہ بھی کیسا ثقہ علماء محققین سے مثل شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے
کہ وہ اپنا گذرا ہوا حال ایک اپنے فتوی مین لکہدئے جو اون کا فتوی مجکو پہونچا
پس اس کیفیت کے صدق اور حقیقت مین کوئی تامل نہین ہے پس اس سے دو فائدہ
حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک تو یہہ کہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے حال سے ہم کو ہدایت
حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اون کی اقتداء کرنا چاہیئے کہ وہ کیسے علماء ربانیین سے
ہین اور کیسی اون کو حسن عقیدت اور محبت خاصان الہی سے تھی اور وہ اپنے
عقیدت اور محبت خاصان خدا مین کیسے راسخ اور مضبوط تھے کہ کیسا ہی عدجہ کا
عالم ظاہر کیون نہ ہو۔ اگرچہ وہ اون کا اوستاد ہو اوس کی زبان سے جب
خلاف عقیدت اولیاء اللہ کے کوئی بات نکل آئی تو برسر مقابلہ ہو جاتے
اور علم ظاہری کا اون کے کچہ خیال نکرتے۔ لایخافون فی اللہ

لو مت لا یمہ انہین علمار باللہ کی شان مین ہے شیخ محمد جوینی کا حال کس قدر عبرت خیر ہے
کہ باوجود اس قدر اون کے علم و فضل اور مشغولی عبادت کے حسن عقیدت اولیاء اللہ
کی اون کو نصیب نہین تھی بالاخر شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے اثر سے اون کو اس
سوء عقیدت سے توبہ نصیب ہوئی اس مین شیخ حجر کی علیہ الرحمۃ جو شیخ محمد جوینی کے شاگرد
تھے واسطہ ہوے مگر شیخ شمس الدین ولجی کا حال بہت کچھ محل عبرت ہے کہ وہ باوجود
جامع ہونے علوم معقول اور منقول کے اور صاحب تصانیف متعدد ہونے کے
اون کو بعض اولیاء اللہ کی خدمت مین باعتبار اون کے بعض اقوال کے انکار تھا
جب حسب ہدایت اون کے شاگرد شیخ ابن حجر کی علیہ الرحمہ کے وہ اپنے اس انکار
سے توبہ کیئے اوس کا فائدہ فی الحال اون کو معلوم ہوگیا اور ایک مدت مدید تک
وہ اپنے اس حسن عقیدت کا فائدہ اوٹھاتے رہے باین ہمہ پھر وہ اپنے خیال سابق
کی طرف رجوع کر گئے۔ طرفہ ماجرا یہہ ہے کہ باوجودیکہ وہ حسن عقیدت کا فائدہ مدت
مدید تک اوٹھائے اور سوء عقیدت کا ضرر و نقصان تو فی البدیہہ دیکھ لیئے مگر
تحمل سے شد اند جو بوجہہ سوء عقیدت کے عائد حال ہوا بیس سال تک کیئے
اور بظاہر اون کا خاتمہ اسی حال پر ہوا باطن کا حال خدا کو معلوم حدیث مین آیا ہے
کل میسر لما خلق لہ یعنی ہر شخص آسان کیا جاتا ہے اوس عمل پر جس کے لیئے وہ پیدا
کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ انما الاعمال بالخواتیم۔ یعنے اعتبار اعمال کا خاتمہ پر ہے
حق تعالیٰ ہمارا اور امت محمدیہ کا خاتمہ اولیاء اللہ کے حسن عقیدت اور اون کی محبت
مین کرے۔ جو لوگ کہ اولیاء اللہ کے جناب مین پورے بے ادب ہین۔ جیسا
سابق کے مذہب والے معتزلہ اور حال کے مذہب والے وہابیہ نجدیہ اون کو
پورا حصہ اس شقاوت کا ملا ہے اگر وہ اپنے خیال مین اولیاء اللہ سے حسن عقیدت

اور اون سے محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر بعضے اقوال اون سے ایسے سرزد ہوتے
ہیں جن سے بعض احوال اور کرامات اولیاء اللہ کا انکار لازم آتا ہے جیسا انکار ندا بجو
حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین کہ جو میرے نام کیساتھ ندا کرے
اوس کی مصیبت دور ہوجائیگی یا جو کوئی اور اولیا سے اس قسم کا ارشاد سرزد ہوا ہے
پس یہ لوگ بھی کسی قدر متمسک دامن اون لوگون کے ہیں جن کو اس بات میں پورا حصّہ
ملا ہے الحمد للہ خدا نے بہتر فرقہ ضالّہ سے نجات دیا اور فرقۂ ناجیہ اہل سنّت وجماعت
میں کیا شیخ ابن حجر مکّی رحمتہ اللہ علیہ ایک مقام پر جو فتاوی حدیثیہ مین درج ہے فرمائے
ہیں کہ معتزلہ سے اولیاء اللہ کے کرامات کے انکار کا کوئی عجب نہیں ہے کیونکہ
اُن سے اس سے بھی بدتر کلام و انکار احادیث متواتر المعنی واقع ہوا جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے گئے ہیں مثل سوال منکر نکیر اور عذاب قبر اور حوض اور
میزان اعمال وغیر ذلک جو اون کا بڑا کذب و افتراء ہے اونھون نے یہہ مذہب
اور مسلک اپنے عقول فاسدہ کی تقلید سے اختیار کئے اور اپنے عقول فاسدہ کو حضرا
پر اور اوس کی آیات اور اوس کے اسماء اور صفات اور افعال پر حکم بنائے ہیں یعنے
جو حدیث اون کی عقول فاسدہ سقیمہ کے موافق ہو اوس کو قبول اور جو حدیث اونکے
عقول فاسدہ کے موافق نہ ہو اوس کو رد کرتے ہین اور اُن کو خوف نہیں ہے کہ
اس مسلک سے تکذیب احادیث اور قرآن اور اجماع کی لازم آتی ہے جس سے کلمہ غضب کا
اُن پر ثابت ہوتا ہے اور عجب ہے کہ اپنا نام اہل سنت رکھے ہین اور وہ گمان
کئے ہیں کہ ہم اون لوگوں سے ہیں جن پر حق تعالی نے اہل سنّت ہونے کا احسان
کیا ہے اور باوجود اوس کے انکار کرامات اولیاء اللہ میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ کلمہ

محرومی کا اون پر ثابت ہوگیا یہاں تک کہ اون کو اہل بوار کیساتھ ملا دیا اور اون کیلئے ایک نوع وبال اور خسار ثابت ہوگیا اون کے کئی اقسام ہیں بعض اون میں وہ ہیں کہ مشائخ صوفیہ اور اون کے تابعین پر انکار سے پیش آتے ہیں اور بعض اون سے وہ ہیں کہ بالاجمال اون سے اعتقاد رکھتے اور یہ کہتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ اچھے لوگ ہیں اور اون کے لئے کرامات ہیں مگر جب کسی ایک متعین صوفیہ سے ذکر کیا جائے یعنی کہا جائے کہ فلان شخص صوفیہ سے ہیں یا اون کی کوئی کرامت دیکھے تو وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اون کے خیال میں شیطان ڈالدیا ہے کہ صوفیہ مرگئے اب جو باقی رہے ہین وہ دھوکہ دینے والے ہیں وہ بھی حرمان اور عناد کے ایک مقام مین ہین انتہی پس شیخ ابن حجر علیہ الرحمتہ نے جو لوگ نام اپنا اہل سنت رکھکر کرامات اولیاء اللہ کا انکار کرتے ہیں اون کے دو فریق بیان کئے فریق اول وہ ہیں کہ جو مطلقاً حضرات صوفیہ سے انکار رکھتے ہیں فریق ثانی وہ ہیں کہ حضرات صوفیہ سے اجمالاً اعتقاد رکھتے ہیں اور اون کی کرامات کے بھی قائل ہیں مگر جب کسی صوفی کو خاص یا کسی کرامت خاص کو دیکھین تو اوس ہی انکار کرجاتے ہیں پس مسئلہ ندا سے جو لوگ انکار رکھتے ہیں وہ بھی فرقۂ ثانیہ کی ایک شاخ ہے۔ کیونکہ گو وہ حضرات صوفیہ اور اون کی کرامات کے بالاجمال اور ہر ہر صوفی معین کے اور ہر ہر اون کی کرامت کے بہ تفصیل قائل ہیں مگر اس حد تک جس مین ندا باسماء اولیا اللہ اور حاجت روائی حاجتمندان مذکور نہ ہو پس منکرین ندا بھی ایک نوع کے منکر کرامات معینہ ہوئے جن کے لئے شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نوع کا وبال اور خسار بیان فرمائے ہیں پس جب منکرین اقوال اور کرامات اولیاء اللہ کا حسب ارشاد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور فتوی شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ یہ حال ہوا اور شمس الدین ولجی انکار اقوال اولیاء اللہ سے مبتلاء آفات ہوئے

تو منکرین حدیث کا اسی پر قیاس کیا جائے اب ہم کو اپنے پروردگار کا شکر ادا
کرنا ضرور ہے کہ ہم کو خدا نے کیسے نبی کریم کی امت مرحومہ میں پیدا کیا جو سید المرسلین ہیں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحمۃ للعالمین آپکا وجود فائز الجود مخلوق کے لئے سراسر رحمت
ہے آپ کی توجہ مبارک ہمیشہ صلاح و فلاح امت مرحومہ کی طرف مصروف ہے
پس یہ کیا بڑا احسان حق تعالیٰ کا ہے جو حق تعالیٰ نے ہم کو ایسے نبی رؤف ورحیم کی امت
میں پیدا کیا جو حق تعالیٰ نے خود اپنا احسان ومنت ہم پر آیۂ لقد من اللہ میں بیان
فرمایا آپ ہدایت اور خیر خواہی امت میں کیسے حریص ہیں جس کا بیان حق تعالیٰ نے آیۂ
لقد جاءکم میں فرمایا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب حق تعالیٰ آپ کی ذات مبارک کو تمام
عالم کے لئے رحمت فرمایا اور آپ کے لئے ارشاد الٰہی ہوا کہ آپ کی ذات پاک امت کی صلاح
و فلاح کے لئے حریص ہے پس ہمارا متوجہ ہونا آپ کی ذات رحمت آیات کے طرف کس قدر
سبب حصول فوائد دارین اور باعث استفادہ سعادت کونین ہے آپ کی ذات کے وسیلہ
سے بندہ واصل حق ہوتا ہے آپ ہی کے وسیلہ سے بندوں کے گناہان معاف کیے جاتے
ہیں آپ ہی کے ذات کے وسیلہ سے مصائب اور مشکلات دارین دفع ہوتے ہیں الحاصل
جو کچھ ہم کو نعمات دنیوی یا اخروی ملتے ہیں وہ سب بوسیلہ اور طفیل آپ کے ہیں اس لئے
حق تعالیٰ نے ہم کو کس خوبی اور کس حسن سے آپ کی ذات مبارک کی طرف توجہ کی
تربیت فرمایا اور ارشاد الٰہی ہوا کہ۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین
امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی حق تعالیٰ پہلے اپنی توجہ اور بعد اوس کے فرشتوں کی
توجہ آپ کی ذات ستودہ صفات کے طرف بیان فرمایا پھر مومنین کو حکم ہوا کہ تم بھی حضرت کی ذات
پاک کی طرف متوجہ ہو یعنی خدا نے ہم کو تربیت توجہ جانب ذات نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اس طور سے کیا کہ جب ہم اپنے حبیب کی طرف متوجہ ہیں اور ہمارے خاص بندے جو فرشتہ ہیں وہ بھی آپ کی طرف متوجہ ہیں تو اب اے مؤمنین تم کو بھی ضرور ہے کہ ہمارے حبیب کی طرف متوجہ ہو جاؤ پس اب ہم کو زیادہ سعی و توجہ کرنی چاہیئے جو دارین میں انتہا حد مفید و باعث انجاح مرام ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو متخلق باخلاق الٰہی ہیں مطابق ارشاد الٰہی ہم کو ہر امور میں اپنے طرف توجہ کی کس حسن و خوبی سے تربیت فرماتے ہیں کہ ہر شخص ذکی متوسط غبی کے ذہن میں آجائے جسطرح حضرت نے حکم فرمائے بوقت ختم عبادت صلوٰۃ کے جو وہ معراج المؤمنین ہے میرے طرف متوجہ ہو یعنی میرے نام کے ساتھ ندا کرو اور مجھپر صلواۃ وسلام عرض کرو تاکہ ہماری نماز جو ہم نے اپنے حسب حوصلہ ادا کئے ہیں جس میں نہ پورا خشوع و خضوع ہے نہ پورا اخلاص بلکہ قرأت و ذکر لسانی بھی اگر پوری زبان سے ادا ہو جائے اور رکوع سجود اگر حسب شرع پورا ادا اور طہارت پوری حاصل اور جامہ و جگہ پاک ہو تو بھی غنیمت ہے ہماری عقل اور فہم ناقص ہمارا اخلاص و خشوع و خضوع ناقص سب کام ناقص لیکن امید ہے کہ ہماری ناقص عبادت حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور حضرت پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے سے خدا اپنے محض فضل و کرم سے قبول فرمائے اور حضرت کے وسیلہ سے حضرت کی شفاعت سے حضرت کی توجہ سے یہہ ناقص نماز ہماری معراج المؤمنین ہو جائے پس جب کہ ہیں نماز مین جو عبادت فریضہ اور معراج المؤمنین ہے حضرت کی طرف متوجہ ہونے اور حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا اور حضرت پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے اور حضرت کو وسیلہ بنانے کا حکم ہوا تو عالی طبیعت ذو الفہم سلیم الطبع سمجھ لے سکتے ہین - کہ ادنیٰ امور میں جو مراد دنیوی ہیں آپ کو وسیلہ گردانا آپ کی طرف متوجہ ہونا آپ کے اسم مبارک کیساتھ ندا کرنا آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا کیوں کر مفید نہ ہوگا بلکہ بطریق

اولیٰ ہوگا یہ امر چونکہ خاص نماز ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کاموں کے لئے ہے۔ لہذا صلوٰۃ الحاجۃ کی تعلیم ہوئی جس سے متوسط درجہ کے فہم کا آدمی بھی جان لے سکتا ہے کہ حضرت کے طرف متوجہ ہونا حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا حضرت کو اپنا وسیلہ خدا کے پاس کرنا مخصوص امور اخروی کے ہی ساتھ نہیں ہے بلکہ انجاح مرام اخروی اور دنیوی ہر دو کے لئے کافی اور وافی ہے اور اولیاء اللہ آپ کے نائبین اور آپ کے فیض یافتہ النائب کالمنیب اس لئے آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جیسا حضرت کا وسیلہ حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرنا انجاح مرام اخروی اور دنیوی کیلئے کافی ہے۔ ایسا ہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ اُن کے طرف متوجہ ہونا اون کو اپنی حاجت کے وقت پکارتا اونکو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ خدا کے پاس کرنا باعث فوز مقاصد دارین ہے مگر شاید کوئی سمجھ لے کہ توسّل اور توجہ اور ندا خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے اس لئے حکم ہوا کہ تم بوقت حاجت میری امت کے مردان خدا سے بھی مدد چاہا کرو اگرچہ وہ تم کو نہ دیکھیں پھر دریائے رحمت رحمۃ للعالمین موج زن ہوا اور ذہن اقدس میں جو خزینہ اسرار الٰہی ہے یہ امر آیا کہ جو لوگ امت مرحومہ سے ایسے ہیں کہ اون کا قلب تعلقات دنیویہ سے پاک نہیں ہوا ابھی اُن کے حجابات بشریہ مرتفع نہیں ہوئے ابھی اون کو راہ و رسم عالم قدس کا پیدا نہیں ہوا اون کو یہ امر منکشف نہیں ہے کہ واصلان حق کا کیا حال ہوتا ہے جن لوگوں سے حجابات بشریہ دور ہو جاتے ہیں اور اون پر تجلیات اسماء وصفات الٰہی وارد ہوتے ہیں تو ان پر کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اون کا اثر مخلوق پر کیا ظاہر ہوتا ہے اگر اون کے ذہن میں آجائے کہ خاصان الٰہی مثل ہمارے دیکھتے ہیں کہ وہ بھی بشر ہم بھی بشر ہیں وہ بندے خدا کے ہم بھی بندے خدا کے ہیں ہم کو تو مسافت

معمولی سے اگر کچھ دور میں ندا کیا جاوے تو ہمارے سماعت اون کے سننے سے قاصر رہتی ہے اگر ہم کو نداکرنیوالونکا حال بھی کسی ذرائع سے معلوم ہوجائے تو ہم کو اون کے پاس پہوچنے کو بہت تکلیف چاہیئے اور اسباب ظاہری کی ضرورت ہے اگر ہم اون کے پاس پہونچ بھی جائیں تو بقدر طاقت بشری و آلہ ظاہری ممکن ہے مگر اکثر وقت اکثر امور میں ہم اون کی اعانت سے عاجز رہینگے پس خاصان خدا کو دور سے ندا کرنے کے فوائد ہمارے کچھ ذہن میں نہیں آتے۔ حدیث التحیات میں جو ندا کرنے کا حکم ہوا وہ خاص نماز ہی کے لئے ہے جو وہ حسب حکم خدا تھا اور حاجت میں جو تعلیم ندا ہوئی وہ بھی حضرت کے وقت پر منحصر تھی اور حسب الحکم الٰہی تھی علیٰ ہذا جو مردان خدا نظر نہیں آتے۔ اون سے اعانت کا جو حکم ہوا وہ بھی اوسی وقت میں منحصر تھا۔ پس اسوقت میں تو حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تشریف فرما اس عالم میں نہیں ہیں پس ہمارے عقل میں نہین آتا کہ ہم بوقت حاجت آپ کے اسم مبارک کیساتھ کیون ندا کریں اور اولیا اللہ غائبین کے بھی اسم کے ساتھ ندا کرنا ہماری عقل سے بعید ہے ہر وقت ہر شخص کے احوال کا جاننے والا سوا خدا کے کوئی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ جو بعض لوگون کا خیال فی زمانا ہے وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکشوف اور آپ پر ظاہر ہوگیا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اون لوگون کی ہدایت اور فوائد دینی اور دنیوی کے لئے یہ حدیث نہ اپنی طرف سے بلکہ خدا کے طرف سے روایت فرمائے تاکہ لوگون کو کسی طور سے شک و شبہ اور ریب باقی نہ رہے کہ جس میں راز مخفی کی توضیح ہے اور اس معنی کے تصریح ہے کہ عام لوگوں کو خاص لوگوں سے کس وجہ سے تمیز ہے اور اس حکمت کی تلویح ہے کہ اون سے دوروں کو کس وجہ سے مدد پہونچ سکتی ہے اور اونکی حالت غیاب

اور بعد مسافت میں کیوں ندا کرنے کا حکم ہوا جب وہ حقیقت وکیفیت معلوم کیجائیگی کہ
مابین خدا اور خاصان خدا کے کیا معاملہ ہے خدا کی عنایت اوس کے خاص لوگون پر کیسی
ہے خدا سے اون کو کیا مرتبہ ملتا ہے خدا سے اون کو کیا عزت حاصل ہوتی ہے خدا کا اون سے
کیا راز و نیاز ہے جس کے باعث سے دور ون کا حال اون پر مکشوف ہوتا ہے - کہ وہ
دورونکی استعانت دستگیری کرتے ہیں بعد سب حقیقت معلوم ہونے کے اور کوئی شک
وشبہ خاص لوگوں سے استمداد کے بارہ میں خواہ وہ دور ہوں یا نزدیک حاضر ہون یا
غائب باقی نہ رہے گا اور بلاشک اور بلاشبہ بلا تامل وہ اس فوز عظیم سے محروم نہ رہینگے
وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالی سے روایت فرماتے ہیں جسکو
محدثین کے اصطلاح میں حدیث قدسی کہتے ہیں کہ خدائے جل شانہٗ فرماتا ہے - من
عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیہ
ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و
بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ
ترجمہ جو شخص کہ میرے ولی سے دشمنی رکہا پس میں نے اوس کو آگاہ کیا جنگ کے ساتھ
یعنی وہ میرے ساتھ جنگ کرے - اور نہیں نزدیک ہوا میری طرف میرا بندہ کسی چیز
کیساتھ جو میرے طرف دوست زیادہ ہو اوس چیز سے جو میں نے اوس پر فرض کیا اور ہمیشہ
ہے میرا بندہ جو میرے طرف نوافل کیساتھ نزدیکی طلب کرتا ہے یہانتک کہ میں اوس کو
دوست رکہتا ہون - پس جب میں نے اوس کو دوست رکہا پس میں اوس کی سماعت
ہوجاتا ہون جس کے ساتھ - وہ سنتا ہے اور اوس کی بصارت ہوجاتا ہون - جس سے کہ وہ
دیکھتا ہے اور اوس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جسکے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اوسکا پیر ہوجاتا ہون

جس کے ساتھ وہ چلتا ہے میرے سے جو طلب کرے میں اوسکو دیتا ہون - اور میرے سے
پناہ چاہے تو میں اسکو پناہ دیتا ہون انتہیٰ اس حدیث کو امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث مشکوۃ کے باب ذکر اللہ میں ہے - علماء شریعت جو ابھی
مرتبہ کشف و شہود کو نہیں پہونچے اون کو اس امر کے معلوم کرنے اور اوس کے بیان میں
بہت دشواریان واقع ہوئے کہ خدا بندہ کی سماعت اور بصارت وغیرہ کسطرح ہوجاتا ہے
بعض اون سے یہ اوس کی توجیہہ کرتے ہیں کہ خدا اون کے حواس و آلات کو وسائل اپنی
خوشنودی کا کرتا ہے - پس نہیں سنتا ہے وہ بندہ مگر اس چیز کو جس کو خدا دوست
رکھتا ہے اور نہیں دیکھتا ہے مگر اوس چیز کو جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور خدا
اس امر میں اُن کا مددگار اور حافظ ہوتا ہے کہ اون کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ
پیر کو جس عمل سے کہ وہ راضی نہیں - بچاتا ہے بعضون نے کہے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ
اوس کی سماعت اور بصارت اور ہاتھ اور پیر وغیرہ جو اوس کے قضاء حوائج کے لئے
مقرر ہیں اوس سے جلد ترین اوسکی قضاء حوائج کرتا ہون انتہیٰ یہ توجیہات اس وجہ
سے ہیں کہ شہود اس کیفیت کا کہ خدا انسان کی سماعت اور بصارت ہوجانے کے
کیا معنی وہی لوگ سمجھتے ہیں جن پر یہ بات ظاہر ہوگئی ہے اور اوس کی چاشنی سے
واقف ہیں با این ہمہ یہ لوگ اعتقادِ کشف غیب مقربان الٰہی کرتے ہیں اور کہتے ہین
جس چیز کے دیکھنے سے ہمارے بصارت قاصر ہے خاصان الٰہی اس چیز کو دیکھ لیتے ہین
جس چیز کے سننے سے ہماری سماعت قاصر ہے خاصان حق اوس چیز کو سن لیتے ہیں
مگر اس سننے اور اس دیکھنے کی کیفیت اونہیں لوگون کو معلوم ہے جو اس طور کا سننا
وہ لوگ سنتے ہیں اور اس طور کا دیکھنا وہ دیکھتے ہیں جن علماء پر یہ کیفیت گذری ہے

وہ اس حدیث کے یہہ معنی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حق تعالیٰ کا دلالت کرتا ہے اس
بات پر کہ بندے کا قرب اپنے پروردگار سے ادا، فرائض کے ساتھ اتم اور اکمل ہے
اوس قرب سے جو باداء نوافل سے ہے کیونکہ بندہ کو علیحدگی اپنے اختیار سے
امتثال الٰہی میں زیادہ سخت ہے ادائی فرائض میں اس لیئے کہ نوافل کا ہدیہ بندہ اپنے
پروردگار کے جانب باختیار خود بھیجتا ہے۔ ازراہ تبرع کے ہے۔ حاصل ہوتا ہے
اول میں فناء ذات اور ثانی میں فناء صفات ایسا ہی کہے انتھیٰ یہہ خلاصہ مضمون
مرقاۃ اور لمعات اور طیبی کا ہے جو شرح مشکواۃ کے ہیں پس یہ اخیر تفسیر واسے بیان
کئے کہ خدا کا ارشاد کہ۔ میں بندہ کی سماعت اور بصارت ہو جاتا ہون۔ یہ معنی ہیں کہ
بندہ پر خدا کی تجلیات صفاتی غالب ہوتے جاتے ہیں اور بندہ پر جب تجلی کسی صفت
الٰہیہ کی ہوتی ہے تو اوس صفت کو ساری عالم مین دیکھتا ہے۔ ایسا ہی یکے
بعد دیگرے تجلیات صفات الٰہیہ بندہ پر ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمۃ
اپنی کتاب انسان کامل میں تحریر فرماتے ہیں۔ فمنھم من تجلی الحق لہ بالصفۃ الحیاتیۃ
فکان ھذا العبد حیاۃ العالم باجمعہ یری سریان حیاتہ فی الموجودات جمیعھا جسمھا وروحھا
پس بعض سالکین اولیاء اللہ پر حق تعالیٰ اپنی صفت حیاتیہ کے ساتھ متجلی ہوتا ہے
پس یہ بندہ جمیع عالم کا حیات ہو جاتا ہے اپنی حیات کو جمیع موجودات میں ساری
دیکھتا ہے۔ جسم میں اوس عالم کے اور روح میں اوس کے انتھیٰ۔ ف۔ یہ بندہ
جو اپنی حیات کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے تو حقیقت میں حیات جو صفت الٰہیہ ہے
اوس کو جمیع عالم میں ساری دیکھتا ہے کیونکہ تجلی صفت حیاتیہ الٰہیہ کے ساتھ اوس کی
حیاتہ جو صفت بشری ہے فنا ہو گئی۔ اور باقی رہگئی حیات جو صفت الٰہی ہے

شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ نے شروع باب تجلیہ صفاتیہ میں اس امر کی تصریح فرمادئے ہیں کہ حق تعالیٰ جب ارادہ فرماتا ہے۔ کہ کسی بندہ پر اپنے اسم یا صفت کی تجلی فرمادے تو اوس بندہ کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے اور اپنی صفت کی تجلی جو وہ ایک لطیفہ الہی ہے اوس کے قائم مقام کرتا ہے کیونکہ یہ تجلیات صفات الہیہ جو بندہ پر ہوتے ہیں خدا کی رحمت اور نعمت ہیں اگر خدا بندہ کی ہستی کو فنا کردے اور اوس کے عیوض اپنی صفت لطیفہ الہیہ کو قائم مقام نہ کرے تو فنائے ہستی بندہ زحمت اور نعمت کے بجائے نقمت ہوگی پھر شیخ علیہ الرحمۃ بعد چند فقروں کے فرماتے ہیں۔ ولبثت فی هذا التجلی مدة من الزمان الی ان نقلتنی ید العنایة عن هذا التجلی الی غیره ولا غیره اور رہا میں اس تجلی میں ایک مدت تک مانیسے یہاں تک کے مجھکو دست عنایت خدا نے اس تجلی سے اوس کی دوسری تجلی میں نقل کیا اور کوئی دوسرا نہیں بلکہ سب اوسی کے تجلیات ہیں انتہی۔ ف اس صفت کی تجلی میں جب بندہ واصل الی الذات ہو جاتا ہے تو تصرف احیاء اموات کا انبیاء علیہم السلام سے معجزتاً اور اولیاء اللہ سے کرامتاً ظاہر ہوتا ہے حقیقت میں احیاء اموات تجلی صفت الہیہ ہے اوس کی نسبت بندہ کی طرف محض اوس کی عزت وشرف کی وجہ کی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نسبت احیاء اموات کی جو صفت خاص حق تعالیٰ کی ہے۔ اپنے طرف کئے اور کہے کہ واحیی باذن اللہ یعنے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں ساتھ تجلی صفت احیاء کے جو خدا نے مجھ پر فرمایا ہے پھر شیخ علیہ الرحمۃ دوسری صفت الہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے ہیں۔ ومنهم من تجلی اللہ علیه بالصفة الحلمية وذلك لما تجلی علیه بالصفة الحياتية السارية فی جميع الموجودات ذاق هذا العبد بقوة احدية تلك الحياة جميع ما هی عليه الممكنات فحينئذٍ تجلت الذات عليه

بالصفة العلمية فعلم العالم باجمعها على ما هي عليه من تفاريعها من المبدء الى المعاد وعلم كل شئ كيف كان وكيف هو كائن وكيف يكون وعلم مايكن ولم لا يكون و لو كان مالم يكن كيف كان

ترجمہ بعض اون اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ حق تعالیٰ اون پر تجلی صفت علمیہ کے ساتھ کرتا ہے اور یہ اس واسطے کہ حق تعالیٰ بندہ پر صفت حیاتیہ کے ساتھ متجلی ہوا جو جمیع موجودات میں ساری ہے تو وہ بندہ بعلم ذوقی جان لیتا ہے۔ ساتھ قوت احدیت اوس صفت حیاۃ کے جمیع اوس حالت کو جس حالت پر ممکنات ہیں پس اس حال میں متجلی ہوتا ہے۔ خدا اوس بندہ کی ذات پر صفت علمیہ کیساتھ پس جان لیتا ہے۔ بندہ تمام عوالم کو اوس حالت پر جو وہ ممکنات ہیں اون کے تفاریع سے مبدا سے معاد تک اور جان لیتا ہے۔ بندہ ہر شئی کو کہ کیسی ہوی اور کیسی ہونیوالی ہے اور کیسی ہوگی اور جان لیتا ہے۔ بندہ اوس چیز کو جو نہیں ہوئی اور جو نہیں ہوئی۔ کیوں نہیں ہوئی اگر ہوتی جو چیز نہیں ہوئی تو کیوں ہوتی یکون کل ذلك علما اصليا حكميا كشفيا ذوقيا من ذاته ساريا نه فی المعلومات علما اصليا تفصيلا كليا جزئيا مفصلا فی اجماله لكن فی غيب الغيب والله

ترجمہ ہوتا ہے۔ یہ علم اصلی حکمی یعنی یہ علم کسی آلات اور اسباب سے بالعوارض اس بندہ کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اول اوس علم کا مبدا فیاض سے ہے اور یہ علم اسکا حکمی ہے یہ معنی ہیں کہ یہ علم اس کا یقینی ہے۔ کہ اوس پر کوئی شک پیدا کر سکنے کے قابل نہیں ہے اور یہ علم اوسکا ذوقی کشفی ہے اوس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ علم جو اوس کو حاصل ہوا یہ تجلی صفت علمیہ الٰہی ہوا کہ یہ امر متعلق بہ ذوق ہے بیان سے خوب سمجھ میں نہیں آسکتا اور کشفی ہے یہ معنی کہ یہ تجلی صفت علمیہ الٰہی حالات موجودات کے

اس پر مکشوف ہوئے اور یہ کشف اور ذوق بباعث تجلی صفت الٰہیہ کے اوس کی ذات سے پیدا ہوا اسکا علم اجمالی تفصیلی ہے یعنے اوسکے علم اجمالی میں علم تفصیلی بھی موجودات کا حاصل ہے اوس کا علم کلی جزئی ہے یہ معنی کے علم کلی میں اوس کو جزئیات کا بھی علم حاصل ہے۔ اوس کے علم اجمالی میں اوسکو علم تفصیلی بھی حاصل ہے مگر ان مراتب کا علم اوس بندۂ اہل تجلی کو مرتبہ غیب الغیب اور مرتبہ لدنی یعنے بطون میں حاصل ہوتا ہے یعنے وہ بندۂ اہل تجلی کو جو بہ تجلی صفت علمیۂ الٰہیہ کے حالات وموجودات کے معلوم ہوئے وہ منحصر مرتبہ غیب الغیب میں ہی ہے مرتبہ شہادت یعنے اس عالم میں اسکا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور یہ حال عبد صفاتی کا ہے۔ جو ابھی واصل الی الذات نہیں ہوا جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک فقرہ کے بعد بیان فرمائے ہیں بباعث شدت تعلق کے اس مقام پر بیان کیا گیا والصفاتی لیس لہ من العلم الا وقوع علیہ فی غیب الغیب یعنے جو بندہ کہ جس پر صفات الٰہیہ کی تجلیات ہورہی ہے ابھی وہ مرتبہ ذات تک نہیں پہونچا ہے وہ علم جو مرتبۂ غیب الغیب میں بہ تجلی صفتِ علمیۂ الٰہیہ اوسپر مکشوف ہوا مرتبہ غیب الغیب میں ہے وہ حالت تجلی صفت علمیۂ الٰہیہ کی اسپر رہتی ہے مگر اس عالم شہادت میں وہ تجلی باقی نہیں رہتی والذاتی من التفصیل من غیب الغیب الی الشہادۃ الشہادۃ جو بندہ ذاتی ہے یعنے جو بندہ کے تجلیات صفاتیہ سے عروج کرکے تجلی ذات تک پہونچگیا ہے وہ اس علم تفصیلی کو جو اوس کو مرتبہ غیب الغیب میں بہ اجمال حاصل ہوا تھا مرتبہ غیب الغیب سے لئے ہوئے مرتبہ شہادت الشہادۃ میں اوترتا ہے۔ انتھی شیخ علیہ الرحمۃ نے اس عالم کو مرتبۂ شہادت الشہادہ کیساتھ تعبیر کئے حالانکہ اس عالم کو فقط عالمِ شہادت کہتے ہیں نہ شہادۃ الشہادہ اوس کی وجہ یہ ہے کے بہ نسبت

عرتبۂ غیب کے یہ عالم عالم شہادت ہے شیخ نے جب کہ مرتبۂ غیب الغیب کا ذکر فرمائے تو باعتبار غیب الغیب کے یہ مرتبۂ شہادت الشہادۃ ہوا پھر شیخ اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ علم جو بندۂ واصل الی الذات کو بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے حاصل ہوا تھا اور اوس کی تفصیل کو بندۂ ذاتی جو مرتبۂ شہادۃ الشہادۃ میں لاتا ہے جس کا ذکر شیخ نے فرما چکے اوس سے یہ امر تشنہ رہگیا کہ یہ تفصیل بندے کو کون سے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے کیا یہ تفصیل اوس کو مرتبۂ شہادت الشہادۃ میں حاصل ہوتی ہے یا مرتبۂ غیب میں یا مرتبۂ غیب الغیب میں؟ اوس کی تصریح شیخ قول آئندہ میں بیان فرماتے ہیں ویشہد تفصیل اجمالہ فی الغیب ویعلم اجمالہ فی غیب الغیب یعنے جو بندہ واصل الی الذات پر تجلی صفات علمیہ الٰہیہ ہوتی ہے پس جو علم کہ اوسکو مرتبۂ غیب الغیب میں حاصل ہوتا ہے وہ علم اجمالی ہوتا ہے پھر جب کہ اوس بندہ کو مرتبۂ غیب الغیب سے تنزل مرتبہ غیب کے طرف ہوتا ہے پس وہ علم اجمالی جو اوسکو جو یہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے مرتبۂ غیب الغیب میں اجمالاً حاصل ہوا تھا اوسکی تفصیل اوس بندہ ذاتی کو مرتبۂ غیب میں حاصل ہوتی ہے اور وہی علم تفصیلی کو مرتبۂ غیب سے مرتبۂ شہادت الشہادۃ میں لاتا ہے۔ انتھی اسی تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے حالت میں مقربان الٰہی کو کشف غیب ہوتا ہے اشیاء مغیبات کا حال ان کو معلوم ہوتا ہے مقربان الٰہی سے جس کا عروج تجلی ذات تک ہوگیا ہے وہ لوگ اوس مغیبات میں سے جسقدر ہماری نسبت مناسب معلوم ہو بعض مغیبات کی خبر دیتے ہیں سلطان العارفین سید الواصلین افضل الانبیاء والمرسلین صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو تجلیات ذاتیہ وصفاتیۂ الٰہیہ کا فیضان بلا واسطہ حق تعالیٰ کے جانب سے اسقدر

ہے کہ جس میں کوئی فرد مخلوق آپ کا سہیم اور شریک نہیں ہے نہ فرشتہ مقرب نہ نبی مرسل آپ کے ہی وسیلہ سے اولیاء امت مرحومہ واصل الی الذات ہوئے آپ کے فیضان سے اولیاء اُمت مرحومہ مرتبۂ تجلیات ذاتیہ وصفاتیۂ الہیہ فائز ہوئے اور مخاطب بخطاب کنتم خیر امۃ اور ملقب بہ لقب علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہوئے جن احادیث سے اس تجلی صفت علمیہ کے طرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلعم اپنے امت مرحومہ کو بقدر اون کی ضرورت کے بعض مغیبات سے اطلاع دئے ہے۔ اور جو یہ تجلی صفت علمیۂ الہیہ کے آپ پر مکشوف ہوئے اون میں سے چند احادیث یہاں ذکر کرتا ہوں - حدیث اوّل - عن حذیفة رضی اللہ عنه قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله وسلم مقاماً ما ترك شیئا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابی ہولاء وانه لیکون منه الشیٔ قد نسیته فاراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راٰه عرفه متفق علیه

ترجمہ مروی ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اونہوں نے کہا کہ خطبہ فرمائے یعنی یعنے وعظ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے مجلس میں کہڑے ہوکر ایک مقام میں حضرت نے وعظ میں جو کوئی بات قیامت تک ہونیوالی تھی نہیں چھوڑی جس نے اوسکو یاد رکہا جو یاد رکہا اور جس نے بھولا سو بھولا پس وہ حادثہ بھولا ہوا جو میں دیکھتا ہوں مجھکو یاد آجاتا ہے جو حضرت نے ارشاد فرمائے تھے جیسا کہ کوئی شخص ایک شخص کو دیکھکر بھول جاتا ہے - پھر جب اوسکو دیکھتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور پہچان لیتا ہے - اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کئے دوسری حدیث وعن عمر ابن اخطب الانصاری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم یوما الفجر وصعد المنبر فخطب

حتی حضرت الظہر نزل ثم صعد المنبر فخطب حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبر بما ھو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ مروی ہے عمر بن اخطب انصاری سے رضی اللہ عنہ کہا اونہون نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم کو اپنی امامت سے نماز صبح پڑھائی پھر منبر شریف پر برآمد ہو کر وعظ فرمائے یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا پھر حضرت نے منبر شریف سے اترے اور نماز ظہر ادا فرمائے پھر منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم پر خطبہ پڑھے یعنی وعظ فرمائے یہانتک کہ نماز عصر کا وقت ہوا پھر منبر شریف سے اوترے اور نماز عصر ادا فرمائے پھر منبر شریف پر برآمد ہوئے یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا پس حضرت نے جو باتین قیامت تک ہونیوالی تہیں سب بیان فرمائے پس ہم میں زیادہ علم رکہنے والا وہ شخص ہے جو اون باتوں کو سب سے زیادہ یاد رکہا اس حدیث کو مسلم نے روایت کئے یہ دو حدیث مشکوۃ سے منقول ہیں انتہی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکہا ہے۔ ومن ذلك ما اطلع علیہ من الغیوب ومایکون فی ھذا الباب بحر لا یدرك قعرہ ولا ینزف غمرہ وھذہ المعجزۃ من جملۃ معجزاتہ المعلومۃ علی القطع الواصل الینا خبرھا علی التواتر لکثرۃ رواتھا واتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب اور اون معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وہ ہے جو آپ کو غیب کی باتوں پر اطلاع دیگئی اور جو اخبار اس بات میں آئے ہیں وہ ایک دریا ہے کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہوتی۔ اور نہ اوسکی پہنائی معلوم کی جاتی اور یہ معجزہ آپ کے اون معجزات سے ہے کہ جو یقیناً جانے گئے ہیں اور ہم تک اون کی خبر علی التواتر پہونچی ہے بسبب بہت ہونے اون کی راویوں کے اور متفق ہوے اون کی معانی کی اطلاع علی الغیب پر انتہی۔ ایضاً قاضی عیاض فرماتے ہیں وقال ابوذر رضی اللہ عنہ

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وما یحرک طائر جناحہ فی السماء الا وقد ذکر لنا منہ العلم

ترجمہ۔ اور کہے ابو ذر رضی اللہ عنہ بہ تحقیق کہ چھوڑے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہیں ہلاتا ہے کوئی پرندہ اپنے بازو کو مگر بیان فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم سے اس معلومات کو انتہی شیخ ابن حجر اپنی فتاوی میں لکھتے ہیں۔ ولان اکثر علوم نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم یتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم الاولین والاخرین ولانہ تعالی اختص بہ لکن من حیث الشمول والاحاطۃ بجملہ بالکلیات والجزئیات فلاینافی ذلک اطلاع اللہ تعالی لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال نبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم خمس لا یعلمھن الا اللہ تعالی لانھا جزئیات معدودۃ لا غیر

اکثر علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغیبات سے متعلق تھے اس لئے کے آپ نے فرمایا ہے کہ پس میں نے جانا علم اولین اور آخرین کو اور اس لئے کے حق تعالی مخصوص ہے ساتھ علم غیب کے لیکن خدا کا علم سب کلیات اور جزئیات پر حاوی اور شامل ہے پھر اگر خدا نے اپنے بعض خاص بندوں کو اکثر مغیبات پر اطلاع فرمائی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے تا کہ آنکھ اون پانچ امور میں سے جس کا علم خاص خدا کے ساتھ ہونا قرآن میں ذکر ہے اون پر کسی خاص بندہ کو خدا نے مطلع کیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ بہ نسبت علم الہی جزئیات معدودہ نہیں انتہی کذا فی الوسیلہ الجلیلہ شیخ عبد الکریم جیلی علیہ الرحمۃ جو فرماتے ہیں کے بوجہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے بندہ کو اطلاع مغیبات کی ہوتی ہے اوس سے یہ مراد شیخ کی نہیں ہے کہ اطلاع مغیبات کی بندہ کو محض بہ تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے ہی ہوتی ہے اور کوئی دوسرا طریق مغیبات کا بندہ کے لئے نہیں ہے کیونکہ شیخ کے کلام میں کوئی لفظ حصر کا نہیں ہے بلکہ مراد شیخ کی بیان کیفیت تجلی صفت علمیہ الٰہیہ ہے کہ اوس سے

ہوتی ہے جائز ہے کہ اور دوسرا ذریعہ بھی خدا کی جانب سے ہو جس کی وجہ سے اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہو جیسا کہ بندہ پر جب صفت کلامیہ الٰہیہ تجلی ہو اوس سے بھی اطلاع مغیبات کی بندہ کو ہوتی ہے جو اطلاع مغیبات کی بہ تجلی صفت علمیہ کے ہو اوس کو کشف کہتے ہیں پھر اگر انبیاء علیہم السلام کو ہو تو وہ معجزہ اور اگر اولیاء اللہ کو ہو تو وہ کرامت ہے اور اطلاع مغیبات کی اگر بہ تجلی صفت کلامیہ الٰہیہ انبیاء علیہم السلام کو ہو تو وہ وحی ہے اگر اولیاء اللہ کو ہو تو وہ الہام ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے جو تجلی صفت علمیہ الٰہیہ میں فرمائے ہیں کہ بوقت تجلی صفت علمیہ الٰہیہ کے بندہ کو مرتبہ غیب الغیب میں احوال عالم کا ما کان و ما یکون و مالم یکن وغیرہ معلوم ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اوس علم غیب الٰہی کا محیط ہو جاتا ہے کہ جو علم غیب خدا کے لئے خاص ہے بلکہ یہ علم مغیبات کا بندہ کو جو خدا کی تجلی صفت علمیہ سے حاصل ہوتا ہے یہ علم کائنات کا ہے کائنات حادث ہیں اور متغیر ہیں اور خدا کا علم قدیم ازلی ابدی ہے متغیر نہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہو کہ یہ علم بندہ کو قبل تجلی صفت علمیہ کے کب حاصل تھا باایں ہمہ جو علم کہ بہ برکت تجلی صفت علمیہ کے حاصل ہوا تو خدا کی عنایت اور اوس کے ارادہ سے حاصل ہوا جس کی خبر خدا قرآن میں دیتا ہے ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اور یہ علم جو خدا کی عنایت سے اور اس کے ارادہ سے بندہ کو حاصل بھی ہوا تو خدا کے علم کے روبرو یہ علم جزئی ہے خدا کا علم اس کے بھی ماورا ہے جو درک بشری وہاں تک رسائی سے قاصر ہے پس قول شیخ علیہ الرحمہ ذرا بھی کسی امر میں خلاف شرع شریف نہیں اسلئے شیخ علیہ الرحمہ نے شروع میں کتاب انسان کامل کے فرمایا ہے ثم التمس من الناظر فی هذا الكتاب بعد ان اعلمه انی ما وضعت شيئاً فی الكتاب الا ما هو مؤيد بكتاب الله او سنة رسوله صلى الله عليه وآله وسلم انه اذا لاح

من کلامی بخلاف الکتاب والسنۃ فلیعلم ان ذٰلک من حیث فھو مہ لا من حیث مرادی الذی وضعت الکلام لاجلہ فلیتوقف عن العمل بہ مع التسلیم الی ان یفتح اللہ علیہ بمعرفتہ ویحصل لہ شاھد من کتاب اللہ اوسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وفائدۃ التسلیم ھنا وترک الانکار ان لا یحرم الوصول الی معرفۃ ذٰلک فان من انکر شیئًا من علمنا ھذا حرم الوصول الیہ ما دام منکرا ولا سبیل الی غیر ذٰلک بل یخشی علیہ حرمان الوصول الی ذٰلک مطلقا بالانکار اول وھلۃ ولا طریق لہ الا بالایمان والتسلیم

ترجمہ شیخ فرماتے ہیں کے پھر میں التماس کرتا ہوں اس کتاب انسان کامل کے دیکھنے والے سے بعد اس کے جو میں اوس کو معلوم کرا دوں کہ کوئی چیز یعنے مسئلہ اس کتاب انسان کامل میں نہیں رکھا مگر وہ مسئلہ تائید کیا گیا ہے خدا کی کتاب سے یا اوس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سنت سے وہ میرا التماس ناظر کتاب انسان کامل سے یہ ہے کہ جسوقت اس کتاب میں کوئی بات خلاف کتاب اور سنت کے ناظر کتاب مذکور پر ظاہر ہو جائے تو ناظر کتاب یہ بات معلوم کر لے کہ جب اوس کو کوئی مسئلہ خلاف کتاب اور سنت کے سمجھ میں آگیا ہے نہ وہ خلاف کتاب وسنت باعتبار میری مراد کے ہے جس کے لئے میں نے اپنا کلام اوس مقام پر رکھا ہوں پس اس حالت میں ناظر کتاب کو لازم ہے کہ اوس پر عمل کرنے سے توقف کرے ساتھ تسلیم کرنے اوس کلام کے جو میری کتاب میں ہے یعنی ناظر کتاب اس وقت ایسا کہے اور سمجھے کہ اس کلام کے معنی صحیح موافق کتاب اور سنت کے ہوں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ خدا اوس کے دل کو اوس مسئلہ کی معرفت کھولدے اور اس مسئلہ کا گواہ اوس کو خدا کی کتاب یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے

ملجائے اور فائدہ ہمارے کلام کو ماننے اور اوس کا انکار نہ کرنے کا یہہ ہے کہ جو شخص ہمارے کلام کو باوجود سمجھ میں نہ آنے کے مان لیگا اور انکار نکریگا وہ ہمارے کلام کا معنی سمجھنے سے محروم نہیں رہیگا پس جو کوئی تہوڑا بھی ہمارے علم سے انکار کرے تو وہ اوس کے سمجھنے سے محروم ہوگا جب تک کہ اوس کو انکار ہے اور کوئی راستہ ہمارے کلام کو سمجھنیکا سوائے تسلیم اور ترک انکار کے نہیں ہے بلکہ بصورت انکار خوف ہے کہ ہمارے کلام کے معنے اوس کے کبھی ذہن میں نہ آویں اور وہ ہمارے کلام کے معنے سمجھنے سے محروم رہے اور کوئی راہ اس کو ہمارے کلام کے معنی سمجھنے کے لئے نہیں ہے مگر ہمارے کلام کو مان لینا اور اوسکی توجیہہ کو ہمارے طرف سپرد کردینا انتہی۔ کیونکہ کلام شیخ علیہ الرحمہ کا مؤید بہ کتاب وسنت نہو کہ آپ بھی فیض یافتہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمۃ کتاب انسان کامل میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنا مرشد فرمائے ہیں اور جہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال مبارک کو نقل کئے ہیں آپ کو قال شیخنا فرمائے ہیں یعنے ہمارے مرشد نے ایسا فرمائے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اتباع کتاب وسنت پر کس قدر اہتمام تھا اور آپ متمسک بکتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی قوت کیساتھ تھے بعضے اولیاء اللہ جو آپ کے زمانہ میں تھے اون میں بعض کا قول خلاف کتاب وسنت کے ہونے کی وجہ سے معتوب ہوگئے چنانچہ حال شیخ ابو بکر حمامی قدس سرہ کا جو اولیاء اللہ کامل سے ہیں کتاب بہجۃ الاسرار میں مع شرح وبسط لکہا ہے پہر شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں واعلم ان کل علم ما لا یؤیدہ الکتاب والسنۃ فہو ضلالۃ لا لاجل ما لا تجد انت لہ ما یؤید لقد یکون العلم فی نفسہ یؤید

بالکتاب والسنۃ ولکن قلۃ استعدادك منعتك من فہمہ فلن تستطیع ان تتناولہ بھمتك من محلہ فتظن انہ غیر مؤئد بالکتاب والسنۃ فالطریق فی ھذا التسلیم وعدم العمل بہ من غیر انکار الی ان یاخذ اللہ بیدك

ترجمہ اور جان تو کہ جو علم جسکی تائید کتاب اور سنت نکرے پس وہ گمراہی ہے بسبب اس بات کہ تو اس علم کو مؤید بکتاب و سنّت نہیں پاتا ہے پس بہ تحقیق کہ کبھی علم مؤید بکتاب و سنت ہوتا ہے لیکن تیرا قلت استعداد تجھکو مؤید بہ کتاب و سنت سمجھنے کے منع کرتا ہے جب ایسا ہو تو طریق اسلم تیرے لئے اس امر میں یہہ ہے کہ اس کلام کو قائل کے طرف سپرد کر دے اور تو عمل مت کر یہاں تک کہ خدا تیرا ہاتھ پکڑے اور تجھکو بتا دے کہ یہ علم فلاں شاہد سے ثابت ہے یعنی فلان آیت قرآنی یا حدیث کے موافق ہی جبتک تو اوس پر عمل مت کر انتہیٰ ۔ عبد الکریم علیہ الرحمہ شیخ جامع شریعت اور حقیقت ہیں جن کا قول تجلی اسماء میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے بعض تصانیف میں نقل کیے ہیں کہ اسی تجلی صفت علمیۂ الٰہیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے برادت اپنے والدۂ شریفہ سے خبر دی کہ غیب زمانہ ماضی ہے اور اپنے نبی ہونے کی بھی خبر دئے جو غیب استقبالی ہے اور یہ بھی فرمائے کہ جو چیز کہ تم اپنے گھروں میں کھاتے پیتے ہو یا کسی چیز کو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو میں خبر دیتا ہوں یہ غیب ذاتی یعنے یہ سب کیفیات عیسیٰ علیہ السّلام کے قرآن شریف میں مذکور ہیں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے غیب ماضی اور حالی اور استقبالی سے جو خبر دئیے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں ۔ جن کا شمار مشکل ہے لیکن تبرگا ۔ ایک دو حال اطلاع غیب کے جو بروا ۃ ثقاۃ کتاب بھجۃ الاسرار میں مذکور ہے ذکر کیا جاتا ہے ۔ شیخ ابو الحسن العمران کیمانی اور بزاز رحمۃ اللہ علیہما سے باسانید متصلہ ۵۹۱ سنہ پانسو اکیانوے

میں اور شیخ ابو عبد الرزاق اور بھی عبد الوہاب اور ابراہیم رحمتہ اللہ علیہما سے بغداد میں
۵۸۸ھ پانسو اٹھاسی ہجری میں روایت ہے کہ ہم سب حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر
جیلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسہ شریف باب الازج میں حاضر تھے
اور حضرت اس وقت انجیر تناول فرما رہے تھے پس حضرت نے تناول انجیر کو چھوڑ کر
بعد بہت توقف کے ارشاد فرمائے کہ اس وقت مجھ پر ستر (۷۰) دروازہ علم کے
کے کھولے گئے ہر دروازے کی وسعت اس قدر تھی جیسا کہ آسمان اور زمین کے
درمیان میں وسعت ہے پھر حضرت نے معارف اہل خصوص میں ارشاد شروع فرمائے
بہت طویل جس سے حاضرین مدہوش ہو گئے اور ہم نے کہا کہ ہم گمان نہیں کرتے ہیں کہ
حضرت کے بعد کوئی بھی ایسا کلام کر سکے۔ ایضاً بہجتہ الاسرار میں شیخ عارف باللہ ابو عمر
عثمان صریفینی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا ابتداء امر سلوک کا طریقہ یہ ہوا کہ میں
شہر صریفین میں ایک شب زیر سما چھت لیٹا ہوا تھا پس میدان ما بین آسمان اور زمین
کے پانچ کبوتر گذرے پس میں نے سنا کہ ایک کبوتر زبان عربی میں کہہ رہا تھا جس کا
ترجمہ یہ ہے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ہر شئے کو پیدا کیا پھر اوس کو ہدایت کیا
پھر دوسرا کبوتر عربی میں کہا کہ پاک ہے وہ ذات کہ انبیاء کو مبعوث کیا واسطے
اپنے ختم حجت کے مخلوق پر اور بزرگی دیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء علیہم السلام
پر اور ایک کبوتر بزبان عربی ایسا کہتا کہ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس خزانہ
ہیں ہر چیز کے اور نہیں اوتارتا ہے۔ اوس کو مگر باندازہ معلوم کے اور ایک کبوتر عربی زبان
میں ایسا کہتا کہ جو کچھ دنیا میں ہے باطل ہے مگر وہ چیز کہ خدا اور اوس کے رسول
کے لئے ہو اور ایک زبان عربی میں ایسا کہتا تھا کہ اے اہل غفلت اپنے خواب سے
اٹھو اور اپنے پروردگار کے طرف رجوع ہو جو رب کریم ہے بہت نعمتیں دیتا ہے اور بڑے

گناہوں کو بخشتا ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ سنکر مجھکو غش آگیا اور پھر افاقہ ہوا اوس حالت میں کہ میرے دل سے دنیا مافیہا کی محبت نکل گئی جب میں نے صبح کیا تو خدا سے عہد کیا کہ میں اپنے نفس کو ایسے مرشد کے سپرد کروں جو خدا کا راستہ مجھے بتادے اور اسی امر کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ایسے مرشد کو کہاں سے پاؤں پس ایک شخص بزرگ بڑے ہیبت والے نورانی میرے پاس آئے اور مجھکو کہے کہ السلام علیک یا عثمان پس میں نے اون کے سلام کا جواب دیا اور میں نے اون کو قسم دیا کہ تم کون ہو سو بیان کرو اور تم نے میرا نام کیسا معلوم کئے میں تم کو کبھی نہیں دیکھا تھا اونھوں نے کہا کہ میں خضرؑ ہوں اور میں ابھی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ اے ابو العباس شب گذشتہ ایک شخص اہل صریفین سے خدا کے طرف کھینچے گئے جو نام اون کا عثمان ہے اور وہ مقبول ہو گئے اور وہ خدا کے طرف متوجہ ہوئے اور ساتھ آسمان پر سے وہ پکارے گئے کہ اے میرے بندے تجھکو مرحبا ہوا ور انہوں نے خدا سے عہد کیا کہ وہ اپنے نفس کو ایسے مرشد کے سپرد کرے جو خدا کا راستہ تبلائے اور تم اے خضر جاؤ اون کو راستہ میں پاوگے پس اون کو میرے پاس لاؤ پھر خضر علیہ السلام نے مجھکو کہے کہ اے عثمان شیخ عبدالقادر اس عصر میں سید العارفین اور قبلہ واقدین ہیں پس تم اون کی خدمت کو اپنے پر لازم کرو اور ان کی مرتبہ کی تعظیم کرو پس میں دیکھ ہی رہا تھا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں خضر علیہ السلام غائب ہو گئے پھر میں نے خضر علیہ السلام کو نہیں دیکھا مگر بعد سات سال کے پھر میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور مجھکو حضرت نے ارشاد فرمائے کہ مرحبا ہوا اوس شخص پر جس کو خدا نے پرندوں کی زبان سے اپنی طرف کھینچا اور اس کے لئے بہت سا خیر جمع فرمایا اے عثمان قریب ہے کہ خدا تعالی تم کو

در

ایک مرید عطا کریگا - جو نام اوس کا عبدالغنی ابن نقطہ ہوگا اور اون کا مرتبہ بہت سے
اولیا پر بلند ہوگا اور حق تعالیٰ اون کے ساتھ اپنے ملائکہ کے روبرو فخر کریگا پھر حضرت
غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے میرے سر پر ایک کلاہ رکھدے میرا سر آپ کی کلاہ عنایتی
کو مس کیا تو میں نے اپنے سر میں ایک سردی ایسی پایا جو میرے قلب تک پہونچی پھر
مجھکو عالم ملکوت کا کشف ہو گیا اور جمیع عوالم اور ما فیہا کو سن لیا کہ وہ باختلاف اپنے
زبانوں کے خدا کی تقدیس اور تسبیح کر رہے تھے قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے
پس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ روئی کو جو اون کے ہاتھ میں تھی مجھ پر پھینک مارے
پس خدا نے میری عقل کو اوس سے ثابت کیا اور میرا استقلال اور بھی زیادہ ہوا پھر
حضرت نے مجھکو ایک مقام تنہائی میں بٹھلائے میں کئی روز وہیں ٹھیرا رہا پس قسم ہے
خدا کی میں نے کوئی امر باطن اور ظاہر نہ پایا جس کی حضرت نے مجھکو نہ خبر دی اور
نہیں پہونچا میں کسی مقام کے طرف اور نہ حال کے طرف اور نہ مجھکو کوئی شہود ہوا اور
نہ مجھکو کوئی علم غیب کا کشف ہوا مگر حضرت نے قبل اس کے کہ میں اوس شہود کو پہونچوں
اور مجھکو علم غیب کا کشف حاصل ہو سب کی خبر پہلے ہی پہل دی اور اوس کے احکام
کی تفصیل حضرت بیان فرمائے اور میرے مشکلات کا حل فرمائے اور مجھکو اوس کا اصل
اور فرع بتائے اور ہمیشہ حضرت مجھکو ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہونچاتے جس قدر
خدا نے اپنے علم سے چاہا مجھکو حضرت نے ان امور کی خبر دئے جو میرے لئے
واقع ہونیوالے تھے پس جیسا کہ حضرت نے خبر دی ویسا ہی وقوع ہوا تیس سال کے
بعد جب کہ حضرت نے مجھکو لباس پہنائے تھا بیس اس کے جو میں نے ابن نقطہ کو
لباس پہنایا پچیس سال کا زمانہ گذرا تھا وہ ابن نقطہ کا حال ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت
نے بیان فرمائے رضی اللہ عنہ - ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ محض اس ایک

ہی روایت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ سے کس قدر کشف کثرت سے ظاہر ہوئے کہ
بعضے تو اوس میں متعلق بہ غیب ماضی و بعضے متعلق بہ غیب حال اور بعض متعلق بہ غیب
استقبالی ہیں اور جب حضرت کی ایک نظر فیض اثر اور کلاہ کے پہنانے سے شیخ عثمان
صریفینی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ملکوت اور عوالم کا ہوا تو پھر حضرت کے مکشوفات
غیبیہ کا حال اسی پر خیال ہو سکتا ہے کہ کس مرتبہ کا ہوگا شیخ عثمان صریفینی ایک مدت
تک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے حضرت اونکی
واردات گذشتہ اور حال اور آئندہ جو تیس سال کے بعد تک ہونیوالے تھے سب
بیان فرمائے وہ واردات کس قدر کثرت سے ہوں گے کہ شیخ عثمان صریفینی رحمۃ اللہ علیہ
اوس کو نہ بیان کر سکے اور نہ اوس کو شمار میں لائے بس ایسی ذات بابرکات کو
مصیبت کے وقت جو لوگ پکارنے کو منع کرتے ہیں اون کی خوبی قسمت ہے کہ
وہ حضرت کے فیض سے خود بھی محروم رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی محروم رکھتے ہیں
پھر شیخ عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ دوسرے صفت الہیہ کی تجلی کا حال بیان فرماتے
ہیں ومنہم من تجلی علیہ بصفۃ البصر و ذلک انہ لما تجلی علیہ بصفۃ البصر
العلمیۃ الاحاطیۃ والکشفیۃ تجلی علیہ بصفۃ البصر فکان بصر ھذا العبد موضع
علمہ فما ثم علم یرجع الی الحق وما ثم علم یرجع الی الخلق الا و بصر ھذا العبد واقع علیہ
فھو یبصر کما ھی علیہ فی غیب الغیب والعجب کل العجب ان یجہلہا فی
الشہادۃ فانظر الی ھذا المشہد العلی والمنظر الجلی ما اعجبہ وما اعلی بہ
ترجمہ۔ اون اہل تجلیات سے وہ ہیں کہ تجلی فرماتا ہے حق تعالی اون پر ساتھ صفت بصر کے
اور یہ اس لئے ہے کہ جب حق تعالی نے اون پر متجلی ہوا ساتھ اوس صفت بصر کے
جو از قبیل علم احاطیہ و کشفیہ کے ہے تجلی کیا حق تعالی نے اون پر ساتھ صفت بصر کے بس ہوگئی بصر اس

بندہ کی موضع علم میں اوس کے پس نہیں ہی اس جا جو علم رجوع کرتا ہے خدا کی طرف اونہیں ہے اس جا کے وہ علم جو رجوع کرتا ہے
خلق کی طرف نگہ بصر اس بندہ کی واقع ہے اوس پر پس وہ دیکھتا ہے اون اشیاء کو بعینہا
مرتبۂ غیب الغیب میں یعنے جو علم مخلوقات کا از قبیل حوادث ہے اور جو علم خدا کہ تجلّی صفت خدا
ہے اور بندہ کو وہ علم الٰہی کا احاطہ بمصداق ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء کے
دیا گیا ہے اوس پر تجلّی صفت بصر الٰہیہ کی جو بندہ کو ہوتی ہے معلومات مخلوقات پر اوسی
قدر معلومات خدا پر جس قدر اوس کو دئے گئے واقع ہوتی ہے یہ توجیہ کلام
شیخ اس وجہ سے کی گئی کہ خدا کے کل علم کا احاطہ بندہ کو نہیں ہوتا جیسا کہ خدا نے فرمایا
ولا یحیطون من علمہ اور نہ کل علم حق سے بندہ محروم رہتا ہے۔ جیسا کہ خود خدا نے فرمایا
الا بما شاء یعنے جس قدر خدا نے چاہا اوسی قدر اپنے علم کا احاطہ بندہ کو عنایت فرماتا
ہے پھر شیخ جو ارشاد فرماتے ہیں کہ مرتبۂ غیب الغیب میں بندہ کل اشیاء کو دیکھتا ہے
اور مرتبۂ شہادت میں اون کو نہیں جانتا ہے یہ حال اوس بندہ کا ہے جو ابھی تجلیات
صفاتی میں ہے تجلیات ذاتیہ تک نہیں پہونچا کیونکہ شیخ اوس کی تصریح آئندہ قول میں
فرماتے ہیں وما ذلک الا ان العبد الصفاتی لیس بید خلقہ شیٔ مما بید حقہ فلا اثنینیۃ
اور نہیں ہے یہ بات مگر اس لئے کہ عبد صفاتی کے مخلوقی ہاتھ میں نہیں وہ چیز کہ خدا کے
دست قدرت سے اوس کو مرتبۂ غیب الغیب میں ملی ہے پس اوس کو ہر دو مقام غیب
اور مقام شہادت میں تجلّی صفت الٰہیہ بصر یہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ نے اس اثنینیت کی تصریح
فرمائے ہیں اعنی لا یظہر علی الشہادۃ فیما ہو علیہ غیبہ الا بحکم الندور فی بعض الاشیاء فان
الحق یبرزہا اکراماً لہ یعنے نہیں ظاہر کرتا ہے وہ عبد صفاتی اون چیزوں کو جن پر اوس کا
غیب ہے یعنے وہ خبر اور وہ معلومات جو عبد صفاتی کو مرتبہ غیب میں حاصل ہوئی
تھی اوس کو وہ بندہ صفاتی مرتبہ شہادت میں ظاہر نہیں کرسکتا مگر شاذ اور نادر بعض

اشیاء میں پس خدا بعض اون چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اوس بندہ صفاتی کے لیئے
اس عالم شہادت میں واسطے بزرگی اوس بندہ کے آپ شیخ بندہ واصل الی الذات
کا حال بیان فرماتے ہیں بخلاف العبد الذاتی فان شہادتہ وغیبہ شہادتہ فافہم
بخلاف اوس بندہ کے کہ تجلیات صفاتی سے ترقی کر کے تجلیات ذات تک پھونچگیا
ہے پس اوس کا مرتبہ شہادت عین مرتبہ غیب ہے اور مرتبہ غیب اوس کا عین مرتبہ
شہادت ہے۔ یعنے جو بندہ کہ واصل الی الذات ہوگیا اوس کو مرتبۂ شہادت اور مرتبہ
غیب میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جو چیز کہ اس کو مرتبۂ غیب میں حاصل ہے مرتبۂ شہادت
میں بھی حاصل ہے اور جو مرتبۂ شہادت میں حاصل ہے مرتبۂ غیب میں حاصل ہے
پھر اس مقام کے دقیق ہونے کی وجہ سے شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب
سمجھ لے انتہائی خوب سمجھ اوسوقت حاصل ہوتی ہے جب اون بزرگوں کے وسیلہ
سے حق تعالی اس مقام کو پھونچاے مبدأ فیض تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ
سلطان الواصلین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن احادیث میں تجلی صفت بصر الہیہ
کی طرف اشارہ ہے اون میں سے چند احادیث تیمناً وتبرکاً بیان کرتا ہوں۔

وعن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی مرضہ الذی
مات فیہ ونحن فی المسجد عاصبا رأسہ بخرقۃ حتی اھوی فاستوی علیہ واتبعناہ
قال والذی نفسی بیدہ انی لانظر الحوض من مقامی ھذا الی اخر الحدیث
رواہ الدارمی ترجمہ مروی ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہے
اونھوں نے کہ برآمد ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس مرض میں جسمیں
آپ کی رحلت شریف ہوئی یہانتک کہ حضرت متوجہ ہوے منبر شریف کی
طرف پس منبر شریف پر برآمد ہوئے اور ہم نے حضرت کی اتباع کئے یعنے روبرو

منبر شریف کے حاضر رہے فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں حوض کوثر کو اپنے اس مقام سے دیکھتا ہوں آخر حدیث تک یعنے یہ حدیث طویل ہے بقدر مناسب اس مقام کے حدیث نقل کی گئی روایت کی اس کو دارمی نے انتہی پس ظاہر ہے کہ مقام منبر شریف سے حوض کوثر جو آسمان پر ہے اوسکو ملاحظہ فرمانا تجلی بصر صفت الٰہیہ سے تھا بصر انسانی اوس کو دیکھنے سے قاصر ہے ۔ دوسری حدیث عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول استووا استووا استووا فوالذی نفسی بیدہ انی لاراکم من خلفی کما اراکم من بین یدی رواہ ابوداؤد ترجمہ مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہے اونھوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سیدھے رہو سیدھے رہو سیدھے رہو نماز کی صف میں پس قسم ہے اوس ذات کی جو میرا نفس اوس کے ہاتھ میں ہے میں تم کو اپنے پس پشت سے دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنی روبرو سے تم کو دیکھتا ہوں روایت کئے اس حدیث کو ابوداؤد نے انتہی بصر بشری مقید آنکھ سے ہے جس سے آدمی فقط روبرو سے اپنے دیکھ سکتا ہے پس پشت اور روبرو سے برابر دیکھنا یہ بصر مطلق ہے جو تجلی بصر صفت الٰہی ہے تیسری حدیث عن انس قال نعی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیدا وجعفر وابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم ابن رواحۃ فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن الولید حتی فتح اللہ رواہ البخاری ترجمہ مروی ہے ۔ انس رضی اللہ عنہ سے کہے انھوں نے کہ خبر موت دئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کی اور جعفر رضی اللہ عنہ کی اور ابن رواحہ کی آدمیوں کو قبل اس بات کے جو اون کو خبر موت اون لوگوں کی

پھونچی پس فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لئے جھنڈا زیدؓ نے پس شہید ہوئے پھر لئے جعفرؓ شہید ہوئے پھر لئے ابن رواحہؓ پس وہ بھی شہید ہوئے اور حضرت کے چشمان شریف سے آنسو جاری تھے یہاں تک کہ جھنڈا لئے سیف من سیوف اللہ یعنے خالد بن ولیدؓ یہاں تک کہ خدا نے فتح دیا روایت کیا اس حدیث کو بخاری - انتہی یہ واقعہ غزوۂ موتہ کا ہے جو زمین شام میں واقع ہے حضرت مدینہ طیبہ میں اون لوگون کی خبر شہادت دیتے ہیں دوسری روایت میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہر کی شہادت کے وقت فرادی فرادی اون کی شہادت کے خبر دئے ہے جس سے ظاہر تھا کہ حضرت صلعم اس واقعہ کو بچشم خود ملاحظہ فرما رہے ہیں جس کے دیکھنے سے بصر انسانی قاصر ہے

چوتھی حدیث وعن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن ایاتہ وانا انظر الیہ متفق علیہ ترجمہ مروی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے بہ تحقیق وہ سنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ فرماتے جب کہ مجھکو قریش نے جھٹلائے یعنے جب حضرت نے قصہ معراج شریف کا جو آپ کی سیر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک ہوئی - بیان فرمائے تو کفار قریش نے آپ کے اس ارشاد مبارک کی تصدیق نہیں کئے بلکہ انکار سے پیش آئے اور آپ سے پوچھے کہ بیت المقدس میں کیا کیا علامتین ہیں آپ بیان کیجئے کیونکہ کبھی آپ نے معراج کے قبل بیت المقدس کو نہیں دیکھے تھے اس وقت کا واقعہ حضرت بیان فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حطیم کعبہ میں تھا پس خدا نے مجھ پر بیت المقدس کو ظاہر کر دیا پس میں نے بیت المقدس کے علامات بیان کرنا شروع کیا اور میں بیت المقدس حطیم کعبہ میں جو مکہ معظمہ میں ہے دیکھ

رہا تھا اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت کئے پانچویں حدیث عن عبد الرحمن ابن عائش رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم رایت ربی فی احسن صورۃ قال فیلم یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت مافی السموات والارض وتلا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین رواہ الدارمی مرسلاً ترجمہ مروی ہے کہ عبد الرحمن ابن عائش رضی اللہ عنہ سے اونھوں نے کہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو بیچ بہترین صورت یعنے صفت کے فرمایا حق تعالی نے کس چیز میں بحث کرتے ہیں جماعت فرشتوں کی میں نے کہا کہ تو مجھ سے بہتر جاننے والا ہے۔ فرمائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس رکھا حق تعالی نے دستِ قدرت کو اپنے درمیان دوشانے میرے پس پایا میں اوس کی خنکی کو درمیان دوپستان میرے پس جان لیا میں نے اوس چیز کو جو درمیان آسمانوں اور زمین کے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمائے اور ایسا ہی دکھائے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو احوال سلطنت آسمانوں اور زمین کے تاکہ ہو جاوین یقین کرنے والوں سے یہ احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں حدیث اخیر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم آیت تلاوت فرمائے اوس میں حق تعالی نے فرمایا کہ (نری) ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے اس سے اشارہ تجلی بصر صفت الہیہ کا ہے جیسا کہ وہ ظاہر ہے تجلی بصر صفت الہیہ کے متعلق بہت کرامات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مروی ہیں اون میں ایک کرامت جو بروات ثقات مروی ہے تیمناً وتبرکاً بیان کی جاتی ہے کتاب بہجت الاسرار میں باسانید متصلہ

شیخ ابو الحسن علی ابن ابی طاہر ابن نجا ابن غنائم الانصاری دمشقی فقیہ حنبلی واعظ مصری سے روایت ہے ۵۹۸ھ پانسو اٹھانوے ہجری میں انھوں نے کہا کہ میں ایک بار حج کو گیا میں اور میرے ایک رفیق بغداد شریف میں آئے اوس کے قبل کبھی ہم بغداد شریف میں نہیں آئے تھے اور نہ ہم کو اہل بغداد سے کسی کے ساتھ معرفت تھی اور نہیں تھی ہمارے ساتھ مگر چھری پس اوس کو ہم نے بیچے اور اوس کی قیمت حاصل ہوی اوس سے ہم نے چاول خرید کئے پس اونکو ہم نے کھائے جو وہ کھانا ہمارے موافق مزاج نہیں تھا اور نہ اوس سے ہم سیر ہوئے اور ہم مجلس وعظ شریف میں شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے آئے پھر جب ہم حضرت کی مجلس وعظ شریف میں بیٹھ گئے حضرت اپنے وعظ مبارک کو قطع فرما کر ارشاد فرمائے کہ مساکین مسافرین ملک حجاز سے آئے اور نہیں تھی اون کے ساتھ مگر ایک چھری پس اوس کو انھوں نے فروخت کئے اور اوس کی قیمت سے چانول خرید کئے مگر وہ طعام اون کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوا راوی کہتے ہیں کہ میں اس امر سے بہت متعجب ہوا یعنے یہ حال ہمارا حضرت کو بہ تفصیل کیوں کر مکشوف ہوا پس جب حضرت کا وعظ شریف ختم ہوا تو حضرت نے دستر خوان بچھانے کا حکم فرمائے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے رفیق کو آہستہ کہا کہ تمہارے کیا خواہش ہے انہوں نے کہا کہ آش جو ساتھ گوشت دراج پرندہ کے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے خواہش شہد کی ہے پس حضرت نے خادم کو فرمائے کہ آش جو ساتھ گوشت دراج پرند کے اور شہد فوراً حاضر کر پس خادم دونوں چیزیں حاضر کیا حضرت کا ارشاد ہوا یہ دونوں چیزیں دو شخص کے روبرو رکھدے اور ہمارے طرف اشارہ فرمائے پس خادم نے

ان دو چیزوں کو حاضر کیا اور آش جو یعنے جس میں درّاج کا گوشت شریک تھا میرے روبرو رکھا اور میرے رفیق کے روبرو شہد رکھا حضرت نے اوس خادم کو فرمائے کہ پلٹ کر رکھ جب برابر ہوگا راوی کہتے ہیں کہ مجھے بے اختیاری ہوگئی ضبط نکر سکا اور لوگوں کے گردنوں کو روندتا ہوا دوڑکر حضرت تک پھونچا حضرت نے ارشاد فرمائے کہ خوش حالی ہو واعظ دیار مصریہ کے لیے پس میں نے کہا سیدی یہ کیسا ہوگا اور مجھے سورۂ فاتحہ صحیح طور پر پڑھنا نہیں آتا حضرت نے فرمائے کہ مجھے حکم ہوا کہ یہہ بات میں تم کو کہوں راوی کہتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علم کی طرف مشغول ہوا پس خدا نے مجھ پر علم ایک سال میں اوس قدر کشادہ کیا جو دوسروں کو بیس (۲۰) سال میں بھی حاصل نہو سکے اور میں نے بغداد شریف میں وعظ بیان کیا پھر میں نے حضرت سے مصر کے سفر کا اذن چاہا حضرت نے فرمایا قریب ہے کہ تم دمشق کو پھونچوگے اور تم لشکر کو تیار پاؤگے اور ارادہ اون کا ہوگا کہ مصر میں داخل ہوکر مصر کو فتح کرلیں تم اون کو کہو کہ اس بار پلٹ جاؤ کیونکہ اس بار اپنے مراد کو نپاؤگے پھر تم دوبارہ جب آؤگے اپنے مقصد کو پھونچوگے اور مالک مصر ہوگے راوی کہتے ہیں کہ جب میں دمشق پھونچا ایسا ہی پایا جیسا حضرت نے فرمائے تھے اور جو ارشاد حضرت کا تھا میں نے اون کو کہدیا پس انھوں نے قبول نہیں کئے اور میں مصر میں آیا دیکھا کہ خلیفہ مصر اون کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں میں نے خلیفہ کو کہا کہ کچھ خوف نہیں وہ نامراد پلٹ جائنگے اور تم کامیاب ہوگے پھر جب وہ لشکر مصر میں داخل ہوا تو شکست پایا پس خلیفۂ مصر مجھکو اپنا ہم صحبت بنایا اور اپنے پوشیدہ باتوں پر مجھکو مطلع کیا پھر وہ لشکر دمشق جب دوبارہ مصر میں آیا مصر کو فتح کرلیا اور میری بہت کچھ تعظیم کی

بسبب اوس بات کے جو میں نے اون کو کہا تھا دمشق میں آور مجھکو دونوں دد ستون سے ایک لاکہ پچاس ہزار دینار حاصل ہوئے اوس بات پر جو مجھے محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ نے فرمائے تھے۔ انتہیٰ صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ یہہ شیخ ابوالحسن علی جو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فوائد حاصل کئے اون کا لقب شیخ زین الدین ہے اون کا حال لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت مدت تک مصر میں رہے اور اون کو کتاب تفسیر کی زبانی یاد تھی اون کو قبول تام خواص اور عوام میں حاصل ہوا اور وہ اکثر علماء محدثین سے ہوئے اور مصر میں مجلس وعظ منعقد کئے اور لوگوں کو اُن سے فائدہ ہوا اور ماہ رمضان ۵۹۹ پانسو ننانوے میں انتقال کئے اور اون کا مولد دمشق تھا۔ انتہیٰ اس روایت میں اگرچہ کئی کرامات حضرت کے مذکور ہیں مگر مناسب مقام دو کرامتیں ہیں ایک یہ کہ بہ تجلی بصر صفت الٰہیہ حضرت نے راوی روایت کے حال کو تفصیلی دیکھ لیا وہ وارد بغداد تشریف ہوئے اور اون کے پاس سوائے ایک چھری کے نہیں تھی اوس کو فروخت کی وغیرہ وغیرہ دوسرا یہ ہے کہ حضرت نے مصر و دمشق کا حال دیکھ لئے کہ وہاں تیاریاں جنگ کی ہو رہی ہیں پھر شیخ علیہ الرحمہ تجلی سمع صفت الٰہیہ کا حال بیان فرماتے ہیں ومنهم من تجلى الله عليه فيسمع نطق الجمادات والنباتات والحيوانات وكلام الملٰئكة واختلاف اللغات وكان البعيد عنده كالقريب بعض اون اہل تجلیات کے وہ ہیں کہ خدا جن پر تجلی صفت سماعت کی کرتا ہے پس وہ بات چیت جمادات کی اور نباتات کی اور حیوانات کی اور ملائکہ کا کلام اور مختلف زبانوں کو سنتے ہیں اور اون کے نزدیک بعید مثل قریب کے ہوجاتا ہے انتہیٰ۔ منبع افادات تجلیات ذاتیہ و صفاتیہ الٰہیہ باعث ایجاد مخلوقات کونیہ سلطان الواصلین سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے جو اس طرف اشارہ ہے اوس میں سے چند احادیث
اس جائے تبرکاً تیمناً نقل کیجاتے ہیں درباب سماعت نطق جمادات وحیوانات۔ عن علی
ابن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہ قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکة فخرجنا فی
بعض نواحیها فما استقبله جبل ولا شجر الا وهو یقول السلام علیك
یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رواه الترمذی والدارمی
ترجمہ مروی ہے علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے فرمائے کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں تھا پس ہم بعض نواحی مکہ کے طرف نکلے پس کوئی
پہاڑ یا درخت حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے مقابل نہوتا مگر کہتا السلام علیک یارسول اللہ
روایت کئے اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے انتہی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور بہ فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم باب علوم
النبوی حیدر کرار رضی اللہ عنہ نطق جمادات اور نباتات کا سماعت فرمائے درباب
سماعت نطق نباتات وحیوانات۔ عن یعلی بن مرة الثقفی قال ثلثة اشیاء
رایتها من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بینما نحن نسیر معه اذ مررنا
ببعیر یسنی علیه فلما راه البعیر جرجر فوضع جرانه فوقف علیه النبی
صلی اللہ علیه واله وسلم فقال این صاحب هذا البعیر فجاءه فقال
بعنیه فقال نهبه لك یا رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم وانه
لاهل بیت ما لهم معیشة غیره قال اذا ذکرت من امره فانه مشکی
کثرة العمل وقلة العلف فاحسنوا الیه ثم سرنا حتی نزلنا منزلا فنام
النبی صلی اللہ علیه واله وسلم فجاءت شجرة تشق الارض حتی غشیته
ثم رجعت الی مکانها فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم

ذکرت لہ ذلک فقال ھی شجرۃ استاذنت ربھا ان تسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاذن لھا قال ثم سرنا فمررنا بماء فاتتہ امرأۃ بابن لھا جنۃ فاخذ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بمنخرہ ثم قال اخرج فانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثم سرنا فلما رجعنا مررنا بذلک الماء فسئلتھا عن الصبی فقالت والذی بعثک بالحق ما راینا منہ ریبا بعدک رواہ فی شرح السنۃ ترجمہ مروی ہے یعلی ابن ثقفی سے اوہنوں نے کہے کہ تین چیزوں کو یعنے معجزوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھا اوس وقت کہ ہم حضرت کے ساتھ چل رہے تھے یکایک ہمارا گذر ایک اونٹ پر جو پانی لادا گیا تھا ہوا جسوقت کہ اونٹ حضرت کو دیکھا آواز کیا اور اپنے گردن کو رکھدیا حضرت اوسکے پاس ٹھہر گئے اور فرمائے کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے پس مالک شتر حاضر ہوا حضرت نے صاحب شتر کو ارشاد فرمایا کہ تو اوس کو مجھے فروخت کردے صاحب شتر نے عرض کیا کہ ہسم آپ کو اس شتر کو ہبہ کردیتے ہیں وہ شتر ایسے گھروالوں کا ہے کہ اون کے لئے گذر اوقات سوائے اس کے نہیں ہے حضرت نے ارشاد فرمائے کہ جب تو نے حال اوس کا بیان کیا پس وہ اونٹ کثرت محنت اور قلت چارہ کی شکایت کیا پس تم اوس سے اچھا برتاؤ کرو پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک مقام پر اوترے حضرت آرام فرمائے پس ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حضرت کے پاس آیا یہاں تک حضرت کو ڈھانپ لیا پھر اپنی جائے پر پلٹ گیا جب کہ حضرت بیدار ہوئے میں نے یہ حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمائے کہ وہ درخت اپنے پروردگار سے اذن چاہا کہ اوس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سلام عرض کرے خدا نے اوس کو اذن دیا راوی کہتے ہیں پھر ہم ایک پانی کی جائے پر گذرے حضرت کی

خدمت میں ایک عورت اپنا لڑکا لائی جو اوس کو جن کا خلل تھا حضرت نے اوس لڑکے کے نکٹ پھوڑوں کو پکڑے اور فرمائے کہ نکل جا تحقیق کہ میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم خدا کا رسول ہوں پھر ہم چلے جب پلٹے تو اوسی پانی پر ہمارا گذر ہوا حضرت نے اوس عورت سے اوس لڑکے کا حال پوچھے وہ عورت عرض کی کہ قسم ہے اوس ذات کی جس نے آپ کو حق پر مبعوث کیا میں نے آپ کی تشریف لے گئے بعد کسی قسم کی شکایت نہیں دیکھی انتھی ۔ مناسبت اس روایت کی اس مقام سے ظاہر ہے کہ حضرت نے درخت کا سلام اور شتر کا کلام سمجھے اب وہ روایت بیان کرتا ہوں کہ جس سے حضرت کا نطق ملائکہ سننا اور سمجھنا اور دور و نزدیک کا سننا حضرت کا ایکساں ہونا وللترمذی نحوہ عنہ وعن ابن عباس ومعاذ ابن جبل وزاد فیہ قال یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم هل تدری فیما یختصم الملاء الاعلی قلت نعم فی الکفارات المکث فی المساجد بعد الصلوۃ والمشی علی الاقدام الی الجماعات واسباغ الوضوء فی المکارہ فمن فعل ذلک عاش بخیر ومات بخیر وکان من خطیئتہ کیوم ولدتہ امہ وقال یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا صلیت فقل اللھم انی اسئلک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین فاذا اردت بعبادک فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون قال والدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوۃ والناس نیام یہ ایک اخیر قطعہ حدیث کا ہے جسکا قطعہ اولی پہلے مذکور ہوا اوس کی ابتدا یہ ہے کہ حضرت نے فرمائے کہ میں نے اپنے پروردگار کو احسن صورۃ میں دیکھا ارشاد فرمایا کہ فرشتے آسمانوں کے کس امر میں بحث کرتے ہیں حضرت فرمائے کہ اے خدا تو خوب جانتا ہی پھر خدا اپنے کف دست کو میرے دو شانوں میں رکھ دیا جس کی خنکی میں نے اپنے دو شانوں میں پایا پس میں نے جان لیا اون چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے

انتہی۔ ترجمہ اس قطعہ اخیرہ حدیث کا یہ ہے کہ ترمذی نے مثل اسی کے روایت کیا عبد الرحمن اور ابن عباس اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہم سے اور زیادہ کئے اس روایت میں آپ نے کہ فرمایا خدا نے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز میں آسمان والے یعنے فرشتے بحث کر رہے ہیں میں کہا کہ کفارات میں یعنے اون چیزوں میں جو بنی آدم کے گناہ محو کر دیتے ہیں اور کفارات یعنے بنی آدم کے گناہ محو کرنیوالی چیزیں یہ ہیں توقف کرنا مساجد میں بعد ادائی نماز یعنے بانتظار نماز دیگر یا بذکر الہی نہ بارتکاب فضول و ملاہی کہ یہ معصیت ہے اور جماعت کیطرف چلتے ہوئے جانا اور شدت کے وقت یعنے سردی کیوقت پورا وضو کرنا جس نے ایسا کیا اوس کا جینا بھی اچھا اور مرنا بھی اچھا ہے اور ہوگا وہ شخص مانند اوس دن کے جو اوس کی ماں نے اوس کو جنی اور فرمایا حق تعالی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسوقت تم نماز پڑھو تو کہو اللھم انی اسئلك الخ اور فرمایا حق تعالی کہ باعث رفع درجات بنی آدم کا عام کرنا سلام اور کہلانا کہانیکا اور نماز اسوقت ادا کرنا جسوقت لوگ سوتے ہوں انتہی ان احادیث سے جو مذکور ہوئیں سننا اور معلوم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لغات حیوانات اور نباتات اور ملائکہ کا جو مغائر بنی نوع انسان ہیں ظاہر ہوا اس قسم کے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیشمار ظاہر ہوے اس مقام پر اسی قدر اکتفا کیا گیا اب میں اوس معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرتا ہوں کہ آپ باوجود عربی ہونے اور عدم ممارست بلغات عجمیہ کے تکلم بہ لغات عجمیہ فرماتے ہیں قاضی عیاض نے شفا میں فرماتے ہیں واما علمہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلغات العرب وحفظہ معانی اشعارھا فامر مشہور قد نبھنا علی بعضہ اول الکتاب وکذلک حفظہ لکثیر من لغات الامم کقولہ فی الحدیث سنہ سنہ وھی حسنۃ بالحبشیۃ وقولہ ویکثر الھرج وھو القتل

بها وقوله فی حدیث ابی هریرة رضی اللہ عنہ اشکنب درد ای وجع البطن بالفارسیة الی غیر ذلک مما لا یعلم بعض هذا ولا یقوم ببعضه الا من مارس الدرس والعکوف علی الکتب ومصاحبة اهلها عمرا وهو رجل کما قال اللہ تعالی امّی لم یکتب ولم یقرء ولا عرف بصحبة من هذه صفته ولا نشأ بین قوم لهم علم ولا قراءة لشئی من هذه الامور ولا عرف هو قبل بشئی منها قال اللہ تعالی وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینک الآیة

ترجمہ۔ لیکن جاننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لغات عرب کو اور یاد رکھنا آپ کا معانی کو اشعار عرب کے پس امر مشہور ہے تحقیق کہ اطلاع کئے ہم نے اوس کے بعض پر اول کتاب میں اور ایسا ہی یاد رکھنا آپ کا بہت سے لغات اور قوموں کے مثل قول حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنہ سنہ اور وہ بمعنی اچھے کے ہے زبان حبشیہ میں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ ہو کا ہرج اوس کے معنی قتل ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشکنب درد یعنے پیٹ کا درد زبان فارسی میں اور سوائے اس کے اوس قبیل سے کہ نہیں جانتا ہے اور نہیں قایم ہوتا ہے اون لغات کے ساتھ اور نہ اوس کے بعض کے ساتھ مگر وہ شخص جو مداومت درس کی اور مطالعہ کتب اور مصاحبت اہل علم کی ایک عمر تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی ہیں جیسا کہ حق تعالی نے آپ کو امّی فرمایا کہ آپ نہ لکھے نہ پڑھے اور نہ آپ لکھنے پڑھنے والوں کی صحبت میں رہنے سے مشہور تھے اور نہ اون قوم میں آپ پرورش پائے جو اون کو لکھنا پڑھنا آتا اور نہ اوس کے قبل لکھنے پڑھنے میں آپ مشہور تھے فرمایا حق تعالی نے اور نہیں تھے آپ تلاوت کرتے کسی کتاب کی اس کے قبل اور نہ اپنے سیدھے ہاتھ سے خط لکھتے آخر

آیت تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو قدم بقدم اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں فیضان نبوی سے آپ پر تجلی سمع صفت الہیہ اس قدر کمالیت سے سرفراز ہوئی کہ جس پر آپ کا فیضان ہوا وہ کلمات ملائکہ و اختلاف لغات سن لیا اور سمجھ گیا اور اوس پر کشف ملک اور ملکوت کا ہو گیا چنانچہ یہ امر اس روایت سے ظاہر ہوگا بہجۃ الاسرار میں ابو محمد علیؒ ابن ابی بکر بن ادریس روحانی یعقوبی سے ۶۱۵ سنہ چھ سو پندرہ میں روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سیدی شیخ ابو الحسن علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑے اور مجھے شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے ۵۵۰ سنہ میں اور حضرت کے خدمت بابرکت میں عرض کئے یہ میرا لڑکا ہے پس حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم مبارک کی خلعت مجھکو پہنائے اور مجھکو ارشاد فرمائے کہ اے علی تم نے قمیص عافیت پہنے راوی کہتے ہیں کہ مجھکو وہ لباس پہنے ہوئے پینسٹھ ۶۵ برس ہوئے کہ اب تک کوئی شکوہ مجھے نہیں ہوا پھر شیخ علی ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶۰ سنہ پانسو ساٹھ میں یعنے اس سال کے بعد مجھے حضرت کی خدمت شریف میں حاضر کئے اور عرض کئے کہ میں آپ سے اس کے لئے خلعت باطنی چاہتا ہوں حضرت تھوڑی دیر مراقبہ فرمائے پس میں دیکھا کہ ایک روشنی حضرت کے نور سے نکلی اور میرے ساتھ ملگئی پس میں نے اس وقت اصحاب قبور اور اون کے احوال کو اور فرشتوں کو اور اون کے مقامات کو دیکھا اور تسبیح فرشتوں کی باختلاف لغات اون کے سنا اور میں پڑھ لیا اوس چیز کو کہ پیشانی پر ہر انسان کے لکھا ہے اور میرے لئے بڑی بڑی باتیں صاف طور سے کھل گئیں حضرت نے مجھکو فرمائے کہ اوس کو لے اور خوف مت کر شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خدمت میں عرض کئے میں اوس کے زوال عقل کا خوف کرتا ہوں حضرت نے اپنا

دست شریف میرے سینہ پر رکھے میں نے اپنے باطن میں پایا مثل صورت ستون کے
بس میں نے خوف نہیں کیا اوس چیز سے جو مجھکو مشاہدہ انوار ہوا جو میں نے سنا او
میں اپنے میں نور پاتا ہوں اوس روشنی کا جو حضرت سے مجھکو پہونچی اور ملکوت کے
راستوں کو اوس روشنی سے مشاہدہ کرتا ہوں۔ انتہی پس اس کرامات مبارک سے
حضرت غوث اعظم کے ظاہر ہوا حضرت کے فیضان سے راوی روایت کو تجلی سمع اور
بصر الہی ہوئی جس سے عالم ملکوت کے فرشتوں کی تسبیح باختلاف لغات سنے پس
حضرت غوث اعظم کے ذات مبارک کی طفیل سے اس قدر تجلیات الہیہ ابو محمد علی پر ہوئی تو
آپ کی ذات پر تجلیات کس کمالیت سے ہوئے ہوں گے آپ کو فنا فی الصفات
کا حال جس کی طرف حدیث کنت سمعہ وبصرہ سے اشارہ ہے قول سے شیخ عبد الکریم
جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے جس کی تطبیق حدیث اور احوال حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ
سے کی گئی بخوبی معلوم ہوگا کہ مقام فنا فی الصفات میں تجلیات صفات الہیہ خاص
بندوں پر کس طور سے وارد ہوتے ہیں اور اوس کا کیا اثر اون پر ظاہر ہوتا ہے تجلی علم
صفت الہیہ سے مغیبات کا احوال معلوم ہوتا ہے تجلی بصر صفت الہیہ سے وہ چیزیں
دیکھ لیتے ہیں کہ بصارت انسانی اون کے دیکھنے سے قاصر رہتی ہے صفت سمع الہیہ سے
وہ وہ باتیں سنی جاتی ہیں جو سماعت انسانی اون کے سننے سے قاصر ہے خدا نے احوال
خاص اپنے خاص بندوں کا اس فائدہ کے لئے بیان فرمایا کہ عوام بشر خواص بشر کو بوجہ
مماثلت ظاہری بشریت کے مثل اپنے نہ سمجھیں اور اون کی طرف متوجہ رہنے سے
باز نرہیں قرب اور بعد اون کا برابر سمجھیں اور اون سے استمداد ہر حال و ہر وقت
میں کرتے رہیں بخیال مماثلت ظاہری اس فوز عظیم سے محروم نرہیں اگرچہ ہم عامیوں کیلئے
محض حکم شرع شریف جیسے حکم ندا اور استعانت از خاصان الہی وارد ہے کافی ہے مگر

باانیہمہ شارع علیہ السلام نے بکمال رحمت کشف حقیقت فرما دئے کہ ندا باسماء خاصان الٰہی بلالحاظ قرب وبعد جائز ہے اس لئے کہ اون کی صفات محو بہ صفات ذاتیہ وصفاتیہ الٰہیہ ہیں خدا نے اس راز مخفی کو ہم عامیوں کے فوائد کے لئے ظاہر کیا تاکہ ہم لوگ خاص لوگوں کو مثل اپنے سمجھ کر اون کی فیضان سے محروم نرہیں خاص لوگوں کو اسکی کیا ضرورت ہے کیونکہ خود اون پر وہ حوال گذرتے ہیں جو مرتبۂ عین الیقین اور حق الیقین ہے شیخ عبدالحق دہلوی لکھے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ میں جس بندہ کو دوست رکھتا ہوں میں اوس کی سماعت اور بصارت وغیرہ ہو جاتا ہوں وہ بندہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ سنتا ہے معنی اوس کے یہ کہ وہ نہیں دیکھتا کسی چیز کے جانب اور نہیں سنتا اور نہیں چلتا کسی چیز کی طرف مگر حق تعالیٰ اوس کے مشاہدہ اور نظر میں رہتا ہے۔ انتہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون حدیث کا اشارہ طرف فنافی الصفات کے ہے کیونکہ جب خدا کسی بندہ پر اپنے کسی اسم کی تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ انوار میں اوس اسم کے محو ہو جاتا ہے۔ جب بندہ کو محویت انوار اسم الٰہی حاصل ہو گئی تو خدا تعالیٰ کی ذات ہر وقت اوس کے شہود میں کیوں نہو شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ تجلی اسماء کا حال فرماتے ہیں۔ اذا تجلی اللہ تعالیٰ علی عبد من عبادہٖ فی اسم من اسمائہ اصطلم العبد تحت انوار ذٰلک الاسم فمتی نادیت الحق بذلک الاسم اجابک العبد لوقوع ذٰلک الاسم علیہ فاول مشہد من تجلیات الاسماء ان یتجلی اللہ لعبدہٖ فی اسمہ الموجود فیطلق ھذا الاسم علی العبد واعلی منہ تجلیہ لہ فی اسمہ الواحد واعلی منہ تجلیہ لہ فی اسمہ اللہ فیصطلم العبد لھذا التجلی ویندک جبلہ فنادیہ الحق علی طور حقیقتہ انہ انا اللہ ھنالک یمحو اللہ اسم العبد ویثبت لہ اسم اللہ

فان قلت یا اللہ اجابک ہذا العبد لبیک وسعدیک فلما ارتقی وقواہ اللہ وابقاہ بعد فنائہ کان اللہ مجیبا لمن دعا ہذا العبد فان قلت مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجابک اللہ لبیک وسعدیک ترجمہ جس وقت تجلی کرتا ہے حقتعالی اوپر کسی بندہ کے اپنے بندوں سے ساتھ کسی اسم کے اپنے اسماء سے محو ہوجاتا ہے بندہ نیچے انوار اس اسم کے پس جب تو پکارے حق تعالی کو اوس اسم کے ساتھ جواب دیتا ہے بندہ تجھکو بسبب واقع ہونے اس اسم کے اوس پر پس اول مشہد تجلیات اسماء سے یہ ہے کہ تجلی کرتا ہے حق تعالی اپنے بندہ کے لئے اپنے اسم میں جو الموجود ہے پس اطلاق کیا جاتا ہے یہ اسم بندہ پر اور اعلی اوس تجلی سے تجلی حق تعالی کی بندہ کے لئے اسم میں حق تعالی کے جو الواحد ہے اور اعلی اوس تجلی سے تجلی حق تعالی بندہ کے لئے اسم میں حق تعالی کے جو اللہ ہے پس محو ہوجاتا ہے بندہ اس تجلی کے سبب سے اور پارہ پارہ ہوتا ہے جبل طور وجود اوسکا پس ندا کرتا ہے۔ اوس کو حق تعالی اوس کے کوہ طور حقیقت پر کہ میں اللہ ہوں اس مقام میں محو ہوتا ہے اسم بندہ کا اور ثابت ہوتا ہے اسم اللہ کا پس اگر تو کہے یا اللہ جواب دیتا ہے یہ بندہ تجھکو لبیک وسعدیک پس جسوقت ترقی کیا بندہ اور تقویت دیا حق تعالی اور باقی رکھا اوسکو بعد اوس کے فنا کے تو ہوگا حق تعالی جواب دینے والا اوس شخص کو جس کو یہ بندہ پکارے پس اگر کہے تو مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیگا تجھے اللہ تعالی لبیک وسعدیک انتہی بوقت تجلی اسم الہی کے بندہ تحت انوار اسم کے فنا ہونا ایک کیفیت ذوقی ہے جس کے بیان سے پوری تشفی اور پورا اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا تشفی اور اطمینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب یہ کیفیت اون پر گذرتی ہے باانیہمہ کئی امور اس میں ضرور تصریح طلب ہیں جن کا بیان بہت ضرور ہے تاکہ اذہان میں یہ بات نہ سمائی جائے کہ یہ امور قانون شریعت کے خلاف

ہیں امر اول یہ ہے کہ بوقت تجلی اسم الہی کے کسی بندہ پر اور محویت بندہ کے انوار میں اوس اسم الہی کے بوقت پکارنے خدا کے اوس اسم کے ساتھ خدا جواب دیتا ہے پس خدا کو کسی ایک اسم کے پکارنے سے بندہ جواب دینا کیسا ہو سکتا ہے تصحیح اوس کی یہ ہے کہ محویت بندہ کی انوار اسم الہی میں اوسوقت متحقق ہوتی ہے جب بندہ کی خدا کو طرف سے کشش ہوجائے اور اسکو بشدت محبت خدا سے پیدا ہوجائے جس کو حق تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ پس بندہ کی شدت محبت کو خدا کے ساتھ جس کا بیان قرآن مجید میں ہے بزرگان دین عشق الہی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تو اب سمجھنا چاہئے کہ مخلوق میں اگر کسی سے شدت تعلق ہو تو محب کو اپنے محبوب میں محویت ہوجاتی ہے اور محب اپنے کو فراموش کرجاتا ہے اور اپنے محبوب کو ہی یاد رکھتا ہی بلکہ اوسکو جمیع اشیاء سے فراموشی ہوتی ہے سوائے اپنے محبوب کے کسیکا نام اوسکو یاد نہیں رہتا جیسا کہ حال قیس اور مجنوں کا لیلے کے ساتھ مشہور ہے کہ جب اوس کو پوچھا گیا کہ تم کہاں جاتے ہو اوس نے کہا کہ لیلے کے پاس اور کہاں سے آئے ہو کہا لیلے کے پاس سے اور تم کون ہو کہا لیلے ہوں درحقیقت وہ اس وقت میں نہ لیلے کے پاس گیا تھا نہ لیلے کے پاس سے آیا بلکہ اور کہیں گیا تھا اور آیا تھا لیلے اوس سے کوسوں دور تھی پس جب کہ شدت محبت میں جو بندہ کو بندہ کے ساتھ یہ حالت محویت کی پیدا ہوتی ہے تو جب بندہ کو شدت محبت خدا سے پیدا ہو تو اس حالت میں محویت کا پیدا ہونا کیا عجب ہے کیوں کہ وہ سب پر غالب ہے اوسکو اپنے بندوں پر والدین سے شفقت کئی ہزار حصہ زیادہ ہے جب بندہ کو اوس کے ساتھ محبت پیدا ہو تو انوار اسم الہی اوس پر غالب ہوکر اوس کی ہستی سے اوس کو محو کردیں تو خدا کے اسم کے پکارنے سے کیوں وہ بندہ جواب نہ دے جس صورت میں بندہ انوار اسم الہی میں محویت پیدا

کرتا ہے تو کیا وہ بندہ پن سے اور عبدیت سے معاذ اللہ باہر ہوتا ہے نہیں بلکہ جب بھی بندہ بندہ ہی ہے اور خدا خدا ہے تمیز فیما بین عبد و معبود اس صورت میں علی حالہ قائم ہے بندہ وہ ہے کہ انوار اسم الٰہی میں محو ہوا خدا وہ ہے جو اپنے فضل و کرم سے کسی اپنے بندہ پر عنایت اپنی مبذول فرمائے اور اپنے اسماء و صفات کے انوار میں اپنے بندہ کو محو کرے پس اس محویت سے اوس بندہ کے عبدیت میں کسی وجہ کا فرق نہیں ہوا بلکہ بندہ علی حالہ بندہ ہے اور خدا ہی خدا ہے جو مالک الملک منزہ عن صفات المخلوق ہی ہے دوسرا امر توضیح طلب یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمائے کہ جب بندہ کی محویت کا درجہ ترقی کرے اور خدا بعد فناء وجود بشری تجلی اسم باقی کی اوس بندہ پر کرے تو اس صورت میں اگر اوس بندہ کو کوئی پکارے تو خدا جواب دیتا ہے پس اگر تو کہے مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تجھکو جواب دیتا ہے لبیک وسعدیک اس عبارت شیخ میں چند اشارات ہیں جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے اول یہ ہے کہ پہلے درجہ کی محویت عبد میں شیخ نے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم مبارک مثال میں بیان نہیں فرمائے اور ایسا نہیں کہے کہ اگر تو اللہ کو پکارے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جواب دیتے ہیں وجہ اوس کی ظاہر ہے کہ پہلا درجہ محویت کا درجہ ابتدائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کمالات بشری ختم ہیں پس ابتدائی مرتبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم مبارک بیان کرنا خالی از ترک ادب نہیں ہے دوسرا یہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے لفظ مثلاً کا بعد ذکر اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر کئے اور کہے کہ اگر تو کہے یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثلاً تو حق تعالیٰ تجھکو لبیک وسعدیک جواب دیتا ہے وجہ اوس کی یہ ہے کہ بعد ترقی پائے اوس بندہ کے درجہ اعلیٰ محویت میں اوس بندہ کو پکارنے سے خدا کا جواب دینا خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں بلکہ اولیاء امت مرحومہ جو بہ تبعیت آپ کے

اس مقام کو پہونچتے ہیں اون کو بھی اگر پکارا جائے تو خدا آپ کی خاطر داری سے جواب دیتا ہے تیسرا ۳ آیۃ یہ ہے کہ خدا مالک الملک شہنشاہ حقیقی ہے ایک بندہ عامی کے پکارنے کا جواب لبیک سعدیک دینا ایسا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ والا ادنیٰ مرتبہ والیکو جواب دے سمجھنا چاہئے کہ یہ اخلاق الٰہی ہیں باوجود مرتبہ الوہیت جو مافوق اس کے کوئی مرتبہ نہیں ہے اس قدر اخلاق کریمہ سے بندوں کے ساتھ پیش آنا یہ کام خدا کے لئے سزاوار ہے ایسی ہی اخلاق کی تعلیم انحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امت مرحومہ کو فرمائے۔ تخلقوا باخلاق اللہ ذات مبارک انحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی متخلق باخلاق اللہ تھی اگر کوئی ادنی امتی غلام ہو یا بچہ ہو آپ کو پکارے تو آپ اون کا جواب لبیک وسعدیک ارشاد فرماتے اس مقام میں ایک نکتہ ہے جس کا سمجھنا بہت ضرور ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا کہ اگر کوئی تین بار خدا کو یاارحم الراحمین پکارے تو تیسری بار خدا نہیں جواب دیتا بلکہ خدا کا فرشتہ اوس کو جواب دیتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا پس جو تو چاہتا ہے اوس سے مانگ لے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کو پکارنے سے تو خدا جواب نہیں دیتا بلکہ اوس کا فرشتہ جواب دیتا ہے اور خدا کے خاص لوگوں کے پکارنے سے خدا خود جواب دیتا ہے اور وہ بھی کس عنایت اور سرفرازی سے جو لبیک اور سعدیک ہے۔ نکتہ اس میں یہی ہے کہ خدا کے بارگاہ میں اپنے خاص لوگوں کو پکارنا مقبول ہے اور بوجہ اس مقبولیت کے خاص لوگوں کے پکارنے سے وہ سرفرازی اور عنایت خدا کی بندہ کے لئے ہوتی ہے جو اور کسی مقام میں نہیں ہوتی چوتھی بات یہ ہے کہ خاصان خدا کے پکارنے کا خدا جواب دینا جو شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اوسکا بھی کوئی اصل مستند نص شرعی بھی ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من صلی علیّ واحدا صلی اللہ علیہ عشرا رواہ مسلم جو شخص کہ مجھ پر درود

پڑھے ایک بار رحمت نازل کریگا اللہ اوس پر دس بار روایت کئے اوس کو مسلم نے وعن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم من صلی علیّ واحدا صلی اللہ علیہ عشر صلوۃ وحطت عنہ عشر خطئیات ورفعت لہ عشر درجات رواہ النسائی روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے جو شخص کہ درود پڑھے مجھ پر ایک بار رحمت نازل کریگا اوس پر حق تعالیٰ دس رحمتیں اور گرائی جائیں گی اوس سے دس گناہیں اور بلند ہوں گی اوس کے دس درجے روایت کئے اوس کو نسائی وعن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم جاء ذات یوم والبشر فی وجهه فقال انہ جاءنی جبرئیل فقال اما یرضیك یا محمد ان لا یصلی علیك احد من امتك الا صلیت علیہ عشرا ولا یسلم علیك احد من امتك الا سلمت علیہ عشرا رواہ النسائی مروی ہے ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور حضرت کے چہرہ شریف سے خوشی دیکھی جاتی تھی پس فرمائے حضرت کہ تحقیق شان یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوے اور کہے کہ کیا آپ خوش نہیں ہو اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس بات پر کہ نہیں درود پڑھے کوئی شخص آپ کا امتی آپ پر مگر رحمت نازل کروں گا اوس پر دس بار اور نہیں سلام عرض کرے گا آپ پر کوئی آپ کا امتی مگر سلام کروں گا میں اوس پر دس بار روایت کئے اوس کو نسائی

ف سیاق حدیث دال ہے اس امر پر کہ رحمت نازل کرنا دس بار حضرت پر درود پڑھنے والے کے لئے یا سلام کرنا دس بار حضرت پر سلام کرنے والے کیلئے ارشاد الہی ہے یہ امور بے حکم خدا از خود جبرئیل علیہ السلام حضرت کے خدمت شریف میں عرض نہیں کر سکتے وعن عبد اللہ ابن عمر فقال من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واحدة صلی الله علیه وملئکته سبعین صلوٰة رواه احمد مروی ہے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
کہے اونھوں نے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے تو خدا اور اوس کے
فرشتے ستر بار اوس پر رحمت نازل کرتے ہیں روایت کی اوس کو احمد نے وعن عبد الرحمن
ابن عوف قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود
حتی خشیت ان یکون الله تعالی قد توفاه قال فجئت انظر فرفع راسه
فقال مالك فذكرت له ذلك فقال ان جبرئیل علیه السلام قال لی
الا ابشرك ان الله عز وجل یقول لك من صلی علیك صلوٰة صلیت
علیه ومن سلم علیك سلمت علیه رواه احمد كذا فی المشكوٰة
مروی ہے عبد الرحمن ابن عوف سے کہے اونھوں نے کہ بر آمد ہوئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم یہاں تک کہ ایک نخلستان میں داخل ہوئے پس سجدہ فرمائے حضرت نے
پس دراز کئے حضرت نے سجدہ کو یہاں تک کہ میں نے خوف کیا کہ خدا حضرت کو وفات تو
نہ دیا ہو راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت کے پاس حاضر ہو کر حضرت کو دیکھتا رہا پس حضرت نے
سجدہ سے سر اوٹھا کر ارشاد فرمائے کہ تمھارا کیا حال ہے یعنے تم کیوں میری طرف دیکھ رہے ہو
راوی نے کہے کہ میں نے جو میرا خیال تھا حضرت کے خدمت میں عرض کیا پس
حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہے کہ آیا
نہ خوشخبری دوں آپکو یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس بات کی جو حق تعالی فرماتا ہے جو
شخص آپ پر درود عرض کرے میں اوس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور جو شخص کے آپ پر
سلام عرض کرے میں اوس پر سلام کرتا ہوں روایت کی اوس کو احمد نے یہ سب احادیث
مشکوٰۃ سے منقول ہیں انتہی ان سب حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت پر درود اور
سلام عرض کرنے والے پر خدا کی رحمت اور سلام نازل ہوتا ہے بلکہ بعض روایت

میں خدا کی جانب سے دس بار رحمت اور بعض روایت میں ستر بار بھی ہونا آیا ہے
درود عرض کرنے سے غرض اعتنا الشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جیساکہ ان اللہ
وملائکتہ کی تفسیر کتاب نور الانوار بحث مشترک میں بیان کی گئی ہے پس جیساکہ
درود عرض کرنا حضرت کی خدمت میں متوجہ ہوتا ہے پس اس بنا پر ایک بار اپنی حالت
پریشانی اور مصیبت میں پکارنے میں خدا اپنی وسعت رحمت سے اور بہ طفیل مقبولیت اسم
مبارک آپ کے جو بارگاہ الٰہی میں حاصل ہے اپنی توجہ عنایت اور نظر رحمت ایک بار بلکہ
دس بار یا ستر بار فرمائے تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے بلکہ استجابت دعا کے لئے یہ محل بارگاہ
الٰہی میں بہت کچھ امیدیں پیدا کرتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی دعا موصول
اجابت ہے جو آپ کے توسل کیساتھ کی جائے ترمذی نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ
عنہ سے روایت کئے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں ان الدعاء موقوف بین السماء والارض
لا یصعد منہا حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا فی المشکوٰۃ
تحقیق کہ دعا ٹھہری رہیگی درمیان آسمان اور زمین کے یہاں تک کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی تبعیت سے اولیاء امت کا بھی یہی حال ہے کہ اون کو پکارنے
سے بھی حق تعالیٰ کی عنایت اور نظر رحمت ہوتی ہے اور خدا بطفیل مقبولیت اون کے
اسماء مبارک کے دعا قبول فرماتا ہے جیساکہ شیخ عبدالکریم جیلی کے کلام میں بلفظ مثلاً
سے اسی طرف اشارہ ہے جسکا بیان اوپر گذرا شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ شیخ کامل
جامع علم شریعت اور اون کا کلام مستند ہے کتاب انسان کامل کے دیباچہ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ ہر مسئلہ میری اس کتاب کا موئد بکتاب وسنۃ ہے پس فہ کی اور سلیم الطبع اس سے
سمجھ لے سکتا ہے کہ جب حضرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم خاص عبادت الٰہی میں
ہوا اور آپ کے وسیلہ سے عبادت درجہ قبولیت کو پہونچی تو اور امور ماسوا عبادت

الٰہی ہیں جو اوس سے کمتر ہوں ہم آپ کی توجہ کے طرف نہ کیوں محتاج ہوں اور
کیوں نہ ہماری توجہ خاصانِ الٰہی کیطرف باعث ہماری صلاح اور فلاح کا ہو بلکہ
بطریق اولیٰ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے ہر امور میں خاصانِ الٰہی کی طرف متوجہ
ہوا کریں اور اون سے ہر کام میں مدد چاہا کریں پھر اگر کسی کا ذہن یہاں تک کی رسائی
سے قاصر ہو کر اوس کے ذہن میں یہ خیال آجائے کہ ندا کا حکم تو خاص عبادت میں
ہی شارع کی جانب سے ہوا ہم اور امور میں جو ماورا عبادت ہیں کیسا کریں اس وجہ
سے صلواۃ الحاجت میں ندا کا حکم ہے جس سے یہ امر متوسط ذہن بھی سمجھ سکتا ہے کہ خاصان
الٰہی کو پکارنا اور اونکی طرف متوجہ ہونا عبادت کے لئے خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر امور میں
خواہ دینی ہو یا دنیوی مفید ہے پھر اگر اوس کے بھی سمجھنے سے ذہن قاصر اور دو طور سے
شبہات کئے جائیں تو اون کا ازالہ جوابات ذیل سے ہو سکتا ہے پہلا یہ شبہ کہ
صلوٰۃ الحاجہ خاص بحضوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بارگاہ الٰہی میں شفاعت کر کے نابینا کو صلوٰۃ الحاجت کا حکم فرمائے شبہ دوم یہ خاصان
الٰہی بشر ہیں بس اون کو کلمہ یا سے جو موضوع ندا حاضر کے لئے ہے غائب میں کس طور
ندا کی جائے شبہ اول کا جواب خود اسی حدیث سے ہے اسمیں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے
جس سے خصوصیت وقت یا حالت سمجھی جائے اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے
خصوصیت نہیں سمجھی بلکہ بلا خصوصیت اوس پر معمول ہے جس کا بیان اوپر بہ تفصیل گذرا شبہ
دوم کا کشف حدیث کنت سمعہ وبصرہ سے کیا گیا جس سے آشکار ہوا کہ تجلیات صفاتیہ
واسماء الٰہیہ خدا کے خاص بندوں پر وارد ہوتی ہیں تجلیات صفاتیہ سے وہ لوگ دور دور کا
حال معلوم کرتے ہیں اونکی بات سنتے اور دیکھتے ہیں جب اون کو پکارو خدا تمہاری
طرف متوجہ ہوتا ہے بس معلوم ہوا کہ بوقت پکارنے خاصان الٰہی کے ایک تو خود خدا

بندوں کے حال کی طرف متوجہ ہوتا ہے - دوسرا یہ کہ خاصان الٰہی کو خدا کی جانب سے اون کی حالت کی اطلاع ہوتی ہے اور وہ اون کی حاجت روائی کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کرتے ہیں پس جس کام میں خدا کی توجہ اور عنایت بھی مبذول ہو اور خاصان الٰہی کی شفاعت بھی ہو تو وہ حاجت روائی میں کیوں نہ حکم اکسیر رکھے پس جبکہ ندا کرنا باسماء مقربان الٰہی بوقت حاجت روائی حدیث اور عمل صحابہ اور اجماع اور اقوال اور احوال اولیاء اللہ سے ثابت اور تجربات کثیرۂ بے شمار سے حاجت روائی میں حکم اکسیر رکھے تو ندا باسماء مقربان الٰہی بیشک جائز بلکہ باعث فوز عظیم اور سعادت کبریٰ ہے مولوی وکیل احمد صاحب سکندرپوری اپنی کتاب وسیلۃ الجلیلہ میں مسئلہ ندا کو بدلائل کثیرہ ثابت کئے اور اقوال منکرین کو نقل کر کے ہر ہر اون کے قول کا جواب بہ شرح وبسط لکھے ہیں مگر میں اس جائے اوس کا تھوڑا مضمون نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے واما قصد المعنی الصحیح فالظاہر انہ لاباس۔ یعنے عبارت شیئاً للہ سے قصد معنی صحیح کیا جائے تو کچھ خوف نہیں ہے ف معنی صحیح سے یہ مراد ہے کہ اس قول کی معنی ایسے کہجائیں کہ اے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اگراگا کچھ دیجیے مصنف کتاب وسیلۃ الجلیلہ نے پہلے اس کے بیان کردئے ہیں کہ وہابیہ مفسدہ برپا کرنے کے لئے ایک معنی غلط اپنے دل سے گھڑ کر اس قول کو منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اے شیخ عبدالقادر خدا کے لئے یعنے خدا کے نفع کے لئے مجھے کچھ دیجیے حقیقت میں کوئی بھی بوقت کہنے اس قول کے اس معنی کو خیال نہیں کرتا پھر صاحب وسیلۃ الجلیلہ فتاویٰ خیریہ سے نقل کرتے ہیں یاشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ فہو نداء اذا اضیف شیئ للہ فہو طلب لشی اکراما للہ فما الموجب لحرمتہ یعنے یاشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ندا ہے جب شیئ للہ ملا یا گیا تو یہ طلب شئے ہے

اگر انشاءاللہ تعالیٰ پھر حرمت کا کوئی منشا پایا نہیں جاتا فتاوی علامہ سید عمر بصری مکی میں ہے
قول العامۃ شئی للہ یا فلان عربیۃ لا عجمیۃ لکنہا من مولدات اھل العرب فلم تحفظ احد
من الائمۃ نصا فی النہی عنہا ولیس المراد بہا فی اطلاقہا شیئا یستدعی مفسدۃ
الحرام والمکروہ لانہم انما یذکرونہا استمداد او تعظیما لمن یحسنون فیہ الظن
یعنی شیئاً للہ۔ یافلاں عربی ہے عجمی نہیں ہے لیکن یہ ترکیب مولدات یعنے ایجاد عرب
سے ہے ائمہ سے اوس کے نہی یعنے منع منقول نہیں ہے یہ ترکیب ایسے محل پر
مذکور نہیں ہوتی جہاں حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لئے کہ اس سے استمداد ایسے شخص
سے کی جاتی ہے جس سے حسن ظن عقیدہ ہوتا ہے علامہ شیخ حسین مکی نے
کشف الوہاب میں لکھا ہے۔ واذا ثبت الانبیاء والاولیاء بعد الارتحال من ھذا الدار
اسمع وابصر من الاحیاء فنادیہم بعض الملہوفین وطلب منہم التوسل والدعاء
عند اللہ لکشف مغمومہ واساءۃ حالہ وقال مثلا یا عبد القادر رضی اللہ عنہ شیئا
للہ فلا نری بہ باسا وشناعۃ ویکون طلبا للتوسل والشفاعۃ لانا نعتقد ان الندا
بعد الموت لا یملک شیئا من التصرف فی الوجود بل لا معطی ولا واھب الا اللہ النافع الکریم
الودود ولا یطلب منہم الا ما یملکونہ وھو التوسل عند اللہ فی قضاء الاوطار وھذا التوسل
جائز کما ثبت بالاخبار والآثار اور جب ثابت ہوئی یہ بات کہ تحقیق کہ انبیا اور اولیاء بعد رحلت
اس دار دنیا سے بہت سننے والے اور بہت دیکھنے والے ہیں احیا سے
پس کوئی خستہ حال اون کو پکارے اور اون سے توسل اور دعا چاہے
خدا کے پاس تاکہ اوسکا رنج اور فکر دور ہو جائے اور کہے مثلاً یا عبد القادر
رضی اللہ عنہ شیئاً للہ پس نہیں دیکھتے ہیں ہم اس میں کچھ خوف اور برائی اور ہے یہ قول
طلب کرنا توسل اور شفاعت کا اس لئے کہ ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ کوئی بعد موت کے

کوئی چیز میں تصرف فی الوجود کا مالک نہیں ہوتا بلکہ نہیں ہے معطی اور واہب سوائے
خدائے نافع کریم اور رودود کے اور نہیں طلب کیا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء
اللہ سے مگر اوس چیز کو جس کو وہ مالک ہوتے ہیں وہ توسل ہے خدا کے پاس قضاء
حاجات کیلئے اور یہ توسل جائز ہے۔ جیسا کہ یہ امر احادیث سے ثابت ہے مولانا شاہ
ولی اللہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب طریقہ قادریہ
برائے حصول مہمات ختم بدین طور می کنند اول دو رکعت نفل می خوانند بعد ازاں یکصد
و یازدہ بار درود میخوانند بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یازدہ بار یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ
ایک مرتبہ سورۃ یٰسین بعد ازاں اگر ختم کلاں خوانند سورۂ الم نشرح یک ہزار و
یازدہ بار بخوانند و اگر ختم خرد بخوانند ایک صد و چہل و یکبار بخوانند بعد ازاں دو ہر
تقدیر درود یکصد و یازدہ بار خواندہ تمام می کنند و از خداء تعالیٰ طلب یعنے حاجات
می خواہند مولوی محمد غوث مدرسی نے انہار المفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر رضی اللہ
عنہ میں لکھا ہے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ نیز از دعوات عظیمہ و اسرار فخیمہ است و در قضائے
حوائج از تجربات است و معمولات شیوخ سلسلہ قادریہ است بلکہ در غوثیہ از رسالہ
حقیقۃ الحقائق می آرد کہ وے رضی اللہ عنہ فرمودہ است اسمی کالاسم الاعظم یعنے نام من مانند
نام الٰہی است در تاثیر و انجاح حوائج و در خواندن آن ترتیبات متعددہ گفتہ اند۔
انتھی الوسیلۃ الجلیلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے شرح برزخ میں ہے مروی فی الاخبار
ان الانسان اذا یصعب علیہ امر فینادی ولیا من اولیاء اللہ تعالیٰ فان کان حیا یسمع
الریح طرفۃ العین او یعلمہ الولی بکشف القلوب فیعین لہ بالشفاعۃ عند اللہ تعالیٰ
وعلیہ المشائخ یعنے مروی ہے کہ جب آدمی کو کوئی مشکل پیش آجائے پس وہ
اولیاء اللہ سے کسی ولی کو پکارتا ہے۔ پس اگر وہ ولی زندہ ہوں تو اون کو ہوا

ایک پلک مارنے میں سنا دیتی ہے یا خود وہ ولی کشف القلوب سے جان لیتے ہیں
اگر وہ ولی کی رحلت ہوگئی ہے پس اون کو ملائکہ پھونچا دیتے ہیں پس وہ ولی اوس
شخص کی مدد کرتے ہیں شفاعت کیساتھ حق تعالی کے پاس اور بزرگان دین کا یہی مسلک
ہے شیخ عبد الوہاب شعرانی مشارق الانوار القدسیہ فی بیان عہود العبودیۃ میں لکھتے ہیں
قد سمعت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ تعالی علیہ اذا سالتم اللہ حاجۃ فاسئلوا بحق محمد صلی اللہ
علیہ والہ وسلم وقولوا اللھم انا نسئلک بحق محمد ان تفعل لنا کذا فان للہ ملکا یبلغ
ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان فلانا سال اللہ بحقک فی حاجۃ
کذا وکذا فیسأل النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ربہ فی قضاء تلک الحاجۃ
فیجاب لان دعائہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مستجاب قال ولذلک القول
فی سوالکم اللہ تعالی باولیائہ فان الملک یبلغھم فیشفعون فی قضاء
تلک الحاجۃ یعنے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ تعالی فرماتے کہ جب تم کو اللہ تعالی سے سوال کرنا ہو تو
تم آپ کے حق کیساتھ سوال کرو اور کہو کہ اے پروردگار بہ طفیل حق محمد صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کے تو ہمارے لئے ایسا کر پس اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ یہ بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پھونچاتا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے پروردگار
سے اوس شخص کی حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں پس وہ مقبول ہو جاتی ہے،
اس لئے کہ دعا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مقبول ہے اولیاء کا بھی ایسا ہی حال ہے
کہ فرشتہ اون کو پھونچاتا ہے اور وہ حاجت روائی کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ انتھی
ف جب کہ خدا سے بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا بحق اولیاء اللہ دعا کرینگی
صورت میں فرشتہ آپ کو یا اولیاء اللہ کو یہ امر پھونچاتا ہے تو خود حضرت صلی اللہ علیہ
والہ وسلم یا اولیاء اللہ کو ندا کیا جائے تو کیوں نہ فرشتہ آپکو یا اولیاء اللہ کو پھونچائے

انتہی ایضاً ایک دوسرے مقام پر صاحب الوسیلۃ الجلیلہ لکھتے ہیں اب اس مقام پر ہم
مجوزین استعانت کے نام نامی لکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس[1] ابن عبد المطلب حضرت
عمر[2] ابن الخطاب ام المومنین عائشہ[3] صدیقہ حضرت علی[4] ابن ابیطالب حضرت عبد اللہ[5] ابن
عمر عبد اللہ[6] ابن مسعود عبد اللہ[7] ابن عباس انس[8] ابن مالک سواد[9] ابن قارب عکاشہ[10]
عثمان[11] ابن حنیف نابغہ[12] جعدی عقبہ[13] بن غزوان۔ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
حسن[14] بصری۔ محمد[15] ابن المنکدر۔ امام علی[16] موسی رضا ابن ابی فدیک[17] استاد محمد ابن ادریس
یعنے امام شافعی امام[18] بن المقری ابو القاسم۔ ابو القاسم[19] سلیمان ابن احمد طبرانی
صاحب معاجم ثلثہ ابن الجلال[20] ابی اللیث نصر سمرقندی۔ حاتم[21] اصم علامہ تقی[22] علی ابن عبد الکافی
سبکی صاحب شفا السقام محی الدین[23] ابو زکریا یحیی بن شریف[24] النووی محمد[25] بن حرب ہلالی
ابوبکر بن ابی شیبہ[26] عبد اللہ[27] بن محمد استاد امام بخاری و مسلم ابو بکر[28] احمد الحسین بیہقی صاحب
سنن بزار ابن سنی[29] صاحب کتاب عمل الیوم واللیلہ۔ قاضی عیاض[30] مالکی صاحب شفاء
شہاب[31] الدین احمد بن محمد البرنسی المعروف برزوق شارح کتاب الحکم شیخ ابو العباس[32]
حضرمی عبد الرحمن[33] ابن علی البغدادی المکی۔ ابی الفرج ابن جوزی۔ سراج[34] الدین عمر
بن حفص بلقینی۔ عبد الرؤف[35] مناوی شارح جامع صغیر فی حدیث البشیر النذیر ابو الشیخ[36]
عبد اللہ بن حبان مولف کتاب العظمۃ وغیرہ۔ ابوبکر[37] اقطع۔ حافظ شمس[38] الدین محمد بن جزری
صاحب حصن حصین۔ ابراہیم[39] طرابی صاحب مواہب الرحمن و شرح آں برہان شیخ[40] حسن
شرنبلالی صاحب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح شیخ احمد[41] خطیب قسطلانی صاحب
مواہب لدنیہ ابن حاج[42] ابو عبد اللہ محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی صاحب مدخل شہاب[43] الدین
احمد بن حجر مکی ہیثمی صاحب الجواہر المنظم شمس[44] الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی تلمیذ حافظ
ابن حجر عسقلانی مولف مقاصد حسنہ و قول بدیع فی الصلواۃ علی الحبیب الشفیع وغیرہم

[۴۴] واقدی صاحب فتوح الشام [۴۵] ابونصر صباغ ابن نجار بغدادی ابن عساکر دمشقی
[۴۶] ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان مالکی صاحب مصباح الظلام فی المستغثین بخیر الانام
[۴۷] ابوحامد محمد ابن محمد غزالی - [۴۸] کمال الدین محمد بن عبدالواحد سکندری معروف بہ ابن ہمام صاحب
[۴۹] فتح القدیر حسن بن منصور بن محمود فخرالدین قاضی خاں [۵۰] ابوداود مالکی صاحب کتاب البیان
والانتصار ابن شاہین [۵۱] شیخ الاسلام خیرالدین رملی صاحب فتاوی خیریہ - [۵۲] شوبری محشی
شرح منہاج یحییٰ صرصری صاحب شعر مشہور [۵۳] موافق الدین بن قدامہ حنبلی صاحب
مغنی ذوی الافہام [۵۴] نجم الدین احمد بن صمدانی حرانی حنبلی صاحب رعایۃ الکبریٰ [۵۵] وابوعبداللہ
شمس الدین محمد بن مفلح الحنبلی صاحب فروع برباوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات
الکرامات فی الحیوٰۃ وبعد الممات - [۵۶] شیخ الاسلام ابن شحنہ حنفی - [۵۷] شیخ عبدالباقی مقدسی
حنفی - [۵۸] شیخ احمد عنجی حنفی [۵۹] نورالدین علی سمہودی صاحب خلاصۃ الوفا شیخ الاسلام برہان
الدین ابراہیم بن جعمان جعبری صاحب عدۃ التحصین بعدۃ الحصن الحصین - حافظ
[۶۰] عبداللہ بن سعد مشہور بابن ابی حمزہ اندلسی مالکی صاحب شرح مختصر البخاری [۶۱] ابن اثیر صاحب
نہایہ شیخ ابوطاہر شیخ حسن عدوی حمزاوی صاحب نفحات نبویہ فی الفضائل العاشوریہ
[۶۲] سید احمد حموی صاحب نفحات القرب والاتصال - [۶۳] شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب
لواقح الانوار - [۶۴] علامہ سعدالدین تفتازانی [۶۵] جلال الدین عبدالرحمن سیوطی [۶۶] شیخ شرف الدین
ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری صاحب قصیدہ بردہ - ابن صاحب مناسک المتاہل
[۶۷] کمال الدین زملکانی صاحب عمل المقبول فی زیارۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم [۶۸] امام فخرالدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر کبیر [۶۹] عبداللہ بن عمر قاضی بیضاوی صاحب
تفسیر مشہور - [۷۰] حافظ الدین عبداللہ نسفی صاحب کنز ومدارک - [۷۱] محمد فاضل دہلوی صاحب
مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات - [۷۲] عبدالرحمن جامی - [۷۳] علی ابن سلطان محمد المشہور

بملا علی قاری صاحب مرقات شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء۔ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ عبد العزیز دہلوی صاحب فتح العزیز مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی ابن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب مفید الایمان جواب تقویۃ الایمان ملا عابد سندی مدنی استاد شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی مجددی جن کا ایک رسالہ وجیزہ خاص استغاثہ اور توسل میں ہے مولانا و استادنا محمد عبد الحلیم لکھنوی صاحب نور الایمان بزیارت حبیب الرحمن مولوی تراب علی لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح مولوی فضل رسول بدایونی صاحب تصحیح المسائل حضرات منکرین ان اسماء گرامی کو ملاحظہ فرما کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسے ایسے اجلۂ صحابہ و تابعین و ائمہ محدثین و مفسرین و فقہا جواز کے قائل ہوں تو مجوزین کے نسبت شرک اور بدعت کا کلمہ لکھنا کس قدر نازیبا ہے انتھی دوسرے مقام کتاب وسیلۃ الجلیلہ میں تحریر ہے کسی مسئلہ میں اختلاف ہونے سے یہ جائز نہیں کہ ایک مخالف کا قول سند کر کے دوسرا قول خلاف شرع کہا جائے

فرقان میں ہے واذا خالف الشخص قول بعض الفقہاء ووافق قول آخرین لم یکن لاحد ان یلزمہ بقول المخالف ویقول ھو خالف الشرع یعنے اگر ایک شخص کا قول بعض فقہاء کے مخالف ہو اور موافق دوسرے فقہاء کے ہو تو کسی کو یہ بات سزاوار نہیں ہے کہ اوس کو الزام دے اور کہے کہ اوس شخص نے مخالفت شرع شریف کی پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف بھی کیا ہو اور وہ اپنے جاننے میں ٹھیک کہتا ہو تو کیا اس اختلاف سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ استغاثہ خلاف شرع ہے جب اس قدر کہنا جائز نہ ہوا تو شرک بدعت کہنا کب جائز ہوگا۔ انتھی۔ سوال دوم یہ تھا کہ جو

لوگ منع ندا باسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاء اللہ کرتے ہیں اون کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اوس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ ندا کو منع کرتے ہیں دو فریق ہیں ایک وہ لوگ ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کی خدمت میں بے ادب ہیں وہ فریق وہابیہ نجدیہ ہیں اون کی پیچھے بے شبہ نماز جائز نہیں فتوی چارسو علماء حرمین شریفین وہندوستان کا اس بات پر مرتب ہے جو کتاب فتح المبین میں درج ہے اور مطبوع بھی ہوا دوسرے وہ فریق ہیں کہ مقربان الہی کی خدمت میں باادب ہیں لیکن بغلبۂ ظاہر بلا فکر وتدبر کہتے ہیں اور منکر ندا ہوتے ہیں اون کے پیچھے نماز بے شک جائز ہے امید ہے کہ بہ برکت اون کے اداب کے اون کو فہم سلیم خدا نصیب فرمادے انشاء اللہ تعالیٰ ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم سیما علی ولدہ الشریف الغوث الاعظم وبارک وسلم

تمت بالخیر